سلسلہ اشاعت نمبر 42

خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ابنِ حضرت ابی سفیان رضی اللہ عنہ

خدمات و فتوحات

مرتبہ

حافظ عبدالوحید الحنفی چکوال

پبلشرز

مکتبہ حنفیہ

غزنی سٹریٹ 38 اردو بازار لاہور۔

فون: 0343-4955890

یا اللہ جل جلالہ — صلی کلمہ اسلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ — یا محمد ﷺ — حق چار یار

تاریخ اسلام
دُنیا میں اسلام کیسے پھیلا؟
(حصہ چہاردہم)

خلافتِ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ابن ابی سفیان رض

خدمات و فتوحات

مرتبہ

حافظ عبدالوحید الحنفی
چکوال

سلسلہ اشاعت نمبر 42

شائع کردہ: مرحبا اکیڈمی
مکتبہ اسلامیہ حنفیہ
بن حافظ جی ضلع میانوالی
0321-5470972

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

☆☆☆☆

نام کتاب: تاریخ اسلام (حصہ چہاردہم) سیرت حضرت امیر معاویہؓ

سلسلۂ اشاعت: 42 بار اوّل

مؤلف: حافظ عبدالوحید الحنفی آوڈھروال (چکوال) 0313-5128490

صفحات: 288

قیمت: 300 روپے

ٹائٹل: ظفر محمود ملک 0334-8706701

کمپوزنگ: النور مینجمنٹ پنوال روڈ چکوال

طباعت: 12 محرم 1434ھ 27 نومبر 2012ء منگل

ناشر: مرحبا اکیڈمی مکتبہ اسلامیہ حنفیہ بن حافظ جی میانوالی 0321-5470972

ویب سائیٹ: www.khudamahlesunat.com

ملنے کے پتے:

کشمیر بک ڈپو — تلہ گنگ روڈ چکوال 0543-551148

اعوان بک ڈپو — بھون روڈ چکوال 0543-553546

مکتبہ رشیدیہ — بلدیہ مارکیٹ چھپڑ بازار چکوال 0543-553200

کتب خانہ مجیدیہ — بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

مکتبہ عثمانیہ — بالمقابل دار لعلوم کراچی نمبر 14

اسلامی کتب خانہ — بنوری ٹاؤن کراچی نمبر 5

مکتبہ انوار القرآن — نزد دارالعلوم حنفیہ چکوال

مکتبہ حنفیہ — اردو بازار لاہور 0343-4955890

☆☆☆☆

فہرست عنوانات

سیرت کاتبِ وحی رضی اللہ عنہ 11
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب 11
پہلی زوجہ قریبۃ الصغریٰ 11
دوسری زوجہ فاختہ 12
تیسری زوجہ نائلہ 12
چوتھی زوجہ کنود 12
پانچویں زوجہ میسون 12
حضرت امیر معاویہؓ کا شجرہ نسب 13
حضرت امیر معاویہؓ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی روابط 16
برادرِ نسبتی کا شرف 16
ہم زلف ہونے کا شرف 16
امام حسینؓ کی زوجہ لیلیٰ کے سگے ماموں 17
ولادت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ 17
قبول اسلام 19
اسلامی حکومت کی وسعت 21
حضرت امیرالمؤمنین معاویہؓ بن ابی سفیانؓ رضی اللہ عنہ 21
کتاب اللہ کی روشنی میں حضرت معاویہؓ رضی اللہ عنہ کا مقام 22
جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا عادل ہونا اور قیامت کے دن شہادت دینا 23
صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ قیامت کے دن رسوا نہیں کریں گے 24
فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والوں کی فضیلت 26
یوم حنین میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سکینہ کا تذکرہ قرآن میں 29
غنائم حنین 31
فضیلت کا معیار تقویٰ ہے 33
روایات کی روشنی میں حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ کے فضائل 34
شرف صحبت کا لحاظ 37
حضرت ابو سفیانؓ صخر بن حرب کا قبول اسلام 38
حضرت امیر معاویہؓ کو غزوہ حنین میں انعام 38
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی ہونے کی سعادت 40
حضرت امیر معاویہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں 42
① صحابی رسول عبدالرحمن بن ابی عمیرہ کی مرویات 42
② عرباضؓ ساریہ کی مرویات 43
③ عمر بن سعد کی مرویات 45
④ وحشی بن حرب کی روایت 46
⑤ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت 47
⑥ حضرت امیر المؤمنین عائشہ صدیقہ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

رضی اللہ عنہما کی روایت 48

امارت و خلافت امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشادات نبوی 50

تائیدات 52

عہد نبوی کی فتوحات میں امیر معاویہؓ کی شرکت 53

(۱) غزوہ حنین میں شرکت 54

(۲) غزوہ طائف میں شرکت 55

(۳) حضرت امیر معاویہؓ کو حضور ﷺ کی طرف انعام میں ۱۰۰ اونٹ 55

حضرت ابو سفیانؓ کی طرف سے خراج عقیدت 56

آنکھ کے عوض میں جنت کی بشارت 58

عہد صدیقی کی فتوحات میں امیر معاویہؓ کی شرکت 58

جنگ یرموک میں شرکت 59

قتل مسیلمہ کذاب میں امیر معاویہؓ کی شرکت 59

عہد فاروقی کی فتوحات میں امیر معاویہؓ کی شرکت 61

فتح مرج الصفر 63

فتح دمشق 64

فتح قیساریہ 64

فتح عسقلان 65

انطاکیہ کی فتح 66

فتح صائفہ 67

عہد عثمانیؓ میں امیر معاویہؓ کی فتوحات 68

قیصر قسطنطنیہ کو شکست 68

جزیرہ قبرص کی فتح 69

حضور ﷺ کی پیشگوئی 69

حضور ﷺ کی پیشگوئی، ام حرام کی جہاد میں شرکت اور شہادت 71

عثمان ذوالنورینؓ کے دورِ خلافت میں امیر معاویہؓ کی مزید فتوحات 72

روم کے علاقہ حصن پر حملہ (۳۳ھ) 73

بحری جنگ کا آغاز پہلے امیر البحر حضرت امیر معاویہؓ 73

پچاس بحری حملے 74

اہل قبرص سے معاہدہ 74

مجاہدین قبرص، حضرت معاویہؓ از روئے حدیث جنتی ہیں 75

عثمانؓ بن عفان کی شہادت اور علیؓ بن ابی طالب کی بیعت 76

حضرت علیؓ کو قتل کرنے کی سازش: 78

حضرت علیؓ المرتضیٰؓ کی گشتی چٹھی 80

حضرت علیؓ المرتضیٰ اور حضرت معاویہؓ میں محبت تھی 97

اسلامی حکومت کی دو حصوں میں تقسیم فریقین کا باہمی معاہدہ 99

حضرت علیؓ المرتضیٰ کا دورِ خلافت سُنّی موقف 102

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

حضرت حسنؓ کی خلافت 104
حضرت حسنؓ و معاویہؓ کی صلح کی خبر . 105
کوفہ میں حضرت امیر معاویہؓ کا داخلہ . 109
قریش کے پانچ مدبرین 109
قیس بن سعد کی حضرت امیر معاویہؓ سے مصالحت 109
خوارج سے امیر معاویہؓ کے لشکروں کی جنگیں 112
مہم (۱) معقل بن قیس کی خوارج سے جنگ 112
مہم (۲) کوفہ کے خوارج سے جنگ .. 113
مہم (۳) بصرہ کے خوارج سے جنگ .. 113
دورِ خلافت حضرت امیر معاویہؓ کی فتوحات و مہمات 114
مہم (۴) کابل (افغانستان) کی فتح 114
مہم (۵) نسف کی فتح 115
مہم (۶) خشک کی فتح 115
مہم (۷) رخج کی فتح 115
مہم (۸) زابلستان غزنی کی فتح 115
مہم (۹) قیقان کی فتح 116
بلاد روم کی مہمات و فتوحات 116
مہم (۱۰) قسطنطنیہ تک علاقہ کی فتح ... 117
مہم (۱۱) فتح بلخ 117
مہم (۱۲) جزیرہ روڈس کی فتح 117
مہم (۱۳) جزیرہ ارواد کی فتح 118
مہم (۱۴) بخارا کی فتح 118
بخارا کی فتح 119
مہم (۱۵) روس کی فتح 119
مہم (۱۶) انطاکیہ کی فتح 119
مہم (۱۷) قسطنطنیہ پر فوج کشی 120
قیصر روم کے شہر قسطنطنیہ پر بحری جنگ کی فضیلت 121
حدیث اُمّ حرامؓ کا دوسرا اگلا حصہ 121
دوسری روایت حدیث ام حرامؓ 121
فوائد و بشارت 124
حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی اس جہاد میں وفات 124
حدیث مغفورلھم کی بحث 125
بشارت مغفرت اور بشارت رضائے الٰہی کا فرق 129
جہاد قسطنطنیہ میں یزید کی عمر 133
مہم (۱۸) لواتہ و مراتہ کی فتح 134
مہم (۱۹) غذامس اور ودان و سودان کی فتح 134
مہم (۲۰) قیروان کی چھاؤنی 135
قیروان میں مسجد کا تعین 136
مہم (۲۱) جزیرہ صقلیہ کی فتح 137
مہم (۲۲) جلولا کی فتح 137
مہم (۲۳) فتح قرطاجنہ افریقہ 138
مہم (۲۴) شہر میلہ کی فتح 139
حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت کی فتوحات 139

مفتوحہ ممالک میں نظام اسلام کا نفاذ 140
حضرت امیر معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کی حکومت کی بشارت نبوی 141
حضرت امیر معاویہؓ کو خلافت و بادشاہت کی بشارت 141
خلافت مدینہ میں بادشاہت شام میں ہو گی 142
حضرت امیر معاویہؓ کا مقام حضرت عمرؓ کی نظر میں 144
حضرت امیر معاویہؓ سے مشاورت کی ترغیب 144
حضرت امیر معاویہؓ کی قمیص میں پیوند 145
حضرت امیر معاویہؓ کی صفت حلم .. 145
حضرت امیر معاویہؓ کے اخلاق اور مجلسی طریق کار 147
(۲) حضرت امیر معاویہؓ کی یومیہ عوامی ملاقات کی دوسری نشت 148
حضرت امیر معاویہؓ کی مجالس کی کیفیت 149
احادیث خلافت، خلفاء اثنا عشر 151
تطبیق بین الروایات 152
حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف مخالفین کے مطاعن 153
تاریخی روایات کی حقیقت 153
حضرت امیر معاویہؓ اور مودودی ... 154
مودودی صاحب کا حضرت معاویہؓ سے بغض 155
الجواب 156
ارشاد نبوی "سب" پر دعا رحمت .. 160
ہمارا سوال 160
تبصرہ 161
(۲) مودودی صاحب کا بغض معاویہؓ .. 162
تبصرہ 163
استلحاق زیاد کا مسئلہ اور مودودی نظریہ 164
تبصرہ: مودودی صاحب کی جہالت یا بغض معاویہؓ 165
اصل صورت حال اور مودودی بہتان 166
ایک مغالطہ 167
زیاد کو حضرت علیؓ نے گورنر بنایا .. 170
مامون الرشید عباسی خلیفہ کا شیعہ ہونا اور اس کا اعلان 171
واقعہ کی تائید از شیعہ 171
علامہ شبلی کی طرف سے حقائق کا انکشاف 172
تاریخی روایات اور علامہ شبلی کی تحقیق 172
تاریخی روایات کی تحقیق میں قواعد و ضوابط 173
تاریخ کے راویوں کا نظریاتی کردار 174
بعض قواعد و ضوابط 175

حضرت امیر معاویہؓ کی مذمت کی متعلقہ احادیث کذب محض ہیں.......... 175
ایک اصول.......................... 176
کل صحابہؓ سے جنت کا وعدہ........ 177
قرآنی آیات و احادیث خلافت و ملوکیت.................................... 178
خلافت و ملوکیت.................... 180
ناصبی اور خارجی کون ہیں؟........ 181
خارجی اور ناصبی اصطلاح............ 182
سبائیت.......................... 183
شیعہ عقیدہ امامت................ 183
حضرت امیر معاویہؓ کا مقام صحابہ کرام کی نظروں میں........................ 185
(۱) حضرت علیؓ المرتضیٰ کا ارشاد.... 185
(۲) حضرت امام حسنؓ کا ارشاد....... 186
(۳) حضرت امام حسینؓ کا ارشاد...... 186
حضرت حسینؓ کا امیر معاویہؓ کے نام مکتوب.............................. 187
مؤرخین کی طرف سے شرائط کی پابندی کی تصدیق............................ 187
حضرت عمیر بن سعد کا ارشاد..... 188
تابعین وغیرھم کی نظر میں حضرت امیر معاویہؓ.......................... 189
سعید بن مسیب کا ارشاد.......... 189
یزید کی ولی عہدی کے بارے میں حضرت امیر معاویہؓ کی مشاورت........... 195
یزید کو ولی عہد کرنے کی وصیت کا مضمون.................................... 195
حضرت امیر معاویہؓ کی حضرت حسینؓ سے گفتگو.............................. 196
حضرت امیر معاویہؓ کی حضرت عبداللہ زبیرؓ سے گفتگو........................ 196
حضرت امیر معاویہؓ کی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے گفتگو........................ 197
حضرت امیر معاویہؓ کی یزید کو وصیت 198
مسئلہ خلافت...................... 200
خلافت کے لیے یزید کی نامزدگی..... 200
حل اشکال.......................... 201
خلافت و ملوکیت، ایک شبہ کا ازالہ 203
خلافت نبوت تیس سال ہو گی.... 205
میری امت میں میرے بعد خلافت و بادشاہت.......................... 205
خلافت تیس سال اس کے بعد بادشاہت.................................... 206
خلافت تیس سال ہو گی پھر بادشاہت 206
خلافت تیس سال ہو گی پھر بادشاہت ہو گی.................................... 206
ترجمہ حدیث از امام طحاویؒ.......... 207
شرح حدیث از امام طحاویؒ.......... 208
خلافت تیس سال ہوگی اس کے بعد بادشاہت.......................... 208
خلافت تیس سال ہو گی پھر بادشاہت ہو گی.................................... 209

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت سفینہؓ کے الفاظ کی دوسری روایت 211
خلافت علیٰ منہاج النبوت 212
حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دورِ خلافت 213
ترمذی میں حدیث سفینہؓ، راوی کے الحاق الفاظ کی تحقیق 214
حضور ﷺ کی پیشگوئی ۱۲ خلفاء ہوں گے 218
(۲) حضور کا ارشاد: میرے بعد کوئی نبی نہیں اور خلفا کثرت سے ہوں گے 219
قریش کے ۱۲ خلفاء تک دین قائم رہے گا 219
حضور کی پیشگوئی: دین اسلام ۱۲ خلفاء کے دور تک غالب رہے گا 220
پہلے خلیفہ کی بیعت کو پورا کرنے کا حکم 220
حضور ﷺ کی پیشگوئی: امت کا معاملہ ۱۲ خلفاء تک درست رہے گا 221
حدیث سفینہ اور حدیث ۱۲ خلفاء میں تطبیق 222
تیس سال کے بعد خلافت منقطع نہیں ہوئی 222
صاحب بزاس کی تحقیق 222
حدیث سفینہ پر تحقیق 223
(۳) حضرت امیر معاویہؓ کو حضور ﷺ کی بشارت و نصیحت 226
تاریخ طبری کے بارے میں تحقیق 227
مفسر ابن جریر طبریؒ (المولود ۲۲۴ھ المتوفی ۳۱۰ھ) 230
شیعہ ابن جریر طبری کی مرویات 231
(۲) شیعہ حضرات محمد بن جریر طبری میں تشیع کے قائل ہیں 232
نمونہ تفسیر طبری ملخص 233
تاریخ طبری کی روایت کی مثال 234
طبری میں رافضیوں کی روایات 236
علمائے اہل سنت کا اعتدال 237
محمد بن جریر طبری کون ہیں؟ 238
ابو جعفر محمد بن جریر طبری کا روافض میں شمار 245
ابو جعفر محمد بن جریر طبری دو تھے 246
ابن جریر طبری اور مودودی 247
صحابہ کرام کے خلاف روایات کی حقیقت 250
ابن جریر طبری کے شیوخ روایت 250
مؤرخ طبری اور مودودی صاحب کی وکالت 252
مودودی صاحب کے نظریہ میں تبدیلی 254
یزید کی ولی عہدی 254
تقرر امیر و خلیفہ کی چار شرعی صورتیں 255

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی حفظہ

شریعت میں بیٹے کو خلیفہ بنانا؟ 256
حضرت علی المرتضیٰ کی سنت؟ 256
حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو کیوں ولی عہد بنایا؟ 258
حضرت امیر معاویہؓ کی دعا: 258
صحابہ کرام کے خلاف روایات کی حقیقت 259
معاندین صحابہ کے متعلق ارشاداتِ رسولؐ 260
حضرت امیر معاویہؓ، حضرت علیؓ کو افضل مانتے تھے 266
حضرت امیر معاویہؓ کا اختلاف حضرت علیؓ سے خلافت میں نہ تھا 267
جنگ صفین کے سب شہدا جنت میں ہیں 268
معاویہؓ کی طرف سے علیؓ کی حمایت میں شاہ روم کو دھمکی 270
حضرت علیؓ کی وفات پر حضرت امیر معاویہؓ کا افسوس 271
امیر معاویہؓ کا ارشاد، خواب میں عمر بن عبدالعزیز کی زیارت 271
انصاف کا تقاضا کیا ہے؟.......... 273
مسئلہ قصاص قرآن میں 273
مسئلہ قصاص حدیث نبوی ﷺ...... 274
حضرت ابن عباس کا ارشاد........... 275
حضرت معاویہؓ کا خلافت کے مسئلہ میں اختلاف نہیں تھا................ 276
حضرت علیؓ کا فرمان کہ معاویہؓ کی امارت کیسی ہے؟...................... 277
حضرت امیر معاویہؓ کی یزید کے بارے میں دعا........................... 278
بیعت خلافت یزید کا مسئلہ 279
حضرت امیر معاویہؓ کی وفات سے پہلے وصیت 280
حضرت امیر معاویہؓ کی یزید کو وصیت 282
حضرت حسینؓ کی نسبت، یزید کو وصیت 283
حضرت امیر معاویہؓ کی ذاتی نصف مال کی وصیت........................... 287
شام میں خطبہ.................... 286
موئے مبارک اور حضور کے ناخن اور قمیص مبارک سے تبرک.......... 288
وفات، جنازہ، دفن امیر معاویہؓ..... 288
حضرت امیر معاویہؓ کی تاریخ وفات .. 288
(۳) خلافت و ولایت................ 289
(۴) مزار مبارک دمشق شام........ 290

☆☆☆☆

آدھی دُنیا کا حکمران

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

وہ آدھی دُنیا کا حکمراں تھا ۔۔۔ وہ حکمراں بھی مگر کہاں تھا
بپھرتی موجوں پہ حق پرستوں کی ۔۔۔ سادہ کشتی کا بادباں تھا
حسنؓ سے پوچھو، علیؓ سے پوچھو ۔۔۔ تم اس کے بارے نبیؐ سے پوچھو
اندھیری شب میں چراغ بن کر ۔۔۔ وہ ساری دنیا میں ضو فشاں تھا
بڑا مبارک ہے کام اس کا ۔۔۔ ستاروں جیسا ہے مقام اس کا
وہ ایک شاہیں صفت مجاہد ۔۔۔ جو سوئے منزل رواں دواں تھا
وہ نیک سیرت حیا کی خاطر ۔۔۔ لڑا ہمیشہ خدا کی خاطر
وہ دیکھنے میں تھا ایک لیکن ۔۔۔ حقیقتوں میں وہ کارواں تھا
قلندرانہ حیات اس کی ۔۔۔ سکندرانہ صفات اس کی
کبھی رواں تھا وہ مفلسوں کی ۔۔۔ کبھی وہ ریشم کا سائبان تھا
وہ ایک عنواں بشارتوں کا ۔۔۔ بصیرتوں کا، بصارتوں کا
اسی سے رستے تلاش کرنا ۔۔۔ وہ دین فطرت کی کہکشاں تھا
مؤرّخانہ بیان توبہ ۔۔۔ منافقانہ زبان توبہ
وہ اس گھڑی بھی چمک رہا تھا ۔۔۔ جہاں جب یہ دھواں، دھواں تھا
شہنشہوں پر تھا رعب طاری ۔۔۔ کہ انجمؔ اس کی تھی ضرب کاری
ہر ایک ظالم سمٹ رہا تھا ۔۔۔ جدھر جدھر تھا جہاں جہاں تھا

کاتبِ وحی سیدنا امیر معاویہؓ از انجم نیازی

سیرت کاتبِ وحی رضی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا اِلٰی طَرِیْقِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ بِفَضْلِهِ الْعَظِیْم

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الَّذِیْ کَانَ عَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم

وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَخُلَفَاءِهِ الرَّاشِدِیْنَ الدَّاعِیْنَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب

حضرت امیر معاویہؓ بن ابو سفیانؓ صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ تھے۔

پانچویں پشت عبد مناف میں جا کر آپ کا شجرہ نسب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ماں کا نام ہند بنت عتبہ بن ربیعہ تھا۔

کنیت ابو عبدالرحمن تھی۔

پہلی زوجہ قریبۃ الصغریٰ

جو کہ اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہؓ کی ہمشیرہ ہیں۔ان سے اولاد نہیں ہوئی۔اس نسبت سے امیر معاویہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف بنتے ہیں۔

دوسری زوجہ فاختہ

بنت قرظہ بن عمرو بن فروفل بن عبد مناف تھیں۔ اس زوجہ سے حضرت امیر معاویہؓ کی اولاد عبد الرحمن اور عبد اللہ پیدا ہوئے۔

اور ایک بیٹی ہند بنت معاویہؓ تولد ہوئی جس کا نکاح عبد اللہ بن عامرؓ سے ہوا۔

تیسری زوجہ نائلہ

بنت عمارہ کلبیہ تھی۔ اس زوجہ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور مطلقہ کر دی گئی۔

چوتھی زوجہ کنود

بنت قرظہ بن عمرو بن نوفل بن عبد مناف، یہ فاختہ بنت قرظہ کی بہن ہے اور فاختہ کے الگ ہونے کے بعد اس کو نکاح میں لیا اس زوجہ سے رملہ بنت معاویہؓ پیدا ہوئی جس کا نکاح عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا۔[1]

پانچویں زوجہ میسون

بنت بحدل بن انیف کلبیہ تھیں، اس زوجہ سے حضرت امیر معاویہؓ کی اولاد یزید بن معاویہؓ اور ایک لڑکی امہ رب المشارق[2] (جو بچپن میں ہی فوت ہوگئی تھی) پیدا ہوئے۔

---

[1] تاریخ ابن جریر طبری ص ۱۸۳ ج ۶ تحت تذکرہ نساء ولدہ سنہ ۶۰ھ طبع قدیم

[2] کتاب نسب قریش (مصعب زبیری ص ۱۲۸ تحت ولد معاویہؓ بن ابی سفیان

تاریخ یعقوبی شیعی میں ہے کہ:

و خلف مذالذکور اربعة یزید و عبدالله و محمد و عبدالرحمن۔

یعنی امیر معاویہؓ کی اولاد چہار فرزند تھے:

یزید, عبداللہ، محمد، عبدالرحمن[1]

حضرت امیر معاویہؓ کا شجرہ نسب

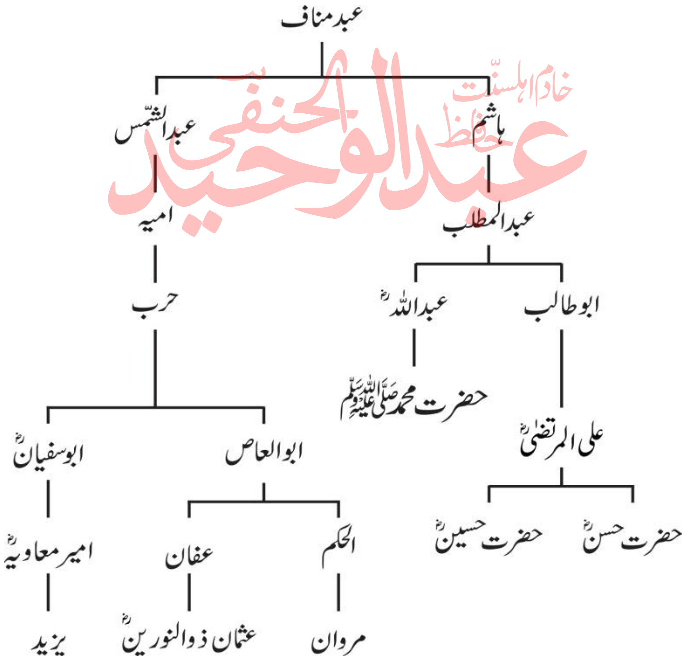

[1] تاریخ یعقوبی شیعی ص ۲۳۹ تحت وفات الحسن بن علی طبع بیروت۔ سیرت حضرت امیر معاویہؓ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۲۱۷۔

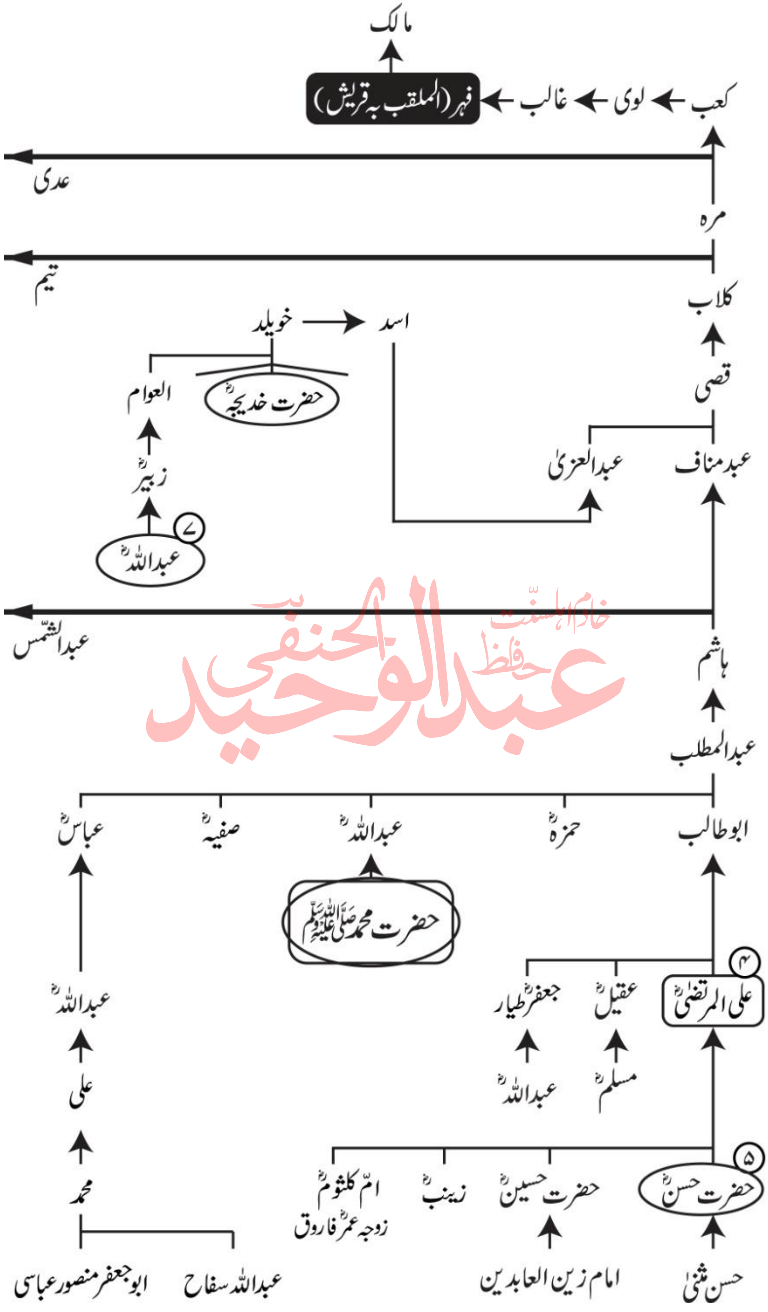

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

خلفائے صحابہؓ کا شجرہ نسب

خاندان قریش کی شاخیں

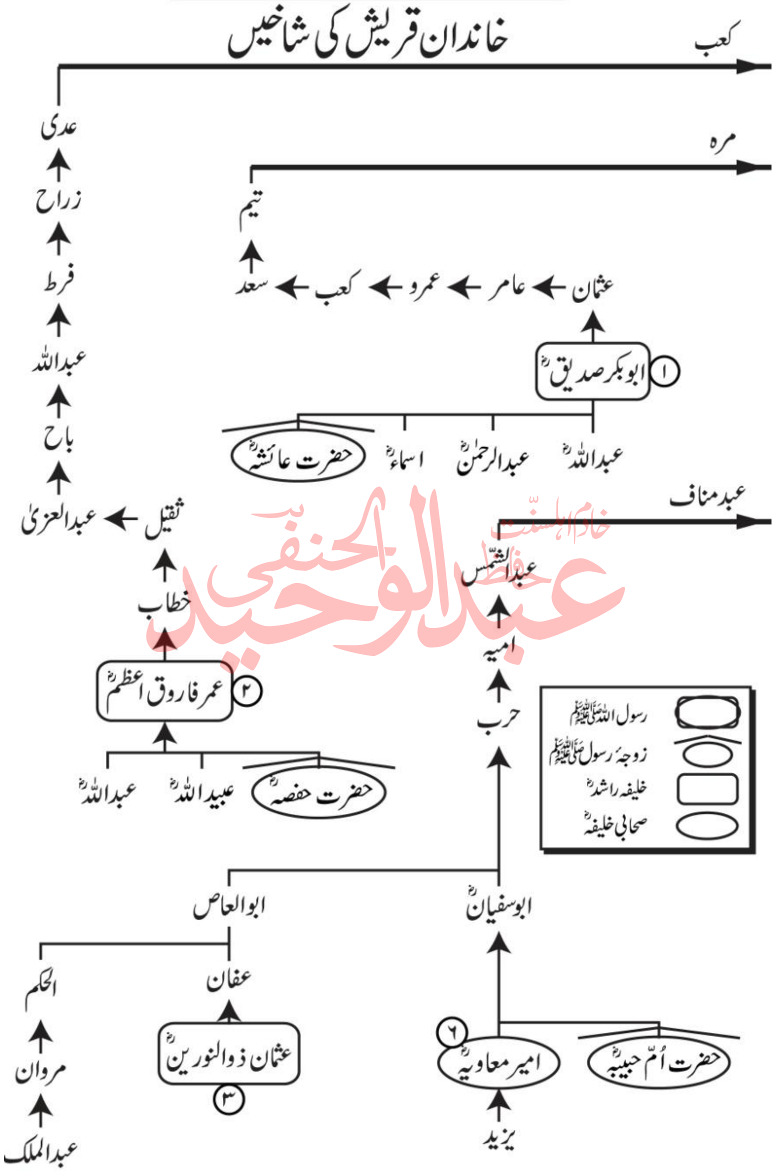

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی حفظہ

حضرت امیر معاویہؓ کا شجرہ نسب پانچویں پشت میں حضور ﷺ سے مل جاتا ہے۔ حضرت ابو سفیانؓ آپ کے والد کا چوتھی پشت میں حضور ﷺ سے مل جاتا ہے۔ حضرت ہند آپ کی والدہ کا شجرہ چوتھی پشت میں حضور ﷺ سے مل جاتا ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ کا شجرہ نسب پانچویں پشت میں حضرت علیؓ المرتضیٰؓ سے عبد مناف پر جاکر مل جاتا ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ کے حضور ﷺ سے نسبی روابط

حضرت امیر معاویہؓ کے جناب نبی کریم ﷺ کے خاندان سے نسبی روابط ہیں جو مُسلّمات میں سے ہیں۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

برادرِ نسبتی کا شرف

جناب نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ بنت ابی سفیانؓ۔ جن کا اسم گرامی رملہ ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی خواہر (ہمشیرہ) ہیں۔ اس اعتبار سے حضرت امیر معاویہؓ کو جناب نبی کریم ﷺ سے برادر نسبتی ہونے کا شرف حاصل ہے۔[1]

ہم زلف ہونے کا شرف

علمائے انساب نے لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ سردار دو جہاں

[1] مسئلہ اقربانوازی ص ۱۲۶ مولفہ مولانا محمد نافع پیر حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے "ہم زلف" (ساڑھو) بھی ہیں۔ کیوں کہ جناب ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی ہمشیرہ جن کا نام "قریبۃ الصغریٰ" ہے وہ حضرت امیر معاویہؓ کے نکاح میں تھیں۔ مگر ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔[1]

امام حسینؓ کی زوجہ لیلیٰ کے سگے ماموں

سیدنا امام حسینؓ کے فرزند، امام زین العابدینؒ کے بھائی علی بن حسینؓ کی والدہ لیلیٰ بنت مرہ کے سگے ماموں ہیں کیوں کہ سیدنا حسینؓ کے نکاح میں حضرت امیر معاویہؓ کی سگی بھانجی (یعنی خواہر زادی) تھیں۔

ولد الحسین بن علی بن ابی طالب۔ علیا اکبر قتل بالطف مع ابیہ و امہ لیلیٰ بنت مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی و امہا میمونۃ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہ بن حرب بن امیہ۔[2]

ولادت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

مولانا محمد نافع صاحب لکھتے ہیں:

حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیانؓ کے سن ولادت کے متعلق ایک چیز تو اہل سنت والجماعت نے ذکر کی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سن ولادت کے چونتیس سال بعد سیدنا امیر معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کی

---

[1] مسئلہ اقربا نوازی ص ۱۲۷ مولفہ مولانا محمد نافع کتاب المجر ص ۱۰۲ طبع دکن۔

[2] بنت قریش (ابوالفرج اصفہان شیعی) ج ا ص ۵۴ باب ذکر خبر الحسین بن علی (مقتلہ)

ولادت ہوئی، اور سید الکونین جناب نبی اقدس ﷺ کی ولادت باسعادت مشہور اقوال کے اعتبار سے عام الفیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

① وفی سنة اربع وثلاثین من مولده ﷺ ولد معاویة بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ.[1]

② حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ:

”ولد قبل البعثة بخمس سنیین وقبل بسبع وقیل بثلاث عشرة والاول اشهر“[2]

یعنی بعثت نبوی سے پانچ برس پہلے ولادت ہونا زیادہ مشہور ہے۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ کی ہجرت مدینہ کے موقع پر آپ کی عمر ۱۸ سال تھی۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ کی عمر ۲۶ سال تھی اور وفات کے وقت ۷۸ سال تھی۔

ولادت و عمر: بعثت نبوی کے وقت آپ کی عمر پانچ سال تھی۔ ہجرت نبوی کے وقت ان کی عمر ۱۸ سال تھی۔ وفات ۲۲ رجب ۶۰ھ میں ہوئی۔ مؤرخ ابن سعد اور امام ابن کثیر کی تحقیق کے مطابق حدیبیہ کے سال ۶ھ میں اسلام لائے۔

---

[1] سیرۃ حلبیہ، ص: ۴۰۵، ج: ۳ تحت بیان ما وقع من الحوارث سن عام ولادت

[2] الاصابة (ابن حجر عسقلانی) ص: ۴۱۲، ج: ۳، تحت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ.

قبول اسلام

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے قبول اسلام کا ذکر اس طرح کیا ہے:

وَ حَکٰی اِبْنُ سَعْدٍ اِنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ لَقَدْ اَسْلَمْتُ قَبْلَ عُمْرَةَ الْقَضِیَّةِ وَ لٰکِنِّیْ کُنْتُ اَخَافُ اَنْ اَخْرَجَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ لِاَنَّ اُمِّیْ کَانَتْ تَقُوْلُ اِنْ خَرَجْتَ قَطَعْنَا عَنْکَ الْقُوْتَ[1]

حضرت امیر معاویہؓ فرماتے تھے کہ میں عمرۃ القضاء سے قبل اسلام قبول کر چکا تھا لیکن اپنی والدہ (ہند بنت عتبہ) کے خوف سے مدینہ شریف کی طرف ہجرت نہ کی۔ کیوں کہ وہ مجھے کہتی تھیں کہ اگر تو مدینہ کی طرف گیا تو ہم تیرا نفقہ بند کر دیں گے اور تیرے ساتھ کوئی تعاون نہیں کریں گے۔

مصعب زبیری لکھتے ہیں:

وَ مُعَاوِیَةَ بِنْ اَبِیْ سفیان رضی اللہ عنہ کَانَ یَقُوْلُ اَسْلَمْتُ عَامَ الْعُمْرَةَ الْقَضِیَّةَ وَ لَقِیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ وَضَعْتُ اِسْلَامِیْ عِنْدَهٗ وَ قُبِلَ مِنِّیْ[2]

حضرت امیر معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عمرۃ القضاء کے سال میں اسلام قبول کیا اور میں نے آپ ﷺ سے ملاقات کی اور آپ کے

---

[1] الاصابہ (ابن حجر) ج ۳ ص ۴۱۳ تحت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ

[2] ایضاً خطیب بغدادی، تاریخ بغدادی ج ۷

سامنے اپنا اسلام لانا ظاہر کیا اور آپ نے میرا اسلام لانا قبول کیا۔

(۲) رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ تشریف لائے تو حضرت معاویہؓ خود فرماتے ہیں:

ثم دخل عام الفتح اظہرت اسلامی فجتہ فرحب بی۔ و کتبت لہ و شہد اللہ ﷺ حنیناً و الطائف و اعطاہ رسول اللہ ﷺ من غنائم حنین مأتہ من الابل و اربعین اوقیہ

ترجمہ: پھر جب فتح مکہ ہوئی تو میں نے اپنے اسلام کو ظاہر کیا اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے مجھے خوش آمدید کہا اور دعا دی۔ اور میں نے آپ کے حکم سے کتابت کی اور آپ ﷺ کے ساتھ حنین اور طائف کے غزوات میں شریک ہوا۔ اور حضور ﷺ نے حنین کے مال غنیمت میں سے سو (۱۰۰) اونٹ اور چالیس اوقیہ سونا عطا فرمایا۔[1]

حاصل: حضرت امیر معاویہؓ صلح حدیبیہ کے سال ۶ھ میں فتح مکہ سے پہلے اسلام لے آئے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر ملاقات کی تو سب سے پہلے حضور ﷺ نے حضرت امیر معاویہؓ کو خود آگے بڑھایا اور اپنا کاتب وحی بنایا۔

حضور ﷺ کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے ان کو امیر لشکر بنایا۔ پھر

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

[1] طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۴۰۶، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۱۷

حضرت عمرؓ نے گورنر بنایا۔ حضرت عثمانؓ ذوالنورین نے بھی ان کو بحال رکھا، جس کی برکت سے دور دور تک اسلام پھیلا۔

یہ حضور ﷺ کا معجزہ ہے کہ ۲۴ سال کے نوجوان کو حضور ﷺ نے خود پہلے کاتب بنایا۔ یہی نوجوان آگے ترقی کرتے کرتے نصف دنیا پر حکمران بنا اور پہلا اسلامی بحری بیڑہ تیار کر کے قبرص کا فاتح بنا۔

اسلامی حکومت کی وسعت

مورخین نے لکھا ہے کہ بخارا سے لے کر مغرب میں قیروان تک اور اقصائے یمن سے قسطنطینہ تک اور بقول بعض خراسان سے مغرب میں بلاد افریقہ تک اور قبرص سے لے کر یمن تک یہ سب ممالک اسلامی حکومت کے ماتحت تھے۔ (دول الاسلام ذھبی ج ا ص ۲۸)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت امیر المومنین معاویہؓ بن ابی سفیانؓ رضی اللہ عنہ

دور حاضر میں بعض حلقوں کی طرف سے سید المرسلین، خاتم النبیین، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں تنقیص کی جاتی ہے جس سے ان حضرات کے بارے میں بدگمانی پھیلائی جارہی ہے۔

جن میں خاص طور پر حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ کے خلاف تاریخ کی آڑ میں بہت کچھ کہا جارہا ہے۔

اس لیے ضروری سمجھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر تاریخ کی روشنی میں لگائے گئے الزامات کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی اور صحیح روایات کی روشنی میں تحریر کیا جائے۔ تاکہ دشمنِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی سازش کو ناکام کر کے مومنین کے ایمان کی حفاظت کی جائے۔

کتاب اللہ کی روشنی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام

اللہ تعالیٰ نے جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ (آل عمران آیت ۱۱۰)

یعنی تم سب اُمتوں سے بہتر ہو جو بھیجی گئی عالم میں، حکم کرتے ہو تم اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو بُرے کاموں سے اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

اس مقام پر ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے تمام اُمم پر صحابہ کے خیر ہونے کو ثابت کیا اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کی شہادت کے برابر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ اپنے بندوں کے حالات کا اللہ کریم زیادہ عالم ہے اور ان سے جو امور خیر صادر ہوئے ان کا بھی زیادہ جاننے والا ہے۔ بلکہ ان تمام باتوں کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خیر الامم ہونے کی اللہ تعالیٰ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

نے شہادت دے دی تو ہر شخص پر اس چیز کا اعتقاد و یقین رکھنا لازم ہے ورنہ (العیاذ باللہ) وہ اللہ تعالیٰ کی خبروں کی تکذیب کرنے والا ہوا۔[1]

جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا عادل ہونا اور قیامت کے دن شہادت دینا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ (البقرہ آیت ۱۴۳)

اور اسی طرح بنایا ہم نے تم کو معتدل اُمت تاکہ تم شہادت دو لوگوں پر (قیامت کے روز) اور رسول تم پر گواہ ہوں۔

آیت ہذا کی وضاحت میں ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس آیت میں اس کے ماقبل والی آیت كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر ان الفاظ کے ساتھ اولاً بالذات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب کیا گیا ہے۔

اور وہی بالمشافہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف مسلمان کو نظر کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عادل اور خیار پیدا فرمایا ہے تاکہ یہ باقی

---

[1] الصواعق المحرقہ (ابن حجر مکی، ص:۲۰۸) تحت بیان "اعتقاد اہل سنت والجماعت وسیرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، مولانا محمد نافع، ص ۲۷۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

امتوں پر قیامت کے دن شہادت دے سکیں۔ پس اس وقت عادل کے بغیر اس مقام پر اللہ تعالیٰ کیسے شہادت لائے گا؟

کیا ایسے لوگوں سے جو نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد (معاذاللہ) مرتد ہو گئے اور صرف چھ افراد باقی رہ گئے جیسا کہ رافضیوں کا خیال ہے۔[1]

شیعہ مذہب کی اصح الکتب فروع کافی میں ہے کہ:

عن ابی جعفر علیہ السلام قال کان الناس اهل ردة بعد النبی ﷺ الا ثلثة فقلت و من الثلثة فقال مقداد بن الاسود و ابو ذر الغفاری و سلمان الفارسی رحمة اللہ علیهم و بر کاته

یعنی حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ کے علاوہ نبی ﷺ کے بعد سوائے تین (۱) مقداد (۲) ابوذر غفاری (۳) سلمان فارسی کے سب مرتد ہو گئے تھے۔[2]

صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ قیامت کے دن رسوا نہیں کریں گے

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

---

[1] الصواعق المحرقہ، ابن حجر مکی، ص: ۲۰۹، دربیان اعتقاد اہل سنت والجماعت، سیرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، مؤلفہ: مولانا محمد نافع، ص: ۲۸.

[2] فروع کافی ج۳ کتاب الروضہ ص ۱۱۵ مؤلفہ یعقوب کلینی

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ (پ۲۸ التحریم آیت ۸)

یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل فرمائیں گے۔ جس کے نیچے نہریں چلتی ہیں۔ جس روز اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے۔ رسوا نہیں فرمائیں گے۔ ان کا نور ان کے سامنے اور دائیں طرف دوڑتا ہو گا۔

علامہ ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اس دن رسوائی سے بچائیں گے، اور اس دن رسوائی سے نہیں بچ سکیں گے مگر وہ لوگ جو فوت ہوئے اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان سے راضی ہے۔

ان لوگوں کا رسوائی سے محفوظ رہنا اس بات کی وضاحت ہے کہ کمال ایمان اور نیکیوں پر ان کا خاتمہ ہوا، نیز اس بات کی تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ان سے ہمیشہ راضی رہے ہیں۔[1]

پس یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی فضیلت اور عزت افزائی ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابہ کرامؓ بشمول حضرات خلفائے راشدینؓ حضرت ابو بکرؓ صدیق، حضرت عمرؓ فاروق، حضرت

[1] الصواعق المحرقہ، ابن حجر مکی، ص:۲۰۹، سیرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، مولانا محمد نافع، ص: ۲۹.

عثمانؓ ذوالنورین اور حضرت علیؓ المرتضیٰ اور حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضوان اللہ علیہم اجمعین اور جمیع صحابہؓ مہاجرین و انصارؓ اس میں داخل ہیں۔

فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والوں کی فضیلت

وَ لِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۰﴾ (پ ۲۷ الحدید آیت ۱۰)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اوراللہ ہی کے لیے آسمان اور زمین کی میراث ہے۔ "منکم" تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا وہ فتح (مکہ) کے بعد والے لوگوں کے برابر نہیں ہوسکتے۔ وہ لوگ باعتبار درجہ کے ان لوگوں کے مقابلہ میں بہت بڑے درجہ والے ہیں جنہوں نے (فتح) مکہ کے بعد خرچ کیا اور قتال کیا۔

اللہ تعالیٰ نے "حُسْنٰی" یعنی جنت کا وعدہ سب سے کیا ہے اللہ تعالیٰ ان اعمال سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔

اس آیت میں واضح طور پر ذکر کیا گیا کہ فتح مکہ سے قبل یا اس کے

بعد ایمان لانے والے تمام صحابہؓ جنتی ہیں۔ اگر ان کا باہمی فرق مراتب مسلم ہے۔

یعنی درجہ تو فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والوں کا بڑا ہے لیکن جنتی سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قطعی طور جنتی ہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا ہے کہ صحابہ کرامؓ چاہے فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے یا فتح مکہ کے بعد سب بے شک اہل جنت ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی دوزخ میں داخل نہیں ہو گا۔ اس لیے کہ پہلی آیت میں مذکورہ لفظ "منکم" کا مصداق اور مخاطب یہی حضرات صحابہ کرامؓ ہیں اوران تمام حضرات صحابہ کرامؓ کے لیے جنت کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

پھر جن لوگوں کے حق میں "حُسنٰی" (یعنی جنت) سابقاً ثابت ہو چکی ہے وہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے۔

لہٰذا یہ مخاطبین تمام کے تمام حسب وعدہ الٰہی جنت کے مستحق ہیں اور دوزخ سے دور کر دیئے گئے ہیں اور اللہ کریم کا وعدہ سچا ہے وہ اپنے وعدہ کے خلاف ہر گز نہیں کرتا۔[1]

---

[1] الصواعق المحرقہ، ابن حجر مکی، ص: ۲۱۱، تحت دربیان اعتقاد اہل سنت والجماعت وسیرت امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ، مولانا محمد نافع، ص: ۳۲۔

مولانا محمد نافع سیرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں لکھتے ہیں:

مسئلہ ہذا کی تشریح میں یہ چیز مزید ذکر کی جاتی ہے، کہ:

یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ جنت اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا مقام ہے اور جہنم اس کی ناراضگی کی جگہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضامندی (حسب فرمان خداوندی) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل ہے اور رضا مندی اللہ تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے۔ (یعنی صفت حادثہ نہیں ہے کہ زائل ہو جائے۔) اور رضا مند ہونے کا فرمان اسی شخص کے حق میں دیتے ہیں کہ جس کے متعلق اللہ کریم کو معلوم ہے کہ یہ شخص موجبات رضا پورا کرے گا۔ اور اس کا انجام درست اور اسی کی وفات موجباتِ رضا پر ہو گی۔

پھر جس شخص پر اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے وہ آئندہ کبھی اس پر ناراض نہیں ہوتا۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان الرضا من اللہ صفة قديمة فلا يرضیٰ الا من عبد علم انه يوافيه على موجبات الرضى ومن رضى اللہ عنه لم يسخط عبه ابدا۔[1]

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اس کی صفت قدیمہ ہے۔

[1] الصارم المسلول (ابن تیمیہ)، ص: ۵۷۲، فعل فی حکم سب الصحابہ۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(یعنی صفت حادثہ نہیں ہے کہ زائل ہو جائے) لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں رضامندی ثابت ہونے کی رو سے ان کا دائمی مقام جنت ہے۔[1]

یوم حنین میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سکینہ کا تذکرہ قرآن میں

فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین میں حضرت ابو سفیانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ میں اس واقعہ کے متعلق فرمایا:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (سورۃ توبہ آیت ۲۵ تا ۲۷)

ترجمہ: تم کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے موقعوں میں غلبہ دیا اور حنین کے دِن بھی جب کہ تم کو اپنے مجمع کی کثرت سے غرّہ ہو گیا تھا۔ پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کارآمد نہ ہوئی اور تم پر زمین باوجود اپنی

[1] سیرت امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ (مولانا محمد نافع)، ص: ۳۳، مطبوعہ: دارالکتاب، اُردو بازار لاہور، ایڈیشن جنوری ۲۰۱۱.

فراخی کے تنگی کرنے لگی۔ پھر تم پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور دوسرے مومنین پر اپنی تسلی نازل فرمائی اور ایسے لشکر نازل فرمائے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو سزا دی اور یہ کافروں کی سزا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں توبہ نصیب کر دیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے بڑی رحمت کرنے والے ہیں۔

چنانچہ فتح مکہ کے بعد شوال ۸ھ میں غزوۂ حنین پیش آیا تھا۔ سردار دوجہاں کے ساتھ صحابہ کرام، مہاجرین وانصار کا دس ہزار کا لشکر جرار جو مدینہ سے ساتھ چلا اور فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین میں بھی ساتھ تھا۔

اور مزید دو ہزار مکہ سے جدید الاسلام مسلمانوں کی عظیم جمعیت بھی ساتھ تھی۔ قبیلہ ہوازن و ثقیف کے جنگ جوؤں سے سخت مقابلہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نصرت فرمائی۔ اور سکینہ نازل فرما کر احسان عظیم فرمایا۔ اور ساتھ ہی نزول ملائکہ کی صورت میں غیبی امداد فرمائی جس کو عام لوگ نہیں دیکھ رہے تھے۔ یہ خصوصی رحمت تھی اور نصرت اور فتح مندی مسلمانوں کو جناب رسول اللہ ﷺ کی برکت سے حاصل ہوئی۔ اور کفار کو بھاری شکست ہوئی۔ اور مسلمانوں کو بے شمار غنائم حاصل ہوئے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

غنائم حنین

قیدی جو بنائے گئے چھ ہزار 6000

اونٹ جو ملے چوبیس ہزار 24000

بکریاں جو ملیں چالیس ہزار 40000

چاندی جو ملی چار ہزار اوقیہ 4000

اور یہ اموال غنیمت سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے جن مجاہدین میں تقسیم فرمائے۔ ان صحابہ کرامؓ میں حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے والد ابو سفیانؓ رضی اللہ عنہ بن حرب اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھائی یزید رضی اللہ عنہ بن ابی سفیانؓ بھی تھے۔ ان کو بھی غنائم سے وافر حصہ عنایت فرمایا گیا۔[1]

اس مقام پر جہاں دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت ومنقبت ثابت ہے اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ اوران کے بھائی یزید بن ابی سفیانؓ اور اُن کے والد ابو سفیانؓ صخر بن حرب بھی اس فضیلت میں شامل وشریک ہیں۔

آیات وروایات میں کہیں کسی صاحب کا استثناء واقع نہیں ہوا۔ واقعہ حنین میں شرکت کرنے والے (بارہ ہزار کے لشکر میں شامل) تمام صحابہ

[1] الاستیعاب (ابن عبد البر) ص:۱۸۳، ج:۲ مع الاصابہ تحت صخر بن حرب طبع مصر، اسد الغابۃ، ص: ۱۲، تحت: صخر بن حرب طبع تہران.

کرام رضی اللہ عنہم ان فضائل سے متنفع ہوئے۔ اور اس شرف سے مشرف ہوئے۔ غزوہ حنین کے متعلق جو آیات سورت توبہ کے چوتھے رکوع میں آئی ہیں۔ ان میں اللہ نے شاملین غزوہ حنین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں متعدد فضیلتیں ذکر فرمائی ہیں۔

① ایک تو فرشتوں کے ذریعے ان کی نصرت کا ذکر فرمایا۔

② اس مقام میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مومنین رضی اللہ عنہم جو غزوہ حنین میں شامل ہوئے ان پر سکینہ کے نزول کا ذکر فرمایا۔

③ غزوہ حنین میں شامل ہونے والوں کا اللہ نے "المومنین" کے لقب سے ذکر فرمایا اوران کے مخالفین کو "الکافرین" کے لقب سے ذکر کیا۔

④ اس موقع پر جن حضرات (بعض مومنین رضی اللہ عنہم سے) جو بھول چوک ہوئی اور انہوں نے بھی توبہ کرتے ہوئے اور آقائے نامدار کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے پروانہ وار دشمن پر حملہ کرکے جو نمونہ عشق و محبت کا پیش کیا اس پر اللہ نے خوش ہو کر اپنے رجوع فرمانے اور توبہ قبول کرنے کی خوشخبری بھی قرآن میں ہی سنادی تاکہ وہ خوش ہو جائیں۔ اور پھر قیامت تک کوئی اس بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی نفرت نہ پھیلا سکے۔

ان تمام عنایات خداوندی کے مستحقین میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ صخر بن حرب اور حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بھی

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

شامل ہیں اور مذکورہ فضیلتیں حاصل کرنے والے ہیں۔ اور تمام مومنین مسلمین مہاجرینؓ و انصارؓ اور ان کے پیروکار سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خلفائے راشدین، حضرت ابو بکرؓ صدیق، حضرت عمرؓ فاروق، حضرت عثمانؓ ذوالنورین، حضرت علیؓ المرتضیٰ شامل ہیں۔ مندرجہ بالا نصوص قرآنیہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بنو اُمیہ کا استثناء کہیں نہیں پایا جاتا۔

قرآن میں جو ضابطہ بیان کیا گیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ (پ: ۲۶، س: الحجرات، آیت: ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ اللہ خوب جاننے والا، پورا خبردار ہے۔

فضیلت کا معیار تقویٰ ہے

شرف نسبی معتبر ہونے کی ایک حد اور درجہ ہے۔ لیکن اپنا تفاخر اور دوسرے کی تحقیر "نسب" کی بناء پر حرام ہے۔

پس مذکورہ قرآنی آیات اور رب العالمین کی بشارات اور مومنین

کے فضائل و مناقب میں خاندان بنو اُمیہ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی قطعاً اور یقیناً داخل ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ:

العبرۃ لعموم الفاظ لا لخصوص الموارد.

پس ان فضائل ومکارم کے مصداق جس طرح دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ اس طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ نیز جنت کی بشارت کے حق دار جیسے باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی مژدہ جنت کے مستحق ہیں۔[1]

روایات کی روشنی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

(۱) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰہَ اللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ، لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرْضًا مِنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیَ اَحَبَّھُمْ وَ مَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیَ اَبْغَضَھُمْ وَ مَنْ اٰذَاھُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَ مَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ فَیُوْشِکُ اَنْ یَّأْخُذَہٗ.

یعنی میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، اور میرے اصحاب کے معاملہ میں کسی کی تنقیص مت کرو۔ اوران

[1] سیرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، مولانا محمد نافع، ص: ۳۳.

کو میرے بعد ہدف تنقید نہ بناؤ، اور ان کی تعظیم و توقیر قائم رکھو۔ جو شخص ان سے محبت کرتا ہے میری محبت کے سبب اُن کو محبوب رکھتا ہے اور جو شخص ان سے دشمنی رکھتا ہے مجھ سے دشمنی کے سبب ان کو دشمن رکھتا ہے۔ جس شخص نے ان کو اذیت پہنچائی اس نے گویا مجھ کو اذیت پہنچائی اور جس نے اللہ کو اذیت پہنچائی اللہ اس کو قریب ہی پکڑے گا۔

(۲) ایک روایت میں ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[1]

اَکْرِمُوْا اَصْحَابِیْ اِنَّهُمْ خِیَارُکُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ.

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

یعنی میرے صحابہ کا احترام اور عزت کرو۔ (سابق ہوں یا لاحق ہوں زندہ ہوں یا فوت شدہ ہوں) کیوں کہ یہ لوگ پسندیدہ اور بہترین لوگ ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان کے ساتھ ملے ہیں۔ (تابعین)

اور پھر وہ لوگ جو ان کے ساتھ ملے ہیں (تبع تابعین)

(۳) ایک اور روایت میں ہے کہ عمران بن حصین کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:[2]

---

[1] مشکوٰۃ شریف، حدیث ۵۷۵۸ تحت مناقت صحابہ رضی اللہ عنہم. رواہ الترمذی

[2] رواہ الترمذی، مشکوٰۃ شریف، ص:۵۵۴، تحت مناقب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

خَیْرُ اُمَّتِیْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ۔

یعنی رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری اُمت کا بہترین دور میرا قرن ہے۔ یعنی جن لوگوں نے میرے دور کو پایا اور میرے ساتھ ایمان لائے وہ اصحابؓ ہیں۔ پھر وہ لوگ جو بہتر ہیں جو ان سے ملتے ہیں یعنی رتبے میں تابعین۔ ان کے پیرو ہیں۔ ایمان اور یقین میں ان کے پیچھے چلنے والے ہیں۔ پھر وہ لوگ جو تابعین کے پیچھے چلنے والے یعنی تبع تابعین ہیں۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ اَحَدٍ مِنْ اَصْحَابِیْ یَمُوْتُ بِاَرْضٍ اِلَّا بُعِثَ قَائِدًا وَ نُوْرًا لَھُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

فرمایا میرے صحابہؓ میں سے جو صحابیؓ جس علاقے میں فوت ہوا ہے وہ قیامت کے دن اس زمین والوں کا قائد اور نور ہدایت بنا کر لایا جائے گا۔

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توقیر اور عظمت کے لیے روایات کا ایک ذخیرہ ہے جن میں سے صرف چند روایات یہاں ذکر کی ہیں۔

اور ان میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حضرت امیر معاویہؓ ابن ابو سفیانؓ رضی اللہ عنہم بھی ان فضائل اور مکارم میں داخل ہیں۔

علامہ علی قاری حنفی شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:[1]

وَ اَمَّا مَعَاوِیَۃَ فَھُوَ مِنَ الْعُدُوْلِ الْفُضَلَاءِ وَ الصَّحَابَۃَ الْاَخْیَار.

یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عادل اور صاحب فضیلت صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔

شرف صحبت کا لحاظ

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

...... اعلم ان الذی اجمع علیہ اھل السنۃ و الجماعۃ انہ یجب علی کل مسلم تزکیۃ جمع الصحابۃ باثبات العدالۃ لھم و الکف عن الطعن فیھم و الثناء علیھم.

یعنی جس چیز پر اہل سنت والجماعت نے اتفاق کر لیا ہے وہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ کے حق میں عدالت کا اثبات، ان کے خلاف طعن و تشنیع سے کف لسان اور ان کی ثنا کے ساتھ تزکیہ پیش کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔[2]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، علامہ علی قاری، ج: ۱۱، باب: مناقب صحابہ رضی اللہ عنہم

[2] الصواعق المحرقہ، ابن حجر مکی، ص: ۲۰۸، بیان اعتقاد اہل سنت والجماعت، سیرت حضرت امیر معاویہؓ (مولانا محمد نافع)، ص: ۳۹

حضرت ابوسفیانؓ صخر بن حرب کا قبول اسلام

حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابوسفیانؓ جو کہ قریش مکہ کے سردار تھے اور فتح مکہ کے موقع پر اسلام لے آئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا اسلام قبول کیا اور آپ کو کئی اعزاز بخشے۔ ان میں سے ایک اعزاز یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جو ابوسفیانؓ کے گھر میں داخل ہو جائے گا اس کو امان ہے۔ یہ کتنی بڑی سعادت ہے۔

② پھر آپ فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین میں جب بارہ ہزار کے لشکر جرار کے ساتھ جہاد کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت ابوسفیانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت ابوسفیانؓ کے دوسرے بیٹے یزیدؓ بن ابی سفیانؓ بھی ساتھ گئے اور جنگ میں کفار سے لڑے۔ اور جب فتح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیانؓ کو مخالفین کے چھ ہزار کے قریب جو افراد قیدی بنائے گئے۔ تو ان قیدیوں کی نگرانی اور حفاظت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیانؓ کو والی مقرر کیا اور امین قرار دیا۔[1]

حضرت امیر معاویہؓ کو غزوہ حنین میں انعام

① الذین اعطاھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یومئذ مائة من الابل

---

[1] سیرت حلبیہ، ص: ۱۳۱، ج: ۳، تحت غزوہ الطائف

خادم اہلسنت حافظ عبدالرحمٰن الحنفی

وهم ابو سفيان رضی اللہ عنہ بن حرب، وابنه، معاوية.[1] وحكيم بن حزام والحارث بن كلدة اخو بن عبدالدار ...... الخ

نبی ﷺ نے حضرت ابو سفیان، حضرت معاویہؓ، حکیم بن حزام، حارث بن کلدۃ رضی اللہ عنہم کو غزوہ حنین کے مال غنیمت میں سے اس روز سو سو اونٹ عنایت فرمائے تھے حضرت ابو سفیانؓ نے آپ کی یہ سخاوت دیکھ کر فرمایا:

میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں آپ کو میں نے جنگ میں بھی کریم پایا اور صلح میں بھی مہربان پایا۔ یہ آپ کی نہایت درجہ کی عنایت اور غایت درجہ کی شفقت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔[2]

② وشهد معه حنينا واعطاه مائة من الابل واربعين اوقية من ذهب وزنها بلال وشهد يمامه.[3]

مطلب یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ غزوہ حنین میں نبی اقدس ﷺ کے ساتھ حاضر ہوئے۔ اور آنحضرت ﷺ نے ایک سو اونٹ ان کو عنایت فرمائے۔ اور چالیس اوقیہ بھی عنایت فرمایا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

[1] البدایہ والنہایۃ، ابن کثیر، ص:۱۷، جلد: ۴، تحت غزوہ طائف
[2] سیرت حلبیہ، ص: ۱۲۷، تحت غزوہ طائف
[3] البدایہ والنہایۃ، ابن کثیر، ص: ۱۱۷، تحت حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ سنہ ۶۸

جس کو بلال نے وزن کر کے ان کو دیا تھا۔

اور حضرت امیر معاویہؓ، نبی کریم ﷺ کے بعد جنگِ یمامہ میں بھی شریک جہاد ہوئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی ہونے کی سعادت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے۔ اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر رہ کر خدمات انجام دیتے رہے۔

"ان معاوية كان يكتب الوحی لرسول الله مع يمزه من كتاب الوحی."[1]

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت امیر معاویہؓ، جناب نبی اقدس ﷺ کی خدمت میں کتابت وحی کا فریضہ بھی دیگر کاتبین وحی کی معیت میں ادا کیا کرتے تھے۔

(۲) وعن عبدالله بن عمرو ان معاوية كان يكتب بين يدی رسول الله. (الطبرانی و اسناده حسن)[2]

عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کتابت کا فریضہ ادا کیا کرتے تھے۔

1

2 مجمع الزوائد (ہیثمی) ص:۳۵۷، تحت باب جاء فی معاویۃ بن ابی سفیانؓ رضی اللہ عنہ

④ جناب نبی کریم ﷺ نے ابن عباسؓ سے فرمایا کہ:

فقال اذهب فادع لي معاوية قال وكان كاتبه فسعيت فاتيت معاوية فقلت اجب نبي الله (ﷺ) فانه على حاجة. [1]

آنحضرت ﷺ نے بعض دفعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ معاویہؓ کو بلا کر لاؤ۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کے کاتب تھے۔ پس وہ حضرت معاویہؓ کے پاس گئے اور کہا کہ آنجناب ﷺ کو تحریر کی ضرورت ہے۔ اور آنجناب ﷺ آپ کو بلا رہے ہیں۔

④ پیغمبر اسلام کی طرف دیگر بادشاہوں کی طرف سے مراسلت ہوتی تھی۔ اس میں بھی ان خطوط کو حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ پڑھ کر سناتے تھے۔ چنانچہ قیصر روم کا قاصد جب خط لایا تو وہ مراسلہ اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کو پڑھنے کے لیے دیا۔

قاصد نے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ تو اہل مجلس نے بتایا کہ یہ معاویہؓ بن ابی سفیانؓ ہیں۔ پس حضرت امیر معاویہؓ نے وہ مراسلہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پڑھ کر سنایا۔ [2]

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل، ص: ۳۳۵، ج: ۱، تحت مسندات ابن عباس رضی اللہ عنہ

[2] مسند ابی یعلی احمد بن الموصلی المتوفی ۳۰۷ھ، ج: ۳۰، تحت رسول قیصر، مسند احمد بن حنبل، تحت حدیث تنوخی عن ابی، ج: ۳۰، ص: ۴۴۱، مسند احمد بن حنبل، تحت حدیث، باب ما کان عند اہل الکتاب من امر نبوت۔ بفاعساکر کامل، ج:۱، ص: ۴۱۸، تحت، باب: غزوۃ ابن بعضب بتوب وذکر مکاتبۃ۔

⑤ شیعہ کے قدیم ثقہ مورخ یعقوبی نے لکھا ہے۔

وكان كتابه الذين يكتبون الوحي والكتب والعهود علي بن ابي طالب، وعثمان بن عفان، وخالد بن سعيد بن العاص بن اميه ومعاويه بن ابي سفيان رضی اللہ عنہ.

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی و مراسلت وعہود ومواثیق وغیرہ تحریر کرنے والے، حضرت علیؓ بن ابی طالب، عثمانؓ بن عفان، خالدؓ بن سعیدؓ بن عاص بن امیہ، معاویہؓ بن ابی سفیانؓ وغیرھم تھے۔[1]

حضرت امیر معاویہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں

① صحابی رسول عبد الرحمن بن ابی عمیرہ کی مرویات

عبدالرحمن بن ابی عمیره المزنی يقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يقول فی معاوية بن ابی سفيان رضی اللہ عنہ اللهم اجعله هاديا مهديا واهده واهد به.[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اے اللہ! معاویہؓ کو (لوگوں کے لیے) ہادی بنا اور ہدایت یافتہ فرما، یا اللہ! اس کو ہدایت دے اور اس کے ذریعے دوسروں کو ہدایت

---

[1] تاریخ یعقوبی، ج: ۲، ص: ۸۰، تحت کتاب بنی، طبع بیروت۔

[2] تاریخ کبیر (امام بخاری) ص: ۳۲۷، ج: ۴، تحت: تذکرہ معاویہؓ بن ابی سفیانؓ رضی اللہ عنہ

نصیب فرما۔

عبدالرحمن بن ابی عمیرہ کی مذکورہ بالا روایت کو بے شمار کبار علماء نے محدثین اور موٴرخین نے نقل کیا ہے۔ ناظرین کے لیے چند حوالے تحریر ہیں۔

(۱) کتاب فضائل الصحابۃ، (امام احمد بن حنبل)ج:۲، ص: ۹۱۳، تحت فضائل معاویہؓ بن سفیان.

(۲) معجم الاوسط (طبرانی)،ج: ۱، ص: ۳۸۰، مطبوعہ: ریاض

(۳)مشکوٰۃ شریف، ص: ۵۷۹، بحوالہ ترمذی شریف، باب جامع المناقب فصل تالی

(۴)ترمذی شریف، ص: ۵۴۷، ابواب المناقب، تحت مناقب معاویہؓ بن ابی سفیان

(۵)تاریخ کبیر، ص: ۲۴۰، ج: ۳، (امام بخاریؒ) تحت باب عبدالرحمن بن ابی عمیرہ

(۶)طبقات ابن سعد، ص: ۱۳۶، ج: ۷، تحت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ

(۷)تاریخ بغداد (خطیب بغدادی) ص:۲۰۸، تحت ترجمہ معاویہؓ بن ابی سفیان

(۸)حلیۃ الاولیاء (ابو نعیم اصفہانی)، ص: ۳۵۸، ج: ۸ تحت بشر بن حارث حانی

(۹) اخبار اصفہانی، (ابو نعیم اصفہانی)ج:۱، ص:۱۸۰، تحت ابراہیم بن عیسی

(۱۰)اسد الغابۃ، ج: ۴، ص: ۳۸۶، تحت معاویہؓ بن ابی سفیان

(۱۱)البدایہ والنہایۃ (ابن کثیر) ج: ۸، س: ۱۲۱، بحوالہ طبرانی، مسند احمد تحت ترجمہ معاویہ

② عرباضؓ ساریہ کی مرویات

عرباضؓ بن ساریہ (صحابی) فرماتے ہیں کہ:

حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں آنحضرت ﷺ سے دعائیہ کلمات میں نے سماعت کیے۔

(یقول (عرباض بن سارية)ﷺ)سمعت رسول الله ﷺ يقول: اللهم علم معاوية الكتاب والحساب وقه العذاب

یعنی اے اللہ! معاویہؓ کو کتاب اور حساب کا علم عنایت فرما اور اسے عذاب سے محفوظ فرما۔

اس روایت کو بھی کثیر محدثین اور مؤرخین اور کبائر علماء نے اپنی تصانیف میں نقل کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

عبدالوحید حنفی

(۱)فضائل الصحابۃ، (امام احمد بن حنبلؒ)ص: ۹۱۳، ج: ۲، تحت: فضائل معاویہؓ بن ابی سفیانؓ رضی اللہ عنہ

(۲)مسند احمد بن حنبل (امام احمد بن حنبل)ص: ۱۲۷، ج: ۴، تحت فضائل معاویہؓ بن ابی سفیانؓ رضی اللہ عنہ عرباض بن ساریہ

(۳) صحیح ابن حبان (امام احمد بن حنبل)ص: ۳۵۶، ج: ۹، تحت فضائل بن ابی سفیانؓ رضی اللہ عنہ باب معاویہؓ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

(۴)مجمع الزوائد (امام احمد بن حنبل)ص: ۵۶۶، تحت فضائل معاویہؓ بن ابی سفیانؓ رضی اللہ عنہ باب فی معاویہؓ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

(۵)موارد الظمآن (ہیثمی)ص: ۵۶۶، تحت فضائل معاویہؓ بن ابی سفیانؓ رضی اللہ عنہ باب فی معاویہؓ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

(٦)کتاب المعرفہ والتاریخ (میسوی)ص: ٣٤٥،ج: ٢ تحت فضائل معاویہؓ بن ابی سفیانؓ رضی اللہ عنہ باب فی معاویہؓ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

(٧)انتساب الاشراف (بلاذری)ص: ١٠٧،ج: ٤ تحت فضائل معاویہؓ بن ابی سفیانؓ رضی اللہ عنہ باب فی معاویہؓ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

(٨)تاریخ بلدہ دمشق (ابن عساکر)ص: ٦٨٣،ج: ١٦، تحت فضائل معاویہؓ بن ابی سفیانؓ رضی اللہ عنہ باب فی معاویہؓ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

(٩)تاریخ اسلام (ذہبی)ص: ٣١٨، ج: ٢، تحت فضائل معاویہؓ بن ابی سفیانؓ رضی اللہ عنہ باب فی معاویہؓ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

(١٠)الاستیعاب (مع الاصابہ)ص: ٣٨١،ج: ٣، تحت فضائل معاویہؓ بن ابی سفیانؓ رضی اللہ عنہ باب فی معاویہؓ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

حافظ عبدالوحید الحنفی خادم اہلسنت

(١١)البدایہ والنہایۃ (ابن کثیر)ص: ١٢٠،ج: ٨

(١٢)الاصابۃ (ابن حجر)ص: ٣٨٥، حدیث: ٢٠٣٦، تحت فضائل معاویہؓ بن ابی سفیانؓ رضی اللہ عنہ باب فی معاویہؓ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

(١٣)کنزالعمال (علی متقی ہندی)ص: ١٩٠ج: ٦، تحت فضائل الصحابہ، حرف میم

(١٤)سیرت امیر معاویہؓ (مؤلفہ مولانا محمد نافع) ص: ٨٥، مطبوعہ دارالکتاب، لاہور

③ عمر بن سعد کی مرویات

عن ابی ادریس الخولائی عن عمیر بن سعد قال: لاتذکروا معاویۃ الا بخیر فالی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول: اللھم اھدہ.

یعنی عمیر کہتے ہیں کہ معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کا تذکرہ خیر و خوبی کے سوا مت کرو کیوں کہ میں نے آنجناب سے سنا ہے کہ آپ ﷺ معاویہؓ کے حق میں فرماتے تھے کہ: اے اللہ انہیں ہدایت نصیب فرما۔

اس روایت کو ملاحظہ فرمائیں:

(۱) تاریخ کبیر (امام بخاریؒ) ص: ۳۲۸، ج: ۴، تحت تذکرہ معاویہؓ بن ابی سفیانؓ رضی اللہ عنہ

(۲) ترمذی شریف (امام ترمذیؒ) ص: ۵۴۷، ابواب مناقب، تحت تذکرہ معاویہؓ بن ابی سفیانؓ رضی اللہ عنہ

(۳) تاریخ بلدہ دمشق، (ابن عساکر) ص: ۶۸۷، ج: ۱۶، تحت تذکرہ معاویہؓ بن ابی سفیانؓ رضی اللہ عنہ

(۴) البدایہ والنہایۃ (ابن کثیر) ص: ۲۱۲، ج: ۸، تحت تذکرہ معاویہؓ بن ابی سفیانؓ

④ وحشی بن حرب کی روایت

(کان معاویۃ ردف النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فقال یا معاویۃ ما یلینی منک قال بطن قال: اللھم املاہ علماء و حلما.

وحشی بن حرب کی روایت بعض مصنفین نے روایت کی ہے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

تمہارے جسم کا کون سا حصہ میرے قریب تر ہے؟

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرا پیٹ (شکم) آپ کے نزدیک ہے۔

تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ! اسے علم اور حلم سے پُر فرمادے۔

ملاحظہ فرمائیں:

(۱) تاریخ کبیر (امام بخاریؒ) ص: ۱۸۰، ج: ۴، باب وحشی بن حرب

(۲) تاریخ بلد دمشق (ابن عساکرؒ) ص: ۶۸۸، ج: ۱۶، تحت: ترجمہ معاویہؓ بن سفیانؓ

(۳) تاریخ اسلام، ذہبی، ج: ۲، ص: ۳۱۹، تحت: معاویہؓ بن سفیانؓ رضی اللہ عنہ

(۴) سیرت امیر معاویہؓ، مؤلفہ: مولانا محمد نافع، ص: ۸۶

⑤ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت

عن عطاء عن ابی عباس قال: جاء جبریل الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فقال: یا محمد! استوص معاویة فانه امین علی کتاب اللہ ونعم الامین.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور کہا کہ معاویہؓ رضی اللہ عنہ کے حق میں وصیت فرمائیے۔ یہ اللہ کی کتاب کے امین ہیں اور عمدہ امین ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں:

(۱) معجم الاوسط (طبرانی) ص: ۵۳۷، ج: ۴، روایت: ۳۹۱۴، طبع: ریاض

(۲) سیرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، (مولانا محمد نافع) ج: اول، ص: ۸۶

⑥ حضرت امیر المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت

عن هشام بن عروه عن ابيه عن عائشة قالت:

لما كان يوم ام حبيبه رضی اللہ عنہ من النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دق الباب داق،

فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انظروا من هذا؟

قالو: معاوية، فقال: ائذنوا له، ودخل وعلى اذنه قلم له يخط

به، فقال ماهذا القلم على اذنک يا معاوية؟

قال: اعددته لله ولرسوله، قال: جزاک الله عن نبيک خيرا.

والله ما استکتبتک الا يوحى من الله عزوجل.

ومافعل من صغيرة ولا كبيرة الا يوحى من الله عزوجل.

كيف بک لو قد قمصک الله قميصاً! يعنى الخلافة.

فقامت ام حبيبة رضی اللہ عنہ وجلست بين يديه، فقالت:

يارسول الله! وان الله مقمص اخى قيمصاً؟ قال: نعم ولكن فيه

هنات وهنات.[1]

فقالت يارسول الله! فادع له، فقال:

اللهم اهد بالهدى وجنبه الردى واغفرله فى الآخره

---

[1] یہ هنات ای خصال (یعنی مختلف قسم کے امور شر پیدا ہوں گے) واللہ اعلم

والاولی.[1]

عروہؒ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ اپنی زوجہ ام حبیبہؓ کے ہاں تشریف فرما تھے، باہر سے کسی نے دروازہ پر دستک دی تو آنجناب ﷺ نے فرمایا: دیکھو کون ہے؟

عرض کیا گیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ فرمایا: اسے اندر آنے کی اجازت ہے معاویہؓ رضی اللہ عنہ اندر آئے، اس حالت میں کہ ان کے کان پر قلم اٹکا ہوا تھا جس سے وہ لکھتے تھے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: معاویہ! یہ تیرے کان پر کیسا قلم ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کے کام کے لیے ہے۔ جواب جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

کہ تجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے اور اللہ کی قسم! میں تجھ سے کتابت اس کی وحی کی بنا پر کراتا ہوں، چھوٹا کام ہو یا بڑا میں وحی الٰہی کے تحت بجالاتا ہوں۔

اگر اللہ تعالیٰ تجھے قمیص (خلافت) پہنائے تو اس وقت تیری حالت کیا ہو گی؟ (تو کس طرح معاملہ کرے گا؟)

---

[1] معجم الاوسط (طبرانی) ج: ۲، ص: ۴۹۸، روایت: ۱۸۵۹، طبع مکتبۃ المعارف، ریاض، وسیرت امیر معاویہؓ (مولانا محمد نافع) ج: ۱، ص: ۸۷، طبع: دارالکتاب، لاہور

حافظ عبدالوحید الحنفی خادم اہلسنت

یہ فرمان سن کر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہو کر عرض کرنے لگیں: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میرے بھائی کو اللہ تعالیٰ قمیص پہنائے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں! لیکن (اس دور میں) مختلف قسم کے (امور) شرور (پیدا) ہوں گے۔ تو حضرت ام حبیبہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کے حق میں دعائے خیر فرمایئے، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اللهم اهد بالهدى وجنبه الردى واغفرله فى الآخرة والاولى.

اے اللہ! اسے ہدایت کی طرف رہنمائی فرما اور ہلاکت سے بچا۔ اس عالم میں اور عالم آخرت میں اس کی مغفرت فرمادے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

امارت وخلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشادات نبوی

① عن سعيد بن عمرو بن سعيد بن العاص ان معاوية اخذ الادؤة بعد ابى هريرة رضی اللہ عنہ تبع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم واشتكى ابوهريرة فبينا هو يوضئى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم رفع رأسه اليه مرة او مرتين وهو يتوضاء فقال يا معاوية.

"ان وليت امرا فاتق الله واعدل"

قال فمازلت اظن انى مبتلى بعمل لقول رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم

حتی ابتلیت. (رواہ احمد وھو مرسل درجابہ الصحیح ورواہ ابو یعلیٰ عن سعید عن معاویۃ فوصلہ ورجالہ، رجال الصحیح......الخ)[1]

یعنی مطلب یہ ہے کہ سعید بن عمرو کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ (جو نبی کریم ﷺ کو وضو کرایا کرتے تھے) ایک دفعہ بیمار ہو گئے۔ ان کی جگہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ مشکیزہ (جس سے وضو کرایا جاتا تھا) اٹھالیا اور وہ وضو کرانے کی خدمت سرانجام دینے لگے۔

اسی اثنا میں سرور عالم ﷺ نے حضرت معاویہؓ کی طرف اپنا سر مبارک ایک بار یا دو بار اٹھا کر ارشاد فرمایا کہ:

"اے معاویہؓ! اگر امارت و خلافت کا تم کو والی بنایا جائے تو اللہ سے خوف کرنا اور عدل و انصاف کرنا"

حضرت امیر معاویہؓ کہتے تھے کہ جناب نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے پیش نظر برابر مجھے یہ خیال رہا کہ میں اس کام میں مبتلا ہوں گا۔ حتی کہ میں اس آزمائش میں داخل ہوا اور مجھے یہ بوجھ اٹھانا پڑا۔

---

[1] مجمع الزوائد (ہیثمی) ص: ۳۵۵، ج: ۹، تحت ماجاء فی معاویۃ رضی اللہ عنہ، مجمع الزوائد (ہیثمی) ص: ۱۸۶، ج: ۵، تحت ماجاء فی امرۃ معاویۃ رضی اللہ عنہ، مسند احمد بن حنبل، ص: ۱۰۱، ج: ۴، ص: ۳۲۳، فصل ثالث کتاب الامارت، بحوالہ مسند، البدایہ والنہایۃ (ابنِ کثیر) ص: ۱۲۳، ج: ۸، تحت معاویہؓ بن ابی سفیان.

تائیدات

حضرت امیر معاویہؓ کی امارت و خلافت کے متعلقہ ذخیرہ مرویات میں سے چند روایات جو سابقاً ذکر کی ہیں۔ وہ موید ہیں۔ کیوں کہ آپ بیس سال تک خلفائے راشدینؓ کے دور میں گورنر رہے اور پھر ۱۹ سال اور چار ماہ کم و بیش حضرت امام حسنؓ سے صلح کے بعد خلیفہ رہے۔

② چنانچہ حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد موجود ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ الخلافۃ بالمدینۃ والملک بالشام.[1]

مطلب یہ ہے کہ اسلامی خلافت مدینہ طیبہ میں ہوگی اور اسلام کی امارت و حکمرانی شام میں قائم ہوگی۔

③ اور تورات میں جناب نبی کریم ﷺ کے متعدد فضائل و مناقب موجود ہیں۔ ایک مشہور تابعی کعب احبار نے یہ فضائل و مناقب بیان کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ

عن کعب (الاحبار) یحکی عن التوراۃ قال نجد مکتوباً محمد رسول اللہ ﷺ مولدہ بمکۃ وھجرۃ بطیبہ وملکہ بالشام......الخ.

یعنی نبی اکرم ﷺ کا اسم گرامی تورات میں محمد رسول اللہ لکھا ہوا

1 مشکوٰۃ شریف، ص: ۵۸۳، تحت باب ذکر الیمن والشام، فصل ثالث

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ہے۔ آنجناب ﷺ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوگی۔ اور آپ کی دار ہجرت و سکونت مدینہ طیبہ ہوگی آپ کے دین کی حکمرانی ملک شام میں ہوگی۔[1]

نیز کعب الاحبارؒ سے حضرت معاویہؓ کی امارت و حکومت کے متعلق ایک پیشگوئی منقول ہے کہ:

قال کعب الاحبار لن یملک احد هذالامة ماملک معاوية.[2]

یعنی جس طرح حکومت و امارت معاویہؓ کو ملے گی اس طرح کسی کو نہیں ملے گی۔

یہ کعب احبارؒ کی پیش گوئی ہے اس لیے کہ کعب، خلافت معاویہؓ سے قبل ہی وفات پاگئے تھے۔[3]

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

عہد نبوی کی فتوحات میں امیر معاویہؓ کی شرکت

حضرت امیر معاویہؓ نے فتح مکہ کے موقع پر رمضان ۸ھ میں جب اظہار اسلام کیا اس کے بعد ابتدائے شوال ۸ھ غزوہ حنین اور غزوہ

---

1 مشکوٰۃ شریف، ص: ۵۱۴، فصل ثالی، من باب فضائل سید المرسلین

2 الصواعق المحرقہ لابن حجر المکی، ص: ۲۰۰، تحت الخاطمہ

3 سیرت امیر معاویہؓ، مؤلفہ: مولانا محمد نافع، ص: ۹۵

طائف کے لیے جب آنحضرت ﷺ کی قیادت میں بارہ ہزار کا لشکر جرار مکہ سے حنین روانہ ہوا تو اس میں حضرت امیر معاویہؓ کو شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔

اس غزوہ میں حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ ساتھ ان کے والد حضرت ابو سفیانؓ اور ان کے برادر کلاں حضرت یزیدؓ بن ابی سفیانؓ نے بھی اپنے دینی جذبات کے تحت شریک جہاد ہو کر حصہ لیا اور اسلامی اقتدار کی سربلندی کے لیے جہاد و قتال کیا۔

البدایہ والنہایہ میں مؤرخ علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

(۱) غزوہ حنین میں شرکت

عبدالوحید الحنفی

و شهد معه حنينا و اعطاه مائة من الابل و اربعين اوقية من ذهب وزنها بلال، و شهد اليمامة[1]

مطلب یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ، غزوہ حنین میں نبی اقدس ﷺ کے ساتھ حاضر ہوئے اور آنجناب ﷺ نے ایک سو اونٹ ان کو عنایت فرمائے چالیس اوقیہ چاندی بھی عنایت فرمائی، جس کو حضرت بلالؓ نے وزن کر کے ان کو دیا۔

اور جناب نبی کریم ﷺ کے بعد جنگ یمامہ میں بھی شریک جہاد ہوئے تھے۔

---

[1] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ج ۸ ص ۱۱۷ تحت ترجمہ حضرت امیر معاویہ

(۲) غزوہ طائف میں شرکت

الذین اعطاھم رسول اللہ یومئذ مائة من الابل وھم ابو سفیان رضی اللہ عنہ بن حرب، و ابنہ معاویہ رضی اللہ عنہ و حکیم بن حزام و الحارث بن کلدة اخو بنی عبدالدار الخ[1]

غزوہ طائف اور غزوہ حنین کے بعد جن لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سو سو اونٹ عنایت فرمائے تھے ان لوگوں میں حضرت ابو سفیانؓ تھے اور ان کے فرزند حضرت معاویہؓ تھے اور حکیم بن حزام بن خویلد (برادر حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ) تھے اور حارث بن کلدہ اخو بنی عبدالدار و غیرھم تھے۔"

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۳) حضرت امیر معاویہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انعام میں ۱۰۰ اونٹ

فاعطی للمولفة ای من اسلم من اھل مکة فکان اولھم ابا سفیان رضی اللہ عنہ بن حرب رضی اللہ عنہ اعطاہ اربعین اوقیة و مائة من الابل، وقال ابنی یزید ویقال لہ یزید الخیر فاعطاہ کذالک و قال ابنی معاویة فاعطاہ کذالک فاخذ ابو سفیان رضی اللہ عنہ ثلث مائة من الابل و مائة و عشرین اوقیہ من الفضة و قال بابی انت و اُمّی یا رسول اللہ لانت کریم فی الحرب و فی

[1] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ج ۸ ص ۳۶۰ ج ۴ غزوہ طائف

السلم ای و فی لفظ لقد حاربتک فنعم المحارب کنت و قد سالمتک فنعم المسالم انت ھذا غایۃ الکرم جزاک اللہ خیرا[1]

اہل مکہ میں سے جو اسلام لائے اور مولفۃ القلوب تھے ان کو نبی کریم ﷺ نے مال عنایت فرمایا۔ ان لوگوں میں سے پہلے شخص حضرت ابو سفیانؓ تھے ان کو ایک سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی عنایت فرمائی۔

پھر انہوں نے عرض کیا کہ میرے بیٹے یزید کے لیے بھی عنایت فرمایئے جس کو یزید الخیر کہا جاتا ہے تو آنحضرت ﷺ نے ان کے لیے بھی اتنا ہی حصہ عنایت فرمایا اور پھر ابو سفیانؓ نے عرض کیا کہ میرے فرزند معاویہؓ کے لیے بھی عنایت فرمایئے تو آنحضرت نے ان کے لیے بھی اتنی ہی مقدار عنایت فرمائی۔ پس اس طرح حضرت ابو سفیانؓ نے تین سو اونٹ اور ایک سو بیس اوقیہ وصول کیے۔

حضرت ابو سفیانؓ کی طرف سے خراج عقیدت

اس کے بعد آنجناب ﷺ کی خدمت میں ابو سفیانؓ نے عرض کیا: کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ ﷺ کو میں نے جنگ

1

میں بھی کریم اور صلح میں بھی مہربان پایا۔ اور بعض روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ:

ابو سفیانؓ نے عرض کیا کہ آپ کے ساتھ جنگ کا معاملہ پیش آیا تو آپ بہتر جنگ کرنے والے پائے گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ صلح و مصالحت کا معاملہ پیش آیا تو آپ بہترین صلح کرنے والے ثابت ہوئے۔ یہ آپ ﷺ کی نہایت درجہ عنایت اور غایت درجہ شفقت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔

غزوہ طائف: میں حضرت امیر معاویہؓ کے والد حضرت ابو سفیانؓ زخمی ہوئے اور ایک تیر ان کی آنکھ میں آکر پیوست ہوا تو آنکھ اپنے مقام سے الگ ہو کر باہر آگئی۔

حضرت ابو سفیانؓ اسی چشم کو ہاتھ میں لیے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

فقال یا رسول اللہ ھذا عینی اصیبت فی سبیل اللہ فقال النبی ﷺ ان شئت دعوت فردت عینک و ان شئت فالجنۃ و فی لفظ فعین الجنۃ قال فالجنۃ ورمی بھا من یدہ ای و قدمت عینہ الثانیۃ فی القتال یوم الیرموک عند مقاتلۃ الروم[1]

[1] سیرت حلبیہ ج۳ ص ۱۳۲۔ تحت غزوۃ الطائف۔ سیرت امیر معاویہؓ مولانا نافع ص ۶۸۔

آنکھ کے عوض میں جنت کی بشارت

یعنی ابوسفیانؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری یہ آنکھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں گئی ہے۔ آنجناب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں اور آپ کو آنکھ واپس مل جائے گی۔ اور اگر آپ اس کے عوض میں جنت چاہتے ہیں (تو اس کو رہنے دیجیے) پس جنت ملے گی۔

تو ابوسفیانؓ نے اسے پھینک دیا اور کہا کہ مجھے جنت مطلوب ہے۔

اور ان کی دوسری آنکھ یوم یرموک میں روم کے خلاف جہاد میں فی سبیل اللہ ختم ہوئی۔ حضرت ابوسفیانؓ نے دونوں چشموں (آنکھوں) کی قربانی غلبہ اسلام کے لیے جہاد میں دی۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

عہد صدیقی کی فتوحات میں امیر معاویہؓ کی شرکت

آنحضرت ﷺ کے دنیا سے انتقال فرمانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ بلافصل بنے تو حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت کی اور آپ کے فرمان پر جہاد کے لیے جو لشکر صدیقی دور خلافت میں بھیجے گئے ان میں شامل ہوئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کو ایک لشکر کا امیر بنا کر روانہ کیا۔ چناں چہ تاریخ ابن جریر طبری میں ہے:

واجتمع الی ابی بکر اناس فاقتر علیهم معاویة رضی اللہ عنہ و امره باللحاق بيزيد فخرج معاويه رضی اللہ عنہ حتی لحق بيزيد[1]

حضرت ابو بکر صدیق نے حضرت امیر معاویہؓ کو ایک دستہ کا امیر بنا کر روانہ کیا اور ان کو ہدایت فرمائی کہ اپنے بھائی یزید بن ابی سفیانؓ کے ساتھ شامل ہوں اور ان کی ماتحتی میں خدمات سر انجام دیں۔

جنگ یرموک میں شرکت

ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

امر علیهم ابو بکر، معاويه رضی اللہ عنہ و شرحبیل الخ[2]

ابن جریر طبری نے خبر الیرموک کے تحت بھی ایک موقع پر ذکر کیا ہے کہ لشکر کے کئی دستے تیار ہوئے ان میں سے بعض دستوں پر جو امیر مقرر ہوئے ان میں امیر معاویہؓ اور شرحبیل بن حسنہؓ کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے امیر بنا کر روانہ کیا۔

قتل مسیلمہ کذاب میں امیر معاویہؓ کی شرکت

جنگ یمامہ عہد صدیقی میں جنگ یمامہ ربیع الاول ۱۲ھ میں پیش آئی

---

[1] تاریخ ابن جریر طبری ج ۴ تحت سنہ ۱۳ھ، البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۴ تحت ۱۳ھ

[2] تاریخ ابن جریر طبری ج ۴ ص ۳۲ تحت خبر الیرموک

یہ جنگ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں لڑی گئی اور مسیلمہ کذاب کو دوران جنگ اوّل اول نیزہ لگانے والے حضرت وحشیؓ بن حرب تھے جبکہ ابو دجانہؓ سماک بن خرشہ نے اسے تلوار کے ذریعے سے زخمی کیا اور عبداللہ بن زیدؓ انصاری بھی قتل مسیلمہ میں شریک تھے۔

اور ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ جنگ یمامہ میں حاضر ہوئے اور بقول بعض مسیلمہ کذاب کے قتل میں بھی شامل تھے۔

وشهد يمامة و زعم بعضهم انه هو الذى قتل مسيلمة حكاه ابن عساكر وقد يكون له شرك فى قتله۔ انما الذى طعنه وحشي و جلله ابو دجانه سماك بن خرشة رضي الله عنه بالسيف۔[1]

اور مصنف تاریخ خمیس نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کہتے تھے کہ مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے والوں میں، میں بھی شریک تھا۔

(۲) و كان معاوية بن ابى سفيان رضي الله عنه يقول انا قتلته۔[2]

حضرت امیر معاویہؓ اسلام کی اس مہم میں شامل ہوئے اور مسیلمہ کے قتل میں بھی دیگر صحابہ کرامؓ کے ساتھ ان کی شرکت ثابت ہے۔

علاقہ شام کی فتوحات میں آپ شامل تھے۔ ابن جریر طبری نے خبر

---

[1] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر ج ۸ ص ۱۱۷۔ تحت ترجمہ معاویہؓ بن ابی سفیان)

[2] فتوح البلدان بلاذری ص ۹۶ تحت مسئلہ ھذا۔ و سیرت حضرت امیر معاویہؓ، مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۱۰۲۔

الیرموک کے تحت بھی لکھا ہے کہ بعض دستوں پر جو امیر مقرر ہوئے ان میں امیر معاویہؓ اور شرحبیلؓ بن حسنہ کو حضرت صدیق اکبرؓ نے امیر بنا کر روانہ کیا۔

امر علیھم ابو بکر رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ و شرحبیل الخ [1]

عہد فاروقی کی فتوحات میں امیر معاویہؓ کی شرکت

سیدنا فاروق اعظمؓ کو اللہ تعالیٰ نے حکمرانی کے مسئلہ میں عمیق بصیرت عطا فرمائی تھی۔ ابن سعدؒ لکھتے ہیں:

و کان یستعمل رجلا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثل عمرو بن العاص و معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ و المغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ و یدع من ھو افضل فھم مثل عثمان و علی و طلحہ و الیزید و عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ و نظرئھم لقوۃ اولئک علی العمل و البصربہ و لا شراف عمر علیھم و ھیبمتھم لہ و قیل لہ مالک لا تولی الاکابر من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال اکرہ ان ادنسھم بالعمل [2]

---

[1] تاریخ ابن جریر طبری ص ۳۲ ج ۴۔ تحت خبر الیرموک ۱۳ھ۔

[2] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۰۳ تحت ذکر استخلاف عمر۔ و سیرت امیر معاویہؓ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۱۰۴

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید حنفی

حضرت فاروق اعظمؓ کبار صحابہ کرامؓ سے مشورہ کرتے تھے۔ لیکن ان کے ذمہ کام نہیں لگاتے تھے حضرت فاروقؓ نے فرمایا: کہ میں ان کی شان سے کم درجہ کے عمل میں اکابر حضرات مثلاً حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف کو چھوڑ کر آپ ان سے کم درجے کے حضرات مثلاً حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت معاویہؓ بن سفیان، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ وغیر ھم کو عامل بناتے تھے۔

گویا اکابرین امت کے حق میں ایک گونہ "خصوصی تحفظ" مقصود خاطر تھا ان کی شان سے کم درجہ کے عمل میں ان کو ملوث نہیں کرنا چاہتے تھے۔ چناں چہ اس سلسلہ میں فاروق اعظمؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کو مرکز کی طرف سے امیر بنا کر بھیجا۔

فتح اردن حضرت فاروق اعظمؓ کے دورِ خلافت میں فتح اردن ۱۵ھ میں ہوئی۔ سپہ سالار حضرت ابو عبیدہ بن جراح تھے۔ اور مقدمۃ الجیش پر حضرت امیر معاویہؓ بن ابی سفیانؓ نگران تھے۔

طبقات ابن سعد میں ہے:

فکتب (عمرو بن العاص) الی ابی عبیدۃ یستمدہ فوجہ ابو عبیدہ یزید ابن ابی سفیان۔ فسار یزید و علیٰ مقدمۃ معاویۃ اخوہ ففتح یزید و عمرو سواحل الاردن۔ فکتب ابو

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

عبیدۃ بفتحھا لھما و کان لمعاویۃ فی ذالک بلاء حسن و اثر جمیل[1]

سواحل اردن پر اسلامی افواج نے بڑی زبردست جنگ لڑی۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا فرمائی یہ فتح حاصل کرنے والے یزید بن ابی سفیانؓ اور عمرو بن العاصؓ تھے۔ سواحل اردن کی خوشخبری حضرت ابو عبیدہؓ نے مرکز کو روانہ کی اور یزید بن ابی سفیانؓ اور عمرو بن العاصؓ کی مساعی کا ذکر کیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سواحل اردن کی مہم میں امیر معاویہؓ کے لیے نمایاں کارنامے اور اہم کارکردگی پائی جاتی ہے جو قابل ستائش ہے اور معاملہ فہمی و جنگی بصیرت کا روشن نشان ہے۔

فتح مرج الصفر

مرج الصفر کے قتال میں حضرت امیر معاویہؓ شامل تھے۔ اس معرکہ میں خالدؓ بن سعید بن عاص شہید ہوئے اور ان کی تلوار حضرت امیر معاویہؓ کو حاصل ہوئی جب مسلمان مرج الصفر کے قتال سے فارغ ہوئے تو پندرہ بیس دن کے بعد انہوں نے شہر دمشق کی طرف رجوع کیا یہ محرم ۱۴ھ کا واقعہ ہے۔[2]

---

[1] فتوح البلدان (بلازری) ص ۱۲۳ تحت امر ادرن۔ سیرت امیر معاویہؓ مولانا محمد نافع ص ۱۰۵

[2] فتوح البلدان (بلازری) ص ۱۲۳ تحت امر اردن۔ سیرت امیر معاویہؓ مولانا محمد نافع ص ۱۰۵

فتح دمشق

ان یزید اتی بعد فتح مدینه دمشق صیداء عرقة و جبیل و بیروت و هی سواحل۔ و علیٰ مقدمه اخوه معاویة ففتحها یسیرا و جلا کثیرا من اهلها و تولی فتح عرقة معاویة نفسه فی ولایة یزید[1]

فتح دمشق کے ساتھ ہی اس علاقے کو سواحل صیداء، بیروت وغیرہ کی طرف اسلامی فوجوں نے توجہ کی اور ان علاقوں کو بڑی کوشش سے فتح کیا۔ اس موقع پر لشکر کے مقدمۃ الجیش پر حضرت امیر معاویہؓ تھے ان کی کمان میں یہ فتوحات کثیرہ ہوئیں۔ خصوصاً عرقہ کی فتح حضرت امیر معاویہؓ کی کوشش سے ہوئی تھی یہ ان کے فہم و تدبیر کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔

فتح قیساریہ

مؤرخین لکھتے ہیں:

ان قیسارية فتحت قسرا فی سنة ۱۹ ھ فلما بلغ عمر فتحها نادی ان قیسارية فتحت قسرا و کبر و کبر المسلمون و کانت حوصرت سبع سنین و فتحها معاوية۔[2]

---

[1] فتوح البلدان (بلازری) ص ۱۲۶ تحت امر اردن۔ سیرت امیر معاویہؓ مولانا محمد نافع ص ۱۰۵

[2] فتوح البلدان (بلازری) ص ۱۴۷ تحت امر فلسطین۔ سیرت امیر معاویہؓ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص

۱۹ھ میں جب حضرت عمر فاروقؓ نے قیساریہ کے فتح ہونے کا اعلان فرمایا تو حضرت عمرؓ نے خود بھی اور دوسرے مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر کے نعرے لگائے۔ اس مہم پر سات سال تک محاصرہ رہا آخر کار حضرت امیر معاویہؓ کی مساعی سے یہ فتح ہوئی۔

فتح عسقلان

مؤرخین لکھتے ہیں۔

قالوا و کتب عمر بن الخطاب الیٰ معاویۃ یامرہ بتتبع مابقی من فلسطین ففتح عسقلان صلحا بعد کید۔ ویقال ان عمرو بن العاص کان فتحہا ثم نقض اھلہا و امدھم الروم ففتحہا معاویۃ و اسکنہا الروابط و کل بہا الحفظۃ۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

بعض مؤرخین نے یہ لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے والی شام

---

۱۰۷ و تاریخ ابن جریر طبری ج ۴۔ ص ۲۲۵ تحت ۱۹ھ۔ سیرت امیر معاویہؓ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۱۰۷ و الاصابد (ابن حجر عسقلانی) ص ۱۹۰ ج ۱ تحت تمیم بن ورقاء۔ سیرت امیر معاویہؓ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۱۰۸ کتاب البلدان۔ (احمد بن واضح یعقوبی ص ۸۵ تحت ہند فلسطین سیرت امیر معاویہؓ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۱۰۹

[1] فتوح البلدان (بلازری) ص ۱۴۷ تحت امر فلسطین۔ سیرت امیر معاویہؓ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۱۰۷ و تاریخ ابن جریر طبری ج ۴۔ ص ۲۲۵ تحت ۱۹ھ۔ سیرت امیر معاویہؓ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۱۰۷ و الاصابد (ابن حجر عسقلانی) ص ۱۹۰ ج ۱ تحت تمیم بن ورقاء۔ سیرت امیر معاویہؓ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۱۰۸ کتاب البلدان۔ (احمد بن واضح یعقوبی ص ۸۵ تحت ہند فلسطین سیرت امیر معاویہؓ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۱۰۹

حضرت امیر معاویہؓ کو ایک مکتوب ارسال کیا کہ فلسطین کے باقی علاقوں میں سے عسقلان کی طرف توجہ کریں اور اسے فتح کرنے کی سعی کی جائے۔

چناں چہ حضرت امیر معاویہؓ نے امیر المومنین کے اس حکم پر عسقلان کی طرف پیش قدمی کی اور اسے فتح کر لیا۔

اور بعض موٴرخین نے یہ لکھا ہے کہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے عسقلان کو فتح کیا تھا اور جب اسے فتح کرنے کے بعد واپس ہوئے تو اہل عسقلان کی روم نے مدد کی اور انہوں نے نقض عہد کیا، ان حالات میں حضرت امیر معاویہؓ نے عسقلان کی طرف پیش قدمی کی اور اسے دوبارہ فتح کر لیا پھر وہاں اپنی افواج کو ٹھہرایا اور حفاظتی دستے متعین کیے۔(فتوح البلدان (بلازری) ص ۱۴۹ تحت امر فلسطین)

انطاکیہ کی فتح

موٴرخین نے لکھا ہے۔

و قال ابن جریر و کان امیر دمشق فی ھذہ السنة (۲۱ھ) عمیر بن سعید و ھو ایضا علی حمص و حدران و قنسرین و الجزیرة و کان معاویہ رضی اللہ عنہ علی البلقاء الاردن، و فلسطین و السواحل و انطاکیہ، وغیر ذالک۔[1]

[1] البدایہ و النہایہ (ابن کثیر) ج ۷ ص ۱۱۳ تحت ۲۱ھ۔ سیرت امیر معاویہ۔ موٴلفہ مولانا نافع ص

بلقاء، اردن، فلسطین، سواحل اور انطاکیہ وغیرہ پر حضرت امیر معاویہؓ والی اور حاکم تھے۔

فتح صائفہ

ملک شام میں بے شمار فتوحات ہوئیں اور اسلامی حکومت کا دائرہ وسیع ہو گیا اس سلسلے میں بلاد روم کی طرف بھی صحابہ کرامؓ نے پیش قدمی کی اور حضرت امیر معاویہؓ نے صائفہ کے غزوات جاری رکھے حتیٰ کہ عموریہ کے مقام تک جا پہنچے۔

وقال ابن جریر وفی هذه السنة ۲۳ھ توفی قتادة بن النعمان و فیها غزا معاویة الصائفه حتی بلغ عموریة معه من الصحابه عبادة بن الصامت و ابو ایوب و ابو ذر و شداد بن اوس و فیها فتح معاویة عسقلان صلحا۔[1]

حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ دیگر صحابہ کرامؓ جو بلاد روم کے غزوات میں شامل تھے۔ ان میں حضرت عبادہؓ بن صامت، ابو ایوبؓ انصاری، حضرت ابوذرؓ غفاری، شدادؓ بن اوس وغیرہ زیادہ قابل ذکر ہیں۔

○ حضرت فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت میں قریباً ۴ سال تک

۱۱۲

[1] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ج ۷ ص ۱۱۴ تحت ۲۳ھ خبر سلمہ بن قیس الاشجعی۔

حضرت امیر معاویہؓ والی شام رہے لیکن ان کو تبدیل نہیں کیا اور نہ ان کو معزول کیا بلکہ مزید علاقہ جات ان کی تحویل میں دیتے رہے اور اختیارات میں توسیع کرتے رہے۔ حضرت عمر فاروقؓ جیسے نقاد خلیفہ کے ہاں ان کے مقبول و معتمد ہونے کا بین ثبوت ہے اور ملی خدمات کو صحیح طور پر بجالانے کی شہادت ہے۔[1]

عہد عثمانیؓ میں امیر معاویہؓ کی فتوحات

۲۵ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے قلعوں کو فتح کیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۰۱)

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

قیصر قسطنطنیہ کو شکست

افریقہ چھن جانے کے بعد قیصر روم بہت برہم ہوا بحری بیڑہ لے کر سکندریہ پہنچا۔ حضرت امیر معاویہؓ کی فوج نے اس کو شکست دی وہ زخمی ہو گیا اور سسلی چلا گیا۔ (تاریخ طبری ج ۳)

۲۷ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے قنسرین سے جنگ کی۔[2]

۲۷ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے قبرص سے معرکہ آرائی کی۔[1]

---

[1] سیرت امیر معاویہ۔ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۱۲۰۔ مطبوعہ دار الکتب اردو بازار لاہور۔

[2] تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۹۱۔

۲۸ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے جزیرہ قبرص فتح کیا۔[2]

جزیرہ قبرص کی فتح

جزیرہ قبرص بلاد شام کے مغرب میں سمندر میں الگ تھلگ ایک جزیرہ ہے اور اس کی دم، دمشق کے قریبی ساحل تک آتی ہے۔

اور اس کا غربی حصہ اس سے چوڑا ہے جس میں بہت سے پھل اور کانیں ہیں اور وہ بہت اچھا ملک ہے۔ اسے حضرت امیر معاویہؓ بن ابی سفیانؓ نے فتح کیا۔ آپ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ قبرص کی طرف گئے۔ آپ کے ساتھ حضرت عبادہؓ بن الصامت اور ان کی بیوی ام حرامؓ بنت ملحان بھی تھیں جن کا واقعہ حدیث میں ہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالمجید

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی

قال عمیر فحدثنا ام حرام انها سمعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول اول جیش من امتی یغزون البحر قداوجبوا۔ قالت ام حرامٍ: قلت یارسول اللہ انا فیھم؟ قال: انت فیھم۔[3]

---

[1] ابن جریر طبری۔ البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۰۳۔

[2] ایضاً طبری۔ ۳ ایضاً البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۰۴۔

[3] بخاری شریف کتاب الجھاد باب ما قیل فی قتال اسرد م حدیث ۱۸۵ باب ۱۳۷۔ بخاری شریف کتاب

حدیث صحیح میں ایک پیش گوئی جناب نبی کریم ﷺ کی موجود ہے کہ آپ ﷺ نے خواب سے بیدار ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

میری امت میں سے پہلا لشکر جو بحری جہاد کرے گا اس نے اپنے اوپر جنت کو واجب کر لیا۔ اس ارشاد کو سننے پر حضرت ام حرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا میں ان میں شامل ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ان میں داخل ہو۔

یہ پیش گوئی بخاری شریف کے متعدد مقامات پر مذکور ہے۔ اور مسلم شریف میں بھی ام حرامؓ کا یہ واقعہ مفصل ذکر کیا گیا ہے۔ ان مقامات کے بعض حوالہ جات حاشیہ میں دیے گئے ہیں۔ واقعہ کی تمام عبارات کا نقل کرنا موجب طوالت تھا اس لیے اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی اس پیش کے دو حصے ہیں۔

ایک ام حرامؓ اور ان کے ساتھیوں کے متعلق ہے کہ اس غزوہ میں شامل لوگوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے کہ ان لوگوں جنت نصیب ہو گی۔ اور پیش گوئی کے مطابق ام حرامؓ نے اس لشکر کے ساتھ سفر کیا اور اس میں ہی سواری سے گرنے پر شہادت پائی۔

اور اس پیش گوئی کا دوسرا حصہ اور واقعہ مدینہ قیصر (قسطنطنیہ کے غزوہ کے متعلق ہے جو ۵۱ھ یا ۵۲ھ میں حضرت امیر معاویہؓ کے دور

الجہاد باب غزو المرأۃ فی آبحر حدیث ۱۴۰ اباب ۱۰۷۔

خلافت میں پیش آیا جس کی تفصیل وہاں ان شاء اللہ بیان کی جائے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی، ام حرام کی جہاد میں شرکت اور شہادت

و کان فتحها علی یدی معاویة بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ راکب الیها فی جیش کثیف من المسلمین و معه عبادة بن صامت و زوجتهٔ ام حرام بنت ملحان التی تقدم حدیثها فی ذالک حین نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی بیتها ثم استیقظ یضحک الخ

(البدایہ والنہایہ (ابن کثیر ج ۷ تحت فتح قبرص ص ۱۵۳ سنہ ۲۸ھ)

جب صحابہ کرامؓ غزوہ قبرص سے فارغ ہو گئے اور واپسی کا سفر کرنے لگے تو حضرت ام حرامؓ ایک بغلہ (خچر) پر سوار ہوئیں مگر اس سے گر پڑیں اور وہیں انتقال ہو گیا۔

مولانا محمد نافع صاحب لکھتے ہیں کہ علماء نے ذکر کیا ہے کہ جزیرہ قبرص میں ان کی قبر ہے وہاں کے لوگ ان کا بہت احترام کرتے ہیں، وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ یہ ایک صالحہ خاتون کی قبر ہے۔ اس واقعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی۔ کیوں کہ ام حرامؓ پہلے بحری غزوہ میں شریک ہوئیں۔ اور وہیں انتقال کر کے جنت میں خیمہ زن ہوئیں۔[1]

[1] سیرت امیر معاویہؓ مولانا محمد نافع ص ۱۲۷

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

عثمان ذوالنورینؓ کے دورِ خلافت میں امیر معاویہؓ کی مزید فتوحات

شیعہ مؤرخ احمد بن یعقوب تاریخ یعقوبی میں لکھتے ہیں:

۳۱ھ میں حضرت ابو سفیانؓ بن حرب نے وفات پائی اور حضرت عثمانؓ نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔

اور حضرت عثمانؓ نے ۳۲ھ میں جنگ کے لیے ایک فوج بھیجی، اور گرمی کے موسم کی جنگ میں اس کے امیر حضرت امیر معاویہؓ تھے۔ پس وہ قسطنطنیہ کے درّہ تک پہنچ گئے اور انہوں نے بہت سی فتوحات کیں۔ اور حضرت عثمانؓ نے رومیوں کی جنگ بھی اس شرط پر حضرت امیر معاویہؓ کے سپرد کر دی کہ وہ جسے چاہیں موسم گرما کی جنگ پر بھیج دیں تو حضرت معاویہؓ نے سفیانؓ بن عوف الغامدی کو امیر مقرر کر دیا۔ اور وہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں مسلسل اس کے امیر رہے۔[1]

روم کے علاقہ حصن پر حملہ (۳۳ھ)

حضرت امیر معاویہؓ نے عہد خلافت حضرت عثمانؓ میں ملطیہ کی طرف سے روم کے علاقہ حصن اعراۃ پر حملہ کیا۔[2]

---

[1] تاریخ الیعقوبی جلد دوم ص ۲۷۴۔ مؤلفہ احمد بن یعقوب بن جعفر۔ مطبوعہ نفیسی اکیڈمی کراچی
ایضاً البدایہ والنہایہ ج ہشتم ص ۳۱۶۔

[2] تاریخ طبری ج ۳ ص ۳۵۸

بحری جنگ کا آغاز پہلے امیر البحر حضرت امیر معاویہؓ

خالد بن لعدان روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت امیر معاویہؓ بن ابی سفیانؓ نے حضرت عثمانؓ بن عفان کے عہد میں بحری جنگ کی۔ انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ سے اجازت طلب کی تھی مگر انہوں نے نہیں دی تھی۔

جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو حضرت امیر معاویہؓ انہیں اس طرف متوجہ کراتے رہے یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ نے آخر کار اس کا ارادہ کرلیا۔

تاہم آپ نے فرمایا: تم خود (سپاہیوں کا) انتخاب نہ کرو اور نہ قرعہ اندازی کرو بلکہ انہیں اختیار دے دو جو خوشی سے بحری جنگ کے لیے جانا چاہے اسے ساتھ لے جاؤ اور اس کی مدد کرو چناں چہ امیر معاویہؓ نے ایسا ہی کیا۔ اور بحری فوج پر عبد اللہؓ بن قیس حارثی کو کمانڈر بنایا۔[1]

پچاس بحری حملے

حضرت امیر معاویہؓ کے نامزد کمانڈر عبد اللہ بن قیسؓ نے پچاس بحری حملے کیے۔ کچھ موسم سرما میں اور کچھ موسم گرما میں۔ ان تمام

[1] تاریخ طبری ج۳ص ۲۹۲۔

حملوں میں نہ تو کوئی پانی میں ڈوب کر شہید ہوا اور نہ کسی کو نقصان پہنچا۔ وہ ہمیشہ اللہ سے یہ دعا مانگتے تھے کہ اللہ ان کے لشکر کو خیر و عافیت عطا کرے اور انہیں کسی صدمہ میں مبتلا نہ کرے۔ (ایضاً طبری ج ۳ ص ۲۹۵)

اہل قبرص سے معاہدہ

جب حضرت امیر معاویہؓ نے قبرص پر بحری حملہ کیا تو وہاں کے لوگوں نے مصالحت کر لی اور اس کے لیے یہ معاہدہ ہوا کہ وہ سات ہزار دینار سالانہ جزیہ مسلمانوں کو ادا کرتے رہیں گے۔ اور وہ شام روم کو بھی اس قدر رقم ادا کرتے رہیں گے۔ مسلمان اس بارے میں ان کی راہ میں حائل نہیں ہوں گے۔ (اس معاہدہ کی یہ شرائط بھی تھیں کہ) وہ ان پر حملہ نہیں کریں گے اور اگر رومی دشمن ان پر حملہ کرے گا تو وہ مسلمانوں کو اس کی اطلاع دیں گے۔ (ایضاً طبری ص ۲۹۶)

مجاہدین قبرص، حضرت معاویہؓ ازروئے حدیث جنتی ہیں

حضرت ام حرامؓ فرماتی ہیں کہ:

انها سمعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا قالت: ام حرام قلت یا رسول اللہ انا فیهم قال: انت فیهم (بخاری شریف کتاب الجہاد (ما قبل فی قتال الروم))

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا کہ میری امت میں سے پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے گا ان کے لیے جنت واجب ہو گئی۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ قد اوجبوا کے تحت فرماتے ہیں:

ای فعلو مضلاً وجبت لهم به الجنة (فتح الباری ج۶ ص ۷۵)

یعنی انہوں نے ایسا کام کیا کہ اس کی وجہ سے ان کے لیے جنت واجب ہو گئی۔ (دفاع حضرت معاویہؓ ص ۱۲۱ مولفہ قاضی مظہر حسین چکوال)

مولانا قاضی مظہر حسین صاحب اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ یہ پہلا لشکر جس کے قائد حضرت معاویہؓ تھے سب جنتی ہیں۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ اس کے بعد کی حدیث میں مدینہ قیصر پر حملہ کرنے والے لشکر کے متعلق بجائے او جبوا کے مغفور لهم کے الفاظ ہیں۔ (اور اس لشکر کا قائد یزید تھا) اور دونوں میں بڑا فرق ہے۔ (اس حدیث قسطنطنیہ سے یزیدی گروہ یزید کے خلیفہ عادل و صالح یا خلیفہ راشد ہونے پر جو استدلال کرتا ہے اس کا جواب ان شاء اللہ کتاب خارجی فتنہ جلد دوم میں آرہا ہے یہاں اس بحث کی گنجائش نہیں۔)[1]

بہر حال حضرت امیر معاویہؓ اور آپ کے لشکر کے لیے دربار

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

---

[1] حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے یہاں جس کتاب خارجی فتنہ حصہ دوم کا ذکر کیا وہ کتاب شائع ہو چکی ہے اور اس میں مفصل یہ علمی تحقیق موجود ہے۔ خارجی فتنہ حصہ دوم ص ۱۳۰

رسالت سے جنتی ہونے کی بشارت مل گئی۔[1]

عثمانؓ بن عفان کی شہادت اور علیؓ بن ابی طالب کی بیعت

(ا) جب ۱۸ ذی الحجہ یوم جمعہ ۳۵ھ کو عثمانؓ بن عفان شہید کر دیئے گئے اور شہادت عثمانؓ کی صبح کو مدینے میں علیؓ سے بیعت خلافت کرلی گئی تو ان سے طلحہؓ اور زبیرؓ، سعدؓ بن ابی وقاص، سعیدؓ بن زیدؓ بن عمرو بن نفیل، عمارؓ بن یاسر، اُسامہؓ بن زید، سہلؓ بن حنیف، ابو ایوبؓ انصاری، محمدؓ بن مسلمہ، زیدؓ بن ثابت، خزیمہؓ بن ثابت اور ان تمام اصحابؓ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وغیرہم نے جو مدینے میں تھے، بیعت کرلی۔

شہادت عثمانؓ کے سانحہ میں ملوث افراد: حضرت علیؓ المرتضیٰ کی جماعت میں وہ لوگ ازخود آکر شامل ہوئے جو شہادت حضرت عثمانؓ کے سانحہ میں ملوث تھے۔ اور بنیادی طور پر یہ فتنہ کھڑا کرنے والے تھے۔

جناب القعقاعؓ بن عمرو کی مصالحانہ گفتگو کے بعد حضرت علیؓ المرتضیٰ نے اس موقع پر ایک عظیم خطبہ دیا۔ حضرت علیؓ المرتضیٰ نے فرمایا:

اَلَا وَاِنِّیْ رَاحِلٌ غَدًا فَارْتَحِلُوْا اَلَا وَلَا یَرْتَحِلَنَّ غَدًا اَحَدٌ اَعَانَ عَلٰی عُثْمَانَ بِشَیْءٍ وَفِیْ شَیْءٍ مِنْ اُمُوْرِ النَّاسِ... الخ

ہم کل یہاں سے آگے پیش قدمی کرنے والے ہیں۔ خبردار! جس

[1] دفاع حضرت امیر معاویہ۔ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسین چکوالی۔ ص ۱۲۱۔

شخص نے حضرت عثمانؓ کے قتل میں اعانت بھی کی ہو، وہ بھی ہم سے جدا ہو جائے اور ہمارے ساتھ نہ رہے۔ الخ

(تاریخ طبری ج ۵ نزولی ذاقار، البدایہ والنہایہ لابن کثیر جلد تحت احوال الجمل)

مفسدین کی ایک مذموم کوشش: جس وقت امیر المومنین کی طرف سے یہ اعلان ہوا تو اس وقت فتنہ انگیز پارٹی کے سر برآوردہ لوگ شریح بن (اوفیٰ) علیاء بن الہیثم، مسلم بن ثعلبہ العبسی، عبداللہ بن سبا (ابن سوداء)، خالد بن ملجم وغیرہم، جن میں ایک بھی صحابیؓ نہ تھا، سخت پریشان ہوئے۔ اور انہیں اپنا انجام نظر آنے لگا۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وَلَيْسَ فِيهِمْ صَحَابِيٌّ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ (البدایہ ابن کثیر ج ۷)

یعنی ان میں ایک صحابی بھی نہیں اور یہ اللہ کا شکر ہے۔

حضرت علیؓ کو قتل کرنے کی سازش:

فَإِنَّ بَعْضُهُمْ كَانَ عَزَمَ عَلَى الْخُرُوجِ عَلَى الْإِمَامِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ وَعَلٰى قَتْلِهِ لَمَّا نَادٰى يَوْمَ الْجَمَلِ بِأَنْ يَّخْرُجَ عَنْهُ قَتَلَةُ عُثْمَانَ الخ

(کتاب الیواقیت والجواہر ج ۲ تالیف ۹۴۲ھ)

یعنی حضرت علیؓ نے جب جمل کے موقع پر اعلان فرمایا کہ قاتلین عثمانؓ (ہماری جماعت سے) نکل جائیں تو ان بعض (مفسدین و اشرار) نے خود حضرت علیؓ کے خلاف خروج کرکے ان کے قتل

عبدالوحید الحنفی

کرنے پر عزم کر لیا تھا۔ الخ (کتاب الیواقیت الجواہر مولفہ امام شعرانی)

قاتلین عثمانؓ پر بددُعا: (۲) حضرت علیؓ المرتضیٰ کے فرزند محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ المرتضیٰ قاتلین عثمانؓ کے بارے میں بددُعا کرتے تھے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبِ الْحَنَفِيَّةِ وَ كَانَ صَاحِبُ لَوَاءِ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ يَوْمَ الْجَمَلِ قَالَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ: اللّٰهُمَّ اَكْبِبْ قَتَلَةَ عُثْمَانٍ لِمَنَاخِرِهِمُ الْغَدَاةَ (التاریخ الکبیر لامام بخاری ج ۴ ص ۳۴۳)

اے اللہ! قاتلین عثمانؓ کو قیامت کے روز چہرہ کے بل اوندھا کر کے سزا دینا۔

(۳) فَقَالَ: اللّٰهُمَّ اَحِلَّ بِقَتَلَةِ عُثْمَانَ خِزْيًا

(المصنف لابن ابی شیبہ ج ۵ روایت ۱۹۶۵۶)

اے اللہ! قاتلین عثمانؓ پر ذلت اتار اور رسوائی نازل کر دے۔

جناب علیؓ المرتضیٰ کا ان لوگوں کے حق میں بددُعا کرنا بالکل بجا ہے۔ کیوں کہ انہوں نے ہی اہل اسلام کے درمیان شر انگیز اور ہلاکت خیز حالات پیدا کر دیئے اور ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا۔

صفین کی طرف اقدام: حضرت علیؓ المرتضیٰ شام کی طرف تشریف لے جانے کے لئے عزم کر کے کوفہ سے نکلے اور نخیلہ کے مقام پر قیام کیا۔ اور وہاں جیوش عساکر کے متعلقہ انتظامات درست کئے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

کوفہ پر اپنا قائم مقام حضرت ابو مسعود (عقبہ بن عامرؓ) الانصاری کو متعین کیا۔ اور شام کی طرف روانہ ہوئے اور دریائے فرات کے قریب ذوالحجہ ۳۶ھ میں قیام کیا۔

صفین کا محل وقوع: جب حضرت امیر معاویہؓ کو حضرت علیؓ المرتضیٰ اور اُن کے عساکر کے متعلق خبر پہنچی تو وہ بھی اپنے جیوش کے ہمراہ ملک شام کی مشرقی سرحد کے قریب آ پہنچے۔ بلاد شام کی مشرقی جانب صفین کے ایک مقام پر فریقین کی جماعتوں کا اجتماع ہوا۔ یہ محرم ۳۷ھ کا موقعہ ہے۔

صفین میں فریقین کا موقف: (۱) حضرت علیؓ المرتضیٰ کی رائے یہ تھی کہ بیشتر مہاجرین وانصار نے میری بیعت کرلی ہے۔ فلہٰذا اہل شام کو بھی میری بیعت میں داخل ہونا چاہیے اور اطاعت قبول کرنی چاہیے۔ اور اگر وہ یہ صورت اختیار نہ کریں تو پھر قتال ہو گا۔[1]

(۲) حضرت امیر معاویہؓ اور ان کی جماعت کی رائے یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ ظلماً شہید کیئے گئے ہیں اور ان کے قاتلین علوی جیش میں موجود ہیں۔ فلہٰذا ان سے قصاص لیا جائے۔ اور ہمارا مطالبہ صرف قصاص دم عثمانؓ کے متعلق ہے، خلافت کے بارے میں ہمارا نزاع نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۱۳ تحت کتاب الاعتصام (۲) المصنف لابن ابی شیبہ ج ۱۱)

---

[1] تاریخ مسعودی ج ۲ ص ۲۸۹

حضرت علیؓ المرتضیٰؓ کی گشتی چٹھی

حضرت امیر معاویہؓ ایک مومن اور جلیل القدر صحابی تھے اور خود حضرت علی المرتضیٰؓ نے بھی ان کے اور ان کی جماعت کے مومن ہونے کی بشارت دی ہے۔ چنانچہ نہج البلاغہ میں حضرت علیؓ المرتضیٰ کا حسب ذیل حکم نامہ منقول ہے: (مکتوب ۵۸ نہج البلاغہ عربی مع اُردو ص ۷۹۱ مطبوعہ لاہور)

وَ مِنْ کِتَابٍ لَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَتَبَهٗ اِلٰی اَهْلِ الْاَمْصَارِ یَقْتَصُّ فِیْهِ مَا جَرٰی بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ اَهْلِ الصِّفِّیْنَ وَ کَانَ بَدْءُ اَمْرِنَا اَنَّا الْتَقَیْنَا وَ الْقَوْمُ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ وَ الظَّاهِرُ اَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَّ نَبِیَّنَا وَاحِدٌ وَّ دَعْوَتَنَا فِی الْاِسْلَامِ وَاحِدَةٌ وَلَا نَسْتَزِیْدُهُمْ فِی الْاِیْمَانِ بِاللّٰهِ وَ التَّصْدِیْقِ بِرَسُوْلِهٖ وَ لَا یَسْتَزِیْدُوْنَنَا الْاَمْرُ وَاحِدٌ اِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِیْهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَ نَحْنُ مِنْهُ بَرَآءٌ

ترجمہ: حضرت علی علیہ السلام نے ایک دستخطی چٹھی لکھ کر مختلف بلاد و امصار (شہروں) میں مشتہر فرمائی۔ اس میں جنگ صفین کا واقعہ یوں درج تھا کہ ہمارے معاملے کی ابتداء یوں ہے کہ ہماری اور اہل شام کی آپس میں جنگ چھڑ گئی اور یہ ظاہر ہے کہ ہم دونوں فریق کا ایک خدا اور ایک رسول ہے اور ہمارا اسلام میں بھی دعویٰ ایک رہا ہے۔ ہم ان سے دربارۂ اعتقادات توحید و رسالت کچھ زیادتی نہیں

عبدالواحد الحنفی

چاہتے اور نہ اس بارہ میں وہ ہم سے کچھ زیادتی کے طالب ہیں۔ بات ایک ہی ہے کہ اختلاف صرف خونِ عثمانؓ کے متعلق تھا حالانکہ ہم اس الزام سے بری ہیں۔ (آفتابِ ہدایت از مولانا کرم الدین صاحب دبیرؒ)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ گشتی چٹھی اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ آپ کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ (صفین) اسلام و کفر کی جنگ نہ تھی۔ دونوں فریق ایک ہی اسلامی عقیدہ رکھتے تھے۔ دونوں توحید و رسالت پر یکساں ایمان رکھتے تھے۔ دونوں اہل ایمان تھے۔ اس جنگ و جدل باہمی کا مبنی دَم (خون) عثمانؓ تھا۔ یعنی حضرت معاویہؓ اور ان کی جماعت اہل شام حضرت عثمان ذالنورین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص کے طالب تھے اور حضرت علیؓ المرتضیٰ اس وقت کے پیچیدہ حالات کے تحت فوری طور پر قصاص لینے میں معذور تھے ورنہ قتل عثمانؓ سے آپ بری الذمہ تھے۔

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ شیعہ علماء کے نزدیک نہج البلاغۃ کے خطبات و مکتوبات لفظ بہ لفظ حضرت علی المرتضیٰؓ ہی کے ہیں جیسا کہ شارحین نہج البلاغۃ نے اس کی تصریح کر دی ہے۔ کیا حضرت علیؓ المرتضیٰ کے اس قطعی فیصلہ کے بعد بھی کوئی شیعہ عالم حضرت امیر معاویہؓ کے ایمان و اسلام میں شک کر سکتا ہے؟

(۲) یہ ایک وقتی اجتہادی نزاع و اختلاف تھا، جس میں اہل السنت و

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

الجماعت کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰؓ کا اجتہاد صحیح و صواب تھا اور حضرت امیر معاویہؓ سے اپنے اجتہاد میں غلطی سرزد ہو گئی تھی اور یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ چھ ماہ بعد اپنی خلافت حقہ سے دستبردار ہو گئے اور اپنا مقبوضہ علاقہ بھی حضرت معاویہؓ کے سپرد کر دیا۔ اور آخر کار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی امام حسنؓ کی طرح حضرت معاویہؓ کی خلافت تسلیم کر لی اور دونوں بھائی (جو جنت کے جوانوں کے سردار ہیں) حضرت معاویہؓ کے بیت المال سے وظائف لیتے رہے۔[1]

مقامِ غور ہے کہ کیا جوانانِ جنت کے سردار کسی مخالف اسلام اور منافق شخص کو اپنی خلافت حقّہ سپرد کر سکتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود شیعہ علماء و مصنفین حضرت معاویہؓ کو معاف نہیں کرتے اور ان کے خلاف جارحانہ کتابیں اور رسائل شائع کرتے رہتے ہیں۔[2]

حافظ عبدالوحید الحنفی خادم اہلسنت

تحکیم کا عہد نامہ: علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں:

امیر المؤمنین حضرت علیؓ بن ابی طالب کے لشکر میں یہ قصہ پیش تھا کہ حضرت عمروؓ بن العاص امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اقرار نامہ لکھنے کو حاضر ہوئے۔

کاتب نے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے بعد امیر المؤمنین علیؓ

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب جلاء العیون مترجم ج ا ص ۲۵۸

[2] ماہنامہ حق چاریارؓ لاہور ج ۵ ش ۱۱ مئی ۱۹۹۳ء ص ۳ تا ۱۰

المرتضیٰ کے فرمانے پر لکھنا شروع کیا:

هٰذَا مَا تَقَاضِیْ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبْ وَ مُعَاوِیَةَ بِنْ اَبِیْ سُفْیَان قَاضی عَلِیّ عَلٰی اَهْلِ الْکُوْفَةَ وَ مَنْ مَّعَهُمْ وَ مُعَاوِیَةَ عَلٰی شَام وَ مَنْ مَّعَهُمْ اِنَّنَا تَنَزل عِنْدَ حُکْم اللهِ وَ کِتَابه وَ اِنْ لَا یَجْمع بَیْنَنَا غَیْرَه وَ اِنْ کِتَابُ اللهِ بَیْنَنَا مِنْ فَاتِحه اِلٰی خَاتِمَة تَحی فَا اَحْیَاءِ وَ نَمِیْت مَا اَمَاتَ مَا فَمَا وَ اجد الحُکْمَان فِیْ کِتَابِ اللهِ وَ هُمَا اَبُوْ مُوْسٰی عَبْدِ اللهِ قَیْس وَ عَمْرو بِنْ اَلْعَاص عَمَلًا بِه وَ مَالَمْ یَجِدَاه فِیْ کِتَاب اللهِ فَالسُّنَّة العَادِ العَادِلَة الْجَامِعَة غَیْر الْمَعْرفَة

ترجمہ: یہ وہ تحریر ہے جس کو علیؓ بن ابی طالب اور معاویہؓ بن ابی سفیانؓ نے باہم بطور اقرار نامہ کے لکھا ہے۔ علیؓ نے اہل کوفہ اور ان لوگوں کی جانب سے جو ان کے ہمراہ تھے، حکم مقرر کیا ہے اور معاویہؓ نے اہل شام اور ان لوگوں کی جانب سے جو ان کے ہمراہ ہیں، حکم مقرر کیا۔ بے شک ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی کتاب کو منحصر علیہ قرار دیتے ہیں۔ اور اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ سوائے اس کے دوسرے کو کوئی دخل نہ ہو گا۔ اور قرآن مجید شروع سے اخیر تک ہمارے درمیان میں ہے۔ ہم زندہ کریں گے، اس کو جس کو اُس نے زندہ کیا ہے اور ماریں گے اُس کو جس کو اُس نے مارا ہے۔ پس جو کچھ حکمتیں کتاب اللہ میں پائیں گے، اس پر

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

عمل کریں گے اور حکم ابو موسیٰ، عبداللہ بن قیسؓ اور عمروؓ بن العاص ہیں اور جو کتاب اللہ میں نہ پائیں گے تو سنت عادلہ جامعہ غیر مختلف فیہا پر عمل کریں گے۔[1]

ان شرائط کے طے ہو جانے پر اہل عراق اور اہل شام کے سر برآوردہ لوگوں نے دستخط کئے۔[2]

حکمین کی مشاورت: ماہِ ربیع الاوّل ۳۸ھ میں دونوں طرف سے چار چار سو افراد دومتہ الجندل میں جمع ہوئے۔

علامہ ابن کثیرؒ (المولود ۷۰۱ھ المتوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

جب حکمین نے ملاقات کی تو انہوں نے مسلمانوں کی مصلحت پر آپس میں مناظرہ کیا اور امور کا اندازہ لگانے میں غور و فکر کیا۔

پھر ان دونوں نے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے معزول کرنے پر اتفاق کر لیا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ امارت کا فیصلہ لوگوں کے مشورے سے ہو، تاکہ وہ ان دونوں میں سے بہتر آدمی یا ان دونوں کے

---

[1] تلخیص "تاریخ ابن خلدون" ج ا رسول اور خلفائے رسول ص ۴۲۱ مولفہ رئیس المؤرخین علامہ عبدالرحمن ابن خلدون (المتوفیٰ ۸۰۸ھ) مطبوعہ نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی

[2] ابن خلدون نے یہ روایت تاریخ طبری سے لی ہے اور تاریخ طبری کی روایت ابو مخنف راوی سے نقل کی گئی ہے۔ یاد رہے کہ ابو مخنف راوی سبائی گروپ سے تعلق رکھتا ہے۔ صحابہؓ دشمنی میں بلوائی اور سبائی بعض مقامات پر ایک ہو جاتے ہیں۔ یہاں سبائی یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مجبوراً حضرت علیؓ نے جنگ بندی کی اور بلوائی حضرت علیؓ کے اس جنگ بندی کے معاہدہ کو تسلیم نہیں کرتے۔

علاوہ کسی اور آدمی پر متفق ہو جائیں۔ تاکہ وہ متفقہ طور پر اپنے لئے امیر کو منتخب کر لیں۔

پھر وہ دونوں لوگوں کے مجمع کے پاس آئے۔ اور حضرت عمروؓ بن العاص حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے سامنے کسی بات میں سبقت نہ کرتے تھے۔ بلکہ تمام امور میں ادب و تعظیم کی وجہ سے انہیں مقدم کرتے تھے۔ آپ نے انہیں کہا: اے ابو موسیٰ! کھڑے ہو کر لوگوں کو وہ بات بتائیے جس پر ہم نے اتفاق کیا ہے۔

پس حضرت ابو موسیٰؓ نے کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کی۔ پھر رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھا۔ پھر فرمایا:

"اے لوگو! ہم نے اس اُمّت کے معاملے میں غور و فکر کیا ہے اور جس امر پر میں نے اور عمروؓ بن عاص نے اتفاق کیا ہے ہم نے اس امت کی بہتری کے لئے اور اس کی پراگندگی کو دور کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی امر نہیں دیکھا اور وہ یہ ہے کہ ہم حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کو معزول کرتے ہیں اور امارت کا معاملہ شوریٰ پر چھوڑ دیتے ہیں اور اس امر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور وہ جسے چاہیں اپنا امیر مقرر کر لیں۔ اور میں نے حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کو معزول کر دیا ہے"۔

پھر وہ ایک طرف ہٹ گئے۔

حافظ عبدالوحید الحنفی خادم اہلسنت

حضرت عمروؓ بن العاص آئے اور ان کی جگہ کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کی۔ پھر فرمایا:

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے جو بات کہی ہے تم نے سُن لی ہے۔ انہوں نے اپنے آقا کو معزول کر دیا ہے اور میں نے بھی انہیں اُن کی طرح معزول کر دیا ہے۔

(۲) اور میں حضرت معاویہؓ کو قائم کرتا ہوں۔ بلا شبہ وہ حضرت عثمانؓ کے مدد گار اور اُن کے خون کے بدلہ کے طالب ہیں۔ اور وہ سب لوگوں سے بڑھ کر ان کی جگہ کھڑے ہونے کے حق دار ہیں۔

حضرت عمروؓ بن العاص [1] نے دیکھا کہ اگر لوگوں کو اس حالت میں بلا امام چھوڑ دیا گیا تو وہ اس سے بھی زیادہ طویل و عریض اختلافات میں پڑ جائیں گے۔ پس انہوں نے اس مصلحت کو دیکھ کر حضرت معاویہؓ کو قائم

---

[1] حضرت عمروؓ بن العاص اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ مہاجرین صحابہؓ میں سے ہیں اور دونوں نے اپنے اجتہاد سے فیصلہ کیا۔ قرآن میں ہمیں مہاجرین صحابہؓ کی پیروی میں رضامندی کی سند دی گئی ہے۔ اس لئے دونوں نے اپنے اجتہاد سے ایک مشترکہ فیصلہ کیا اور حضرت عمروؓ بن العاص نے ساتھ ہی دوسری اضافی رائے کے تحت اجتہادی فیصلہ حضرت امیر معاویہؓ کی تقرری کا بھی سنا دیا تاکہ اُمت ایک لحہ بھی بغیر امام کے نہ رہے۔ اس طرح پوری اُمت کو اب دو اماموں تک اپنے فیصلہ سے محدود کر دیا تاکہ جب تک اُمت کی شوریٰ مشترکہ فیصلہ نہیں کرتی، اُمت میں انتشار نہ ہو۔ چنانچہ حضرت علیؓ المرتضیٰ نے بھی اس فیصلہ کی روشنی میں بعد میں حضرت امیر معاویہؓ سے آئندہ جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر لیا۔ اور پھر حضرت علیؓ المرتضیٰ کے جانشین حضرت امام حسنؓ نے مکمل صلح کر کے پوری اُمت کو ایک امیر کے تحت کر دیا۔ اور حضرت امام حسنؓ و حسینؓ سمیت سب اہل سنت نے حضرت امیر معاویہؓ کی بیعت کر لی۔

کر دیا۔ اور اجتہاد صحیح اور غلط بھی ہو سکتا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۵۷)

حکمین کا فیصلہ: (پہلا اجلاس ربیع الاول ۳۸ھ، دوسرا اجلاس رمضان ۳۸ھ) شہرہ آفاق عربی کتاب تاریخ المسعودی کے شیعہ مصنف ابوالحسن بن حسین بن علی المسعودی (المتوفیٰ ۳۴۶ھ) لکھتے ہیں:

جنگ صفین کے موقع پر جنگ بندی کے بعد حکمین حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص نے جو فیصلہ قلم بند کرایا، اُس کے الفاظ یہ تھے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) ہم دونوں گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ محمد ﷺ اس کے نبی ہیں اور اللہ نے اُنہیں دُنیا میں اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔

(۲) ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ صدیق (رضی اللہ عنہ) خلیفہ رُسول ﷺ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر اپنے آخری وقت تک عمل کرتے رہے۔ اور انہوں نے اس ذمہ داری کا حق جو ان پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے عائد تھا، بحسن و خوبی ادا کیا۔

(۳) ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت عمرؓ فاروق (رضی اللہ عنہ) کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر اپنے آخری وقت تک عمل کرتے رہے

اور انہوں نے اس ذمہ داری کا حق جو ان پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے عائد تھا، بحسن وخوبی ادا کیا۔

(۴) حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کی مجلس شوریٰ اور اُمت مسلمہ کی متفقہ رائے سے امور خلافت سر انجام دینے کے لئے منتخب ہوئے اور تمام مسلمانوں نے فرداً فرداً ان کی بیعت کی۔ وہ بھی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ (رضی اللہ عنہما) کی طرح مومن تھے۔

حکمین کی مشاورت: حضرت عمروؓ بن العاص نے پوچھا: اے بھائی! صرف اتنا بتائیے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بحیثیت مظلوم شہید کیے گئے تھے یا نہیں؟ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے جواب دیا: ہاں! وہ بحیثیت مظلوم شہید کیے گے تھے۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے پوچھا: اچھا! اب بتائیے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص لینے کے لئے ان کا کوئی ولی تقاضا کرے تو وہ حق پر ہو گا یا نہیں؟ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا: یقیناً حق پر ہو گا۔

یہ سُن کر حضرت عمروؓ بن العاص نے فرمایا: تو آپ کاتب سے کہیے کہ وہ لکھے جو آپ تسلیم کرتے ہیں۔ پھر خود ہی کاتب سے یہ لکھنے کے لئے کہا:

(۵) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

بحیثیت مظلوم شہید کیے گئے اور وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے ولی کو ان کے حقوق کا قصاص طلب کرنے کا حق ہے۔

جب حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا اشارہ پا کر کاتب یہ لکھ چکا تو حضرت عمروؓ بن العاص نے کہا: میرے نزدیک حضرت عثمانؓ کے ولی ہیں اور ان کے خون کے قصاص کا طالب (حضرت) معاویہؓ سے بہتر اور کون ہو سکتا ہے؟ یہ کہہ کر حضرت عمروؓ بن العاص نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے پوچھا: یہ بتائیں کہ کوئی شخص کسی کو قتل کر دے اور کوئی شخص اسے قتل کرنے کی کوشش کرے لیکن قتل نہ کر پائے تو دونوں کو قاتل سمجھا جائے گا یا نہیں؟ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا: یقیناً سمجھا جائے گا۔ یہ سُن کر حضرت عمروؓ بن العاص نے کاتب سے یہ لکھنے کے لئے کہا:

(۶) ہم دونوں کے خیال میں مبینہ طور پر جس نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا ہے حضرت معاویہؓ ان کے خون کا قصاص لینے میں حق بجانب ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے کاتب کو روک کر حضرت عمروؓ بن العاص سے فرمایا: اسلام میں مبینہ باتوں پر فیصلہ کرنے کا حکم نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ہم یہاں اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ مسلمانوں میں امن و سلامتی قائم کرنے کا باعث بنیں۔ اور امر خلافت کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ کریں۔ یہ آپ بھی جانتے ہیں کہ اہل عراق حضرت معاویہؓ کو

پسند نہیں کرتے۔ اس لئے وہ بحیثیت امیر المؤمنین انہیں قبول نہیں کریں گے۔ اسی طرح اہل شام حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پسند نہیں کرتے۔ اس لئے وہ بھی انہیں بحیثیت خلیفہ قبول نہیں کریں گے۔

حضرت عمروؓ بن العاص نے پوچھا: پھر اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں کے حق خلافت کے دعویٰ کو ناقابل قبول قرار دیتے ہوئے امور خلافت کی ذمہ داری کسی اور کے سپرد کی جائے۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے پوچھا: آپ کے خیال میں ایسا کون شخص ہو سکتا ہے؟ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا: حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ وہ اور اس کا باپ دونوں صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میرے نزدیک ان سے بہتر کوئی دوسرا شخص خلافت کے لئے موزوں نہیں ہے۔

حضرت عمروؓ بن العاص نے دریافت کیا: حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے بارے میں کیا خیال ہے؟ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا: نہیں۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے اس کے بعد کئی اور نام لیے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ہر نام پر "نہیں" کہتے رہے۔

حضرت عمروؓ بن العاص نے یہ دیکھ کر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے فرمایا: اب آپ کی جو رائے ہے، اس کے بارے میں حاضرین مجلس کے

سامنے کھڑے ہو کر اعلان کر دیجیے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا: بہتر ہے کہ آپ ہی اعلان کر دیں۔

یہ سُن کر حضرت عمروؓ بن العاص نے حاضرین کو یوں مخاطب کیا:

مسلمانو! اہل اسلام میں امن و سکون کی خاطر حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو خلافت کے لئے نا قابل قبول قرار دیا ہے۔ وہ (حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں لیکن اہل شام انہیں بھی قبول نہیں کریں گے۔

حضرت عمروؓ بن العاص نے کسی قدر ٹھہر کر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے پوچھا: کیا آپ اہل شام سے لڑیں گے؟ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا: نہیں۔ یہ سُن کر حضرت عمروؓ بن العاص حاضرین سے دوبارہ یوں مخاطب ہوئے:

میرے خیال میں حضرت معاویہؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بہتر ہیں۔ لہٰذا انہیں کیوں نہ خلیفہ بنایا جائے؟ جب کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ پہلے ہی حضرت علیؓ کو خلافت کے لئے نا قابلِ قبول قرار دے چکے ہیں۔

مجمع کے ایک گوشہ سے بار بار آوازیں آئیں: حضرت معاویہؓ بہتر ہیں۔ یہ سُن کر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر فرمایا: میں نے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں کو نا قابل قبول قرار دیا

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ہے۔ اس لئے میرے خیال میں۔ ابھی حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اپنی بات پوری نہیں کرنے پائے تھے کہ مجلس درہم برہم ہو گئی۔

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص نے حضرت علیؓ و حضرت معاویہؓ دونوں کو اہل اسلام میں امن و سکون کی خاطر اور انہیں آئندہ جنگ و جدل سے بچانے کے لئے نا قابل قبول قرار دے کر فیصلہ مجلس شوریٰ پر چھوڑ دیا تھا۔

ہم نے تحکیم کے بارے میں یہاں مصدقہ باتیں لکھ دیں ہیں۔[1]

حضرت علیؓ المرتضیٰ کا ایثار: حضرت علیؓ المرتضیٰ نے تحکیم کی تجویز قبول کر کے یہ ثابت کیا کہ آپ تفریق نہیں چاہتے تھے۔ آپ خلوص و للّٰہیت کا پیکر تھے۔ اور خلیفہ موعود کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔ لیکن جہاں تک آپ لچک قبول کر سکتے تھے، آپ نے کی۔ مگر جب ثالث حضرات نے ان کے مقابلہ میں حضرت معاویہؓ کو بھی اپنے دائرہ میں منصب خلافت پر فائز کر دیا تو آپ نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔ (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۸۲)

(۲) اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ حضرت امام حسنؓ کی صلح کے بعد حضرت امیر معاویہؓ امام برحق ہیں۔ اور یہ صلح رسول پاک

[1] ماخوذ از تاریخ المسعودی اردو ترجمہ شہرہ آفاق عربی کتاب فروج الذہب و معاون الجواہر مؤلفہ شیعہ مؤرخ ابوالحسن بن حسین بن علی المسعودی (المتوفیٰ ۳۴۵ھ) ج ۲ ص ۳۳۷ ناشر نفیس اکیڈمی اسٹریچن روڈ کراچی سال اشاعت ۱۹۸۵ء

صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عظیم پیش گوئی کے نتیجہ میں نصیب ہوئی ہے:

اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ لَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ الْفِئَتَیْنِ الْعَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (صحیح بخاری)

ترجمہ: یہ میرا بیٹا (حضرت حسنؓ) سردار ہے اور اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادے گا۔

اس سے حضرت حسنؓ کی بھی خصوصی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اور امام حسنؓ کا یہ بڑا ایثار ہے۔ ورنہ اگر حضرت حسنؓ صلح کر کے اپنی خلافت حضرت معاویہؓ کے سپرد نہ کرتے اور مقابلے میں قائم رہتے تو حضرت امیر معاویہؓ کو وہ کامیابیاں نصیب نہ ہوسکتی تھیں جو صلح کے بعد حاصل ہوئیں۔ (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۸۹)

حضرت امیر معاویہؓ کا مقام: حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

حضرت امیر معاویہؓ چونکہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک مجتہد ہیں۔ انہوں نے یہ اختلاف کسی نفسانی خواہش کی بنا پر نہیں کیا تھا۔ البتہ اس بارے میں ان سے اجتہادی غلطی ہوگئی ہے۔ جس میں وہ معذور تھے اور اس پر بھی ان کو ایک اجر ملے گا۔ (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۹۰)

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ارشاد: حضرت مجدد الف ثانیؒ امام ابن حزمؒ (المتوفیٰ ۴۵۶ھ) کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اَلصَّحَابَہ کُلُّھُمْ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ قَطْعًا (رسالہ رد الروافض ص ۱۴)

ترجمہ: تمام صحابہ قطعاً جنتی ہیں۔ (بحوالہ الفصل فی الملل والنحل ج ۴ ص ۱۴۸)

آیت: **یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ** (سورۃ التحریم آیت ۸)

ترجمہ: قیامت کے دن نہیں رسوا کرے گا اللہ نبی ﷺ اور اُن لوگوں کو جو ایمان لائے، ان کے ساتھ ان کا نور ہو گا کہ دوڑے گا سامنے اُن کے اور داہنے اُن کے۔

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ اس آیت کے ترجمہ و تشریح میں لکھتے ہیں:

یہ اس بات کو بتاتا ہے کہ ان کو آخرت میں کچھ عذاب نہ ہو گا۔ اور بعد وفات پیغمبر ﷺ کے نور ان کا نہ مٹے گا، نہ زائل ہو گا۔ اور اگر نور حبط (ضائع) ہو جائے اور جاتا رہے تو قیامت میں کیوں کر ان کے کام آئے۔ (تحفہ اثنا عشریہ مترجم ج ۲ ص ۲۰۳)

بہر حال جو شخص حضرت امیر معاویہؓ کو صحابی مانتا ہے۔ اس آیت کے تحت اس کا یہی عقیدہ ہونا چاہیے کہ حضرت امیر معاویہؓ بھی سیدھے جنت میں جائیں گے۔ اور دوزخ کی آگ ان کو چھو بھی نہیں سکتی۔

(دفاع حضرت معاویہؓ ص ۱۵۱ مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ)

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں گروہ مومن تھے: حضرت

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

علیؓ المرتضیٰ سے جنگ کرنے والا گروہ بھی مومن ہے، نہ کہ کافر۔ اور خود قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں کو مومنین قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا

ترجمہ: اور اگر دو فریق مومنوں کے آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح (ملاپ) کرادو۔ (پ۲۶ سورۃ الحجرات رکوع اوّل)

اصل اختلاف مطالبہ قصاص عثمانؓ تھا: حضرت معاویہؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ ان حالات میں معذور تھے۔ اور یہ بھی ملحوظ رکھیں کہ حضرت معاویہؓ کی طرف سے اصل اختلاف حضرت عثمانؓ ذوالنورین کا قصاص لینے یا نہ لینے پر مبنی تھا۔ چنانچہ امام غزالیؒ اور دوسرے محققین نے یہی فرمایا ہے۔ (خارجی فتنہ حصہ اول ص۵۸۳ مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ)

حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ سے خلافت میں نزاع نہیں کیا:

مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

حضرت امیر معاویہؓ کی استنباطی خلافت کا تعلق بھی حضرت علیؓ المرتضیٰ کی خلافت کے بعد کے دور سے ہے۔ کیوں کہ حضرت علیؓ المرتضیٰ کے دور خلافت میں اور کوئی خلافت کا مستحق نہیں تھا۔ اور خود حضرت معاویہؓ نے بھی حضرت علیؓ المرتضیٰ کی خلافت سے کوئی نزاع نہیں کیا تھا۔ بلکہ آپ کا اور دوسرے صحابہ کرامؓ کا مطالبہ صرف حضرت

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

عثمانؓ ذوالنورین کے قاتلین سے قصاص لینے کا تھا۔

البتہ حکمین کے فیصلہ کے بعد آپ نے اپنی خلافت کا اعلان کیا۔

لیکن اس میں حکمین سے بھی اجتہادی خطا کا صدور ہوا تھا۔ جیسا کہ اس کی مفصل بحث (کتاب) خارجی فتنہ حصہ اوّل میں کر دی گئی ہے۔

(دفاع حضرت معاویہؓ ص ۱۱۵ مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ)

حضرت علیؓ المرتضیٰ اور حضرت معاویہؓ میں محبت تھی

(۱) امام بن عساکر نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے:

وہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا اور ان کے پاس ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور معاویہؓ بھی تھے۔ اچانک حضرت علیؓ تشریف لائے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت معاویہؓ سے فرمایا: کیا تم علیؓ سے محبت کرتے ہو؟

حضرت معاویہؓ نے عرض کیا: جی ہاں!

فرمایا: تمہارے درمیان تھوڑا عرصہ رنجش ہو گی۔

حضرت معاویہؓ نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! اس کے بعد کیا ہو گا؟

فرمایا: اللہ کا عفو اور اس کی رضا۔

حضرت معاویہؓ نے کہا: ہم اللہ کی قضا پر راضی ہیں۔

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

خادم اہل سنت حافظ عبدالوحید الحنفی

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ (البقرہ آیت ۲۵۳)

اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو وہ لوگ باہم قتل و قتال نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں، وہی کرتے ہیں۔

(تفسیر درِ منثور جلال الدین سیوطی ج۱ ص۸۳۰)

وہ اختلاف اجتہاد اور اعلاء حق پر مبنی تھا: (۲) اصحابؓ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے درمیان جو اختلاف واقع ہوا ہے، وہ خواہش نفسانی کی وجہ سے نہ تھا۔ کیوں کہ ان کے شریف نفسوں کا تزکیہ ہو چکا تھا اور وہ امارہ سے مطمئنہ ہو گئے تھے۔

ان کی خواہش شریعت کے تابع ہو چکی تھی۔ بلکہ وہ اختلاف اجتہاد اور اعلائے حق پر مبنی تھا۔ ان میں سے جس سے اجتہادی خطا صادر ہوئی ہے، وہ بھی ایک درجہ ثواب رکھتا ہے۔ اور جس کا اجتہاد صحیح ہو گا، اس کے لئے دو درجہ ثواب ہے۔

پس زبان کو ان کے گلہ سے روکنا چاہیے اور سب کا ذکر نیکی سے کرنا چاہیے۔ (مکتوبات مجدد الف ثانیؒ ج۱ مکتوب ۸۰)

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان مصالحت: جنگ صفین کے بعد تحکیم میں ناکامی کی صورت میں اہل شام نے حضرت امیر معاویہؓ کو اپنا امیر بنا لیا۔

اس چیز کے بعد حضرت علیؓ المرتضیٰ کے ماتحت بعض علاقوں میں

شورشیں ہوتی رہیں۔

دونوں حضرات، حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ میں باہم صلح کے لئے مراسلت اور مکاتبت کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر کار ۴۰ھ میں ان دونوں حضرات کے درمیان درج ذیل نکات پر صلح ہو گئی، جس کو معاہدہ جنگ بندی کہا جا سکتا ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ المرتضیٰ کو تحریر کیا: اگر آپ چاہیں تو ایسا کر لیں کہ عراق کی حکومت آپ کے حصہ میں ہو اور شام کی میرے حصہ میں تاکہ اس اُمت سے تلوار رُک جائے اور مسلمانوں کے خون نہ بہیں۔ اس پر حضرت علیؓ راضی ہو گئے۔ حضرت معاویہؓ کے لشکر شام اور اس کے گردونواح کی دیکھ بھال کرتے اور حضرت علیؓ ملک عراق اور اس کے گردونواح کا انتظام کرتے۔ (تاریخ طبری ج ۳ باب ۲۳ ص ۳۴۶)

اسلامی حکومت کی دو حصوں میں تقسیم فریقین کا باہمی معاہدہ

(۱) ملک عراق اور اس کے ملحقات حضرت علیؓ المرتضیٰ کے تحت الحکم ہوں گے۔

(۲) ملک شام اور اس کے ملحقات حضرت امیر معاویہؓ کے ماتحت ہو گے۔

(۳) کوئی فریق دوسرے فریق کے علاقہ پر فوج کشی اور غارت گری نہیں کرے گا۔

(۴) ہر دو فریق ایک دوسرے کے خلاف قتال کرنے سے گریز کریں گے۔

فریقین کے درمیان اس معاملہ پر پختہ عہد ہو گیا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس مصالحت کے شاہد تھے۔ جیسا کہ ابنِ جریر الطبری نے مصالحت ہذا کو نقل کیا ہے۔(تاریخ ابن جریر طبری ج ۳ تحت ۴۰ھ والبدائیہ لابن کثیر)

تین خارجیوں میں عہد و پیمان: لوگوں نے بیان کیا کہ خوارج میں سے تین آدمی نامزد کئے گئے۔ عبدالرحمن بن ملجم المرادی جو قبیلہ جمیر میں سے تھا۔ اس کا شمار قبیلہ مراد میں تھا۔ جو کندہ کے بنی جبلہ کا حلیف تھا۔ البرک بن عبداللہ التمیمی اور عمرو بن بکیر التمیمی۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

یہ تینوں مکے میں جمع ہوئے۔ انہوں نے یہ عہد و پیمان کیا ان تینوں آدمیوں کو ضرور ضرور قتل کر دیں گے۔ علیؓ بن ابی طالب، معاویہؓ بن ابی سفیان اور عمروؓ بن العاص۔

عبدالرحمن بن ملجم نے کہا کہ میں علیؓ بن ابی طالب کے لئے تیار ہوں۔ البرک نے کہا کہ میں معاویہؓ کے لئے تیار ہوں اور عمرو بن بکیر نے کہا کہ میں تم کو عمروؓ بن العاص سے کفایت کروں گا۔

انہوں نے اس پر باہم عہد و پیمان کر لیا اور ایک نے دوسرے کو بھروسا دلا دیا کہ وہ اپنے نامزد ساتھی کے کار خیر (قتل) سے باز نہ رہے گا۔ اور اس کے پاس روانہ ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ اسے قتل کر

دے گا۔ یا اس کے لئے اپنی جان دے دے گا۔

انہوں نے باہم ۱۷ رمضان ۴۰ھ میعاد مقرر کرلی۔ اور ہر شخص اس شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جس میں اس کا ساتھی (یعنی وہ شخص جسے وہ قتل کرنا چاہتا تھا) موجود تھا۔ (طبقات ابن سعد ج ۳)

حضرت علیؓ پر حملہ: حضرت امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ اتنے میں ابن النباح موذّن آئے۔ انہوں نے کہا کہ نماز (تیار ہے)۔ میں نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا، تو وہ کھڑے ہو کر اس طرح چلنے لگے کہ ابن النباح ان کے آگے تھے اور میں پیچھے۔ جب دروازے سے باہر ہو گئے تو انہوں نے ندا دی کہ اے لوگو! نماز نماز۔ اسی طرح وہ ہر روز کیا کرتے تھے۔ جب نکلتے تو ہمراہ ان کا درّہ ہوتا اور لوگوں کو جگایا کرتے تھے۔

دو آدمیوں نے انہیں روکا۔ کسی ایسے شخص نے جو وہاں موجود تھا، کہا کہ میں نے تلوار کی چمک دیکھی۔ اور کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا: ''اے علیؓ! حکم اللہ ہی کے لئے ہے، نہ کہ تمہارے لئے۔'' میں نے دوسری تلوار دیکھی۔ پھر دونوں نے مل کر مارا۔ عبدالرحمن ابن ملجم کی تلوار پیشانی سے سر تک لگ کر اُن کے بھیجے تک پہنچ گئی۔ لیکن شیب کی تلوار، وہ محراب میں پڑی۔

قاتل کی گرفتاری کا حکم: میں نے حضرت علیؓ کو کہتے سنا کہ یہ آدمی ہرگز تم سے چھوٹنے نہ پائے۔ لوگ ہر طرف سے اُن دونوں پر ٹوٹ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

پڑے، مگر شیب بچ کر نکل گیا۔ عبدالرحمن بن ملجم گرفتار کرلیا گیا۔ اور اسے علیؓ کے پاس پہنچادیا گیا۔

خلیفہ کو نامزد کرنے کی رائے: ان لوگوں نے کہا کہ ہم پر کسی کو خلیفہ بنا دیجیے۔ تو انہوں نے کہا: نہیں، میں تمہیں اس چیز کی طرف چھوڑدوں گا، جس کی طرف تمہیں رسول اللہ ﷺ نے چھوڑا ہے۔

اُن لوگوں نے کہا کہ پھر آپ اپنے ربّ سے کیا کہیں گے؟ جب اس کے پاس حاضر ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ میں کہوں گا: اے اللہ! میں نے تجھی کو ان لوگوں میں چھوڑ دیا۔ اگر تو چاہے تو انہیں درست کردے اور چاہے تو انہیں تباہ کردے۔ (طبقات ابن سعد ج ۳)

حضرت علیؓ کی شہادت: حضرت علیؓ جمعہ کے دن اور ہفتہ کی شب کو زندہ رہے۔ شب یک شنبہ ۱۹ رمضان ۴۰ھ کو اُن کی شہادت ہو گئی (رضی اللہ عنہ)۔ حسنؓ، حسینؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ نے انہیں غسل دیا اور تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ جن میں کرتا نہ تھا۔ (طبقات ابن سعد ج ۳)

حضرت علیؓ المرتضیٰ کا دورِ خلافت سُنّی موقف

حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

حضرت علی المرتضیٰؓ کے دورِ خلافت میں باہمی جو نزاعات ہوئے ہیں، وہ بھی فروعی اور اجتہادی ہیں۔ اصحابِؓ رسول اللہ ﷺ میں دینی اصولی اختلاف بالکل نہیں ہوا اور سیاسی اجتہادی اختلافات میں جمہور اہل

سنت والجماعت کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا موقف حق اور صواب تھا اور فریق ثانی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خطا پر تھے۔ لیکن یہ خطا چونکہ اجتہادی تھی، اس لئے آپ پر طعن و تشنیع جائز نہیں ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ صحابی اور کاتب وحی ہیں۔ آپ کی نیت پر شبہہ نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے بھی آپ سے خلافت کی بیعت کر لی تھی۔ اور پھر ساری عمر (یعنی امام حسنؓ دس سال اور امام حسینؓ تقریباً بیس سال تک) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قائم کردہ بیت المال سے لاکھوں کی تعداد میں وظیفہ وصول کرتے رہے۔ حالانکہ حسب ارشاد رسالت حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

ان کی عظمت شان اہل السنت والجماعت کے نزدیک مسلم ہے۔

اگر وہ حضرت امیر معاویہؓ کو کتاب و سنت کا مخالف پاتے تو حضرت حسنؓ اپنی اس خلافت حقہ سے کبھی بھی دستبردار نہ ہوتے جو ان کو خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰؓ کے بعد ملی تھی۔ حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ کی یہ تاریخی صلح دراصل حضور خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی حسب ذیل پیش گوئی پر مبنی تھی کہ:

اِنَّ ابۡنِی ھٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰہَ اَنۡ یُّصۡلِحَ بِہٖ بَیۡنَ الۡفِئَتَیۡنِ الۡعَظِیۡمَتَیۡنِ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

مِنَ الْمُسْلِمِيْن (صحیح بخاری باب ۴۵۶ حدیث ۹۳۳)

ترجمہ: تحقیق میرا یہ بیٹا (یعنی حضرت حسنؓ) سردار ہے۔ اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو با عظمت گروہوں میں صلح کرا دے گا۔

اور صلح کی بعد میں جو صورت ظہور پذیر ہوئی ہے، اس کی بنا پر حضرت امیر معاویہؓ کی دینی عظمت دوبالا ہو جاتی ہے۔ اور کوئی با شعور اور مخلص مسلمان آپ پر کیچڑ اچھالنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ (دفاع حضرت امیر معاویہؓ مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ)

حضرت حسنؓ کی خلافت

کوفے میں حضرت علیؓ کی وفات کے دو روز بعد ماہ رمضان ۴۰ ہجری میں ان کے فرزند اکبر حضرت حسنؓ کی بیعت کی گئی۔

(مروج الذہب مسعودی حصہ دوم ص ۳۶۳)

شیعہ مؤرخ مسعودی لکھتے ہیں:

خلافت جناب حسنؓ اور صلح حسنؓ و معاویہؓ کے سلسلے میں جو مصدقہ روایات میری نظر سے گزری ہیں، ان سے دورِ خلافتِ راشدہؓ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادِ گرامی کی بھی تصدیق ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا تھا: ”میرے بعد خلافت ۳۰ سال رہے گی۔“

رسول اللہ ﷺ کے مندرجہ بالا ارشاد گرامی کی روشنی میں حساب

لگایا جائے تو خلافت ابو بکرؓ کے آغاز خلافت سے لے کر جناب حسنؓ کے اختتام خلافت تک تیس سال بنتے ہیں۔ جس کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

(۱)	خلافت ابو بکرؓ	دو سال	تین مہینے	دس دن
(۲)	خلافت عمرؓ	دس سال	چھ مہینے	آٹھ دِن
(۳)	خلافت عثمانؓ	گیارہ سال	گیارہ مہینے	اٹھارہ دِن
(۴)	خلافت علیؓ	چار سال	نو مہینے	تین دِن
(۵)	خلافت حسنؓ		پانچ مہینے	اکیس دِن
	کل میزان:	تیس سال		

(مروج الذہب تاریخ مسعودی حصہ دوم ص ۳۶۵)

حضرت حسنؓ و معاویہؓ کی صلح کی خبر

مسعودی لکھتے ہیں: روایت یہ ہے کہ جب حضرت حسنؓ کی طرف سے صلح نامے کی منظوری کی خبر معاویہؓ کو پہنچی تو انہوں نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ ان کو دیکھ کر اہل خضراء نے بھی وہی نعرہ لگایا تو اس وقت مسجد میں موجود نمازیوں نے بھی نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ ان نعروں کی آواز سُن کر فاختہ بنت قرظہ حیران ہوتی ہوئی گھر سے نکلی اور حضرت معاویہؓ سے کہا:

یا امیر المومنین! اللہ آپ کو خوش رکھے، ایسی کیا خبر آئی ہے جس سے آپ اس قدر مسرت کا اظہار فرما رہے ہیں؟ فاختہ کے سوال کا جواب حضرت معاویہؓ نے یہ دیا: حضرت حسنؓ نے ہم سے صلح کر

لی ہے اور ہماری اطاعت پر راضی ہو گئے ہیں۔ یہ بہت بڑی خوش خبری ہے۔

یہ سُن کر فاختہ بنت قرظہ نے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث پڑھی:

"میرا یہ بیٹا جو اہل جنت کا سردار ہے، اللہ کے حکم سے دو حریفوں میں صلح کرائے گا۔"

پھر بولی: الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے دو حریفوں میں سے ایک حریف کے ذریعے دو مخالف گروہوں میں صلح کرادی ہے۔

(مروج الذہب مسعودی حصہ دوم ص ۳۶۷)

(۲) ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب جناب حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ سے صلح کی تو حضرت معاویہؓ خود بھی کوفہ میں موجود تھے۔ حضرت عمروؓ بن عاص نے ان سے کہا: آپ حضرت حسنؓ سے فرمائیں کہ وہ لوگوں کو خطبہ دیں اور وہ آپ سے پہلے لوگوں کو مخاطب کر کے صلح کی وضاحت کریں اور انہیں بتائیں کہ انہوں نے (یعنی حضرت حسنؓ نے) آپ کی بیعت کر کے آپ کی اطاعت پر آمادگی کا اظہار کر دیا ہے۔ حضرت معاویہؓ یہ سُن کر لوگوں سے مخاطب ہوئے، جس کے بعد حضرت معاویہؓ نے حضرت حسنؓ سے لوگوں کو خطاب کرنے کی درخواست کی۔

جناب حسن رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ سے، جو صلح کی وجہ سے آپ سے

کشیدہ تھے، حمد وثنا کے بعد یوں فی البدیہہ خطاب فرمایا:

”لوگو! ہم میں سے پہلے فرد نے تمہارے لیے سامان ہدایت فراہم کیا اور آخری شخص نے تمہارے لیے خون کا تحفظ کیا۔ حکومت عارضی ہوتی ہے اور دُنیا آنی جانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا:

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ وَاِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ۝ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ۝ وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝

(پ۱۷ سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۹ تا ۱۱۱)

ترجمہ: پھر اگر وہ لوگ سرتابی کریں تو آپ فرما دیجیے کہ میں تو صاف اطلاع کر چکا ہوں اور میں یہ جانتا نہیں کہ جس کا تم سے وعدہ ہوا ہے، آیا وہ قریب ہے یا دور دراز ہے۔ اللہ تعالیٰ کو پکار کر کہی ہوئی بات کی بھی خبر ہے اور جو تم دِل میں رکھتے ہو، اس کی بھی خبر ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ شاید وہ تمہارے لیے امتحان ہو اور ایک وقت تک فائدہ پہنچانا ہو۔

قرآن کی یہ آیت تلاوت کر کے آپ نے اہل کوفہ سے فرمایا:

”اے اہل کوفہ! میں نے معاویہؓ کی بیعت کر لی ہے۔ اب تم انہیں کی بات سنو اور انہیں کی اطاعت کرو۔“

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

جب اہل کوفہ کو جناب حسنؓ کی طرف سے حضرت معاویہؓ کے ساتھ صلح کا یقین ہو گیا تو کچھ لوگوں نے آپ کے خیمے میں شگاف کیا۔ اس میں سے گزر کر آپ کے بستر تک پہنچے اور ان میں سے ایک شخص نے آپ کے شکم میں خنجر گھونپ دیا۔ (مروج الذہب حصہ دوم مولفہ ابو الحسن المسعودی ص ۳۶۸)

شیعہ مؤرخ یعقوبی لکھتے ہیں:

آپ نے صلح قبول کر لی۔ پس فوج مضطرب ہو گئی اور لوگوں نے ان کے صدق میں شک نہ کیا۔ پس انہوں نے حضرت حسنؓ پر حملہ کر دیا اور ان کے خیموں کو سامان سمیت لوٹ لیا۔ اور حضرت حسنؓ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر مظلم ساباط میں چلے گئے۔ اور جراح بن سنان اسدی نے کمین لگائی اور کدال سے آپ کی ران میں زخم کر دیا۔ آپ نے جراح بن سنان کو پکڑ لیا۔ پھر اُسے مروڑا اور اس کی گردن توڑ دی۔ اور حضرت حسنؓ کو مدائن کی طرف لایا گیا۔ اور آپ کا بہت خون بہہ گیا اور آپ کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا۔

حضرت امیر معاویہؓ عراق آئے اور امر خلافت پر غالب آ گئے اور حضرت حسنؓ شدید بیمار تھے۔ آپ نے حضرت معاویہؓ سے صلح کر لی۔ اور حضرت حسنؓ نے منبر پر چڑھ کر اللہ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا:

"اے لوگو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پہلے آدمی کے ذریعے

تمہیں ہدایت دی ہے اور ہمارے آخری آدمی کے ذریعے تمہارے خون کو گرنے سے بچایا ہے اور میں نے حضرت معاویہؓ سے صلح کر لی ہے۔" (تاریخ الیعقوبی ج ۲ ص ۲۵۵ مولفہ احمد بن یعقوب)

حاصل یہ ہوا کہ حضرت امام حسنؓ نے حضور ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کر کے اُن کی بیعت کر لی۔ اہل السنت والجماعت نے بھی آپ کی اتباع میں حضرت امیر معاویہؓ کی بیعت کر لی۔ لیکن بلوائی، سبائی اُن سے الگ ہو گئے اور صلح کے مخالف ہو گئے۔

کوفہ میں حضرت امیر معاویہؓ کا داخلہ

کوفہ میں حضرت امیر معاویہؓ کا داخلہ ۲۵ ربیع الاول یا جمادی الاول ۴۱ھ کو ہوا۔ (تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۷)

قریش کے پانچ مدبرین

اس فتنہ آشوب زمانہ میں پانچ شخص بڑے مدبر مشہور تھے۔ لوگ کہا کرتے تھے کہ عرب کے بڑے مدبر (۱) حضرت معاویہؓ بن ابو سفیان (۲) حضرت عمرو بن عاصؓ (۳) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ (۴) حضرت قیس بن سعدؓ (۵) حضرت عبداللہؓ بن بدیل خزاعی ہیں۔ ان مدبرین میں سے حضرت قیسؓ بن سعد اور حضرت عبداللہؓ بن بدیل حضرت علیؓ المرتضیٰ کے لشکر میں تھے اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور حضرت عمروؓ بن

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

عاص حضرت امیر معاویہؓ کے لشکر میں تھے۔ (تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۷)

قیس بن سعد کی حضرت امیر معاویہؓ سے مصالحت

۴۰ھ میں حضرت حسنؓ بن علیؓ سے خلافت کی جب بیعت ہوئی۔ سب سے پہلے حضرت قیسؓ بن سعد نے یہ کہہ کر بیعت کی کہ اپنا ہاتھ بڑھائیں میں آپ سے اللہ عزوجل کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت اور مخالفین سے جنگ کرنے پر بیعت کرتا ہوں۔

حضرت حسنؓ نے کہا کہ "کتاب اور نبی کی سنت" پر کہ یہی سب شرطوں پر شامل ہے۔ قیسؓ بن سعد نے بیعت کرلی اور کچھ نہ کہا پھر اور لوگوں نے بیعت کی۔ (تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۳)

حافظ عبدالوحید الحنفی خادم اہلسنت

(۲) حضرت علی المرتضیٰؓ کے لشکر عراق پر جو آذر بائیجان اور اصفیان سے تعلق رکھتا تھا اور اس خاص لشکر پر جو اہل عرب نے ترتیب دیا تھا اور چالیس ہزار افراد جس میں شامل تھے۔ جنہوں نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے موت پر بیعت کی تھی۔

حضرت علی المرتضیٰؓ نے اس لشکر پر امیر حضرت قیسؓ بن سعد کو مقرر کیا ہوا تھا۔

جب اہل عراق نے حضرت حسنؓ بن علیؓ کو خلیفہ مقرر کیا اور حضرت حسن بن علیؓ جنگ کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ

جو کچھ ممکن ہو سکے حضرت معاویہؓ سے منوا کر ان کی جماعت میں شامل ہو جائیں۔ اُن کے خیال میں یہ تھا کہ شاید حضرت قیسؓ بن سعد ان کی رائے سے اتفاق نہ کریں گے۔ اس لیے ان کو معزول کر کے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو امیر لشکر مقرر کر دیا۔ حضرت ابن عباسؓ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت حسن بن علیؓ مصالحت چاہتے ہیں۔ تو انہوں نے خط لکھ کر حضرت امیر معاویہؓ سے امان طلب کر لی حضرت امیر معاویہؓ نے ان کی شرائط کو منظور کر لیا۔

(۳) حضرت امام حسن بن علیؓ کی حضرت امیر معاویہؓ سے مصالحت ہو گئی اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی امان طلب کر کے اپنی شرائط حضرت امیر معاویہؓ کو لکھیں تو حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی شرائط کو بھی منظور کر لیا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے بیعت کر لی۔

اس خاص لشکر کے لوگوں نے حضرت قیسؓ بن سعد کو اپنا امیر بنا لیا اس لشکر میں اس وقت بارہ ہزار افراد تھے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت قیسؓ بن سعد کے پاس ایلچی روانہ کیا اور لکھا کہ حضرت حسن بن علیؓ نے مجھ سے مصالحت کر کے بیعت کر لی ہے حضرت امیر معاویہؓ نے ان کی طرف ایک کاغذ پر مہر کر کے بھیجا اور کہا کہ جو کچھ تمہارا دل چاہے اس کاغذ پر لکھ لو۔ مجھے سب منظور ہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت قیسؓ نے اپنے لیے اور اپنے لشکر کے لیے جو حضرت علی المرتضیٰؓ کے ساتھ تھے سب کے لیے، جو کچھ ان کے ہاتھوں سے قتل کا وقوع ہوا یا جو مال ان کے ہاتھ لگا، ان میں امان طلب کی اور اس عہد نامہ میں حضرت امیر معاویہؓ سے مال کی مطلق خواہش نہ کی اور حضرت امیر معاویہؓ نے جو کچھ اُن کی خواہش تھی سب کو منظور کر لیا۔ اور حضرت قیسؓ بن سعد کے لشکر کے سب افراد حضرت امیر معاویہؓ کے حلقہ اطاعت میں شامل ہو گئے۔ (تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۷)

خوارج سے امیر معاویہؓ کے لشکروں کی جنگیں

جب حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت امام حسنؓ کی صلح ہو گئی تو مشرق و مغرب کی حکومتوں نے آپ سے عہد و پیمان لیے اور افتراق کے بعد ایک امیر پر اتفاق کرنے کی وجہ سے اس سال کا نام عام الجماعۃ رکھا گیا۔

مہم (۱) معقل بن قیس کی خوارج سے جنگ

خوارج کی ایک پارٹی نے جو تقریباً (۵۰۰) پانچ سو افراد تھے آپ کے خلاف بغاوت کرنے لیے جمع ہوئے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ان کی سرکوبی کے لیے ایک فوج بھیجی۔ اور ان کی بغاوت کو کچل دیا۔ یہ جنگ ۴۳ھ میں خوارج اور کوفی فوج کے درمیان لڑی گئی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے معقل بن قیس کی سرگردگی میں تین ہزار فوج ان کے مقابلہ

کے لیے روانہ کی۔ اور خوارج کی تحریک کو ناکام بنایا۔[1]

مہم (۲) کوفہ کے خوارج سے جنگ

حضرت امیر معاویہؓ جب کوفہ کے علاقہ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ کوفہ کے مضافات میں "نخیلہ" کے مقام پر خارجیوں کا ایک گروہ عبداللہ بن ابی الحوساء خارجی کی سرکردگی میں مرکز خلافت کے خلاف شورش برپا کیے ہوئے ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اس شورش کو فرو کرنے کے لیے خالد بن عرفطہ عذری کو اہل کوفہ کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ فرمایا۔ انہوں نے خارجیوں سے مقابلہ کیا اور ان کے رئیس ابن ابی الحسوسا کو جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں قتل کر کے اس بغاوت کو فرد کیا۔[2]

مہم (۳) بصرہ کے خوارج سے جنگ

بصرہ کے قریب ایک مشہور پل تھا۔ اس کے نواح میں خارجیوں کے ایک گروہ نے سہم بن غالب ہجیمی اور خطیم باہلی کی سرگردگی میں صحابی رسول ﷺ عبادہؓ بن قرص لیثی کو معارضہ کر کے شہید کر دیا۔ اس وقت بصرہ کے حاکم عبداللہ بن عامرؓ تھے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کی جانب سے عبداللہ بن عامرؓ ان خارجیوں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے۔

---

[1] تاریخ الکامل (ابن اثیر جزری) ص ۲۰۶ ج ۳ تحت سنہ ۴۱۔ سیرت امیر معاویہؓ ص ۲۴۱۔

[2] تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۸۸ ج ۱ تحت سنہ ۴۶ھ۔ سیرت امیر معاویہؓ معاویہ مؤلفہ نافع ص ۲۴۱۔

عبداللہ بن عامر، اپنی جماعت کے ساتھ جب ان کے پاس پہنچے تو خارجیوں سے معارضہ ہوا، خارجیوں کے بعض شریر عناصر قتل ہوگئے۔ مگر سہم اور خطیم مذکور نے امان طلب کرلی، عبداللہ بن عامر نے ان کو امان دے دی اور اس طرح اس فتنہ کو ناکام کر دیا۔[1]

دورِ خلافت حضرت امیر معاویہؓ کی فتوحات ومہمات

مہم (۴) کابل (افغانستان) کی فتح

حضرت امیر معاویہؓ کی صلح حضرت امام حسنؓ کے بعد فتوحات کا دوبارہ سلسلہ شروع ہوا۔

عبداللہ بن عامرؓ نے ۴۳ھ میں اپنی طرف سے عبدالرحمن بن سمرہؓ کو سجستان کا والی مقرر کر کے روانہ کیا اور پولیس کی افسری عباد بن الحصین کو دی اور عمر بن عبداللہ بن معمر جیسے اشراف کو ان کے ہمراہ کر دیا اس اطراف میں چوں کہ بغاوت پھوٹ پڑی تھی، عبدالرحمن و عباد فتح کرتے ہوئے داخل ہوئے اور اکثر شہروں کو فتح کر لیا۔ اس طرح رفتہ رفتہ کابل تک پہنچے، اور کابل کا مہینوں محاصرہ کیا، منجنیق نصب کیں سنگباری کرتے رہے۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ شہر کی حفاظتی فصیل کا ایک

---

[1] تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۸۸ ج ا تحت سنہ ۴۱ھ

حصہ ٹوٹ گیا۔ مشرکین اس کی تعمیر نہ کر سکے، تمام رات عباد بن الحصین مع اپنی فوج کے پہرہ دیتے رہے۔ صبح کے وقت مشرکین نے شہر سے نکل کر مقابلہ کیا۔ مسلمانوں نے پہلے ہی حملہ میں پسپا کر کے شہر پر بزور تیغ قبضہ کر لیا۔

مہم (۵) نسف کی فتح

بعد ازاں "نسف" کی طرف بڑھے اور اس پر بھی لڑ کر قبضہ کر لیا اور "خشک" پر جا پہنچے۔

مہم (۶) خشک کی فتح

اہل خشک نے مصالحت کر لی۔ اس طرح خشک فتح ہو گیا۔

مہم (۷) رخج کی فتح

پھر مسلمانوں نے رخج پر جا کر لڑائی کا نیزہ گاڑا، لڑائی ہوئی بالآخر اس کو بھی فتح کر لیا۔

مہم (۸) زابلستان غزنی کی فتح

رخج کو فتح کرنے کے بعد مسلمانوں نے زابلستان (غزنی) کا رخ کیا اس کو اور اس کے مضافات کو بھی فتح کر لیا اس دوران کابل میں بغاوت ہو چکی تھی چناں چہ عبدالرحمنؓ بن سمرہ نے ان کی پر جوش بغاوت کو فرو کر کے دوبارہ کابل کو فتح کر لیا۔ (تاریخ ابن خلدون جلد دوم ص ۴۷۹)

مہم (۹) قیقان کی فتح

حضرت امیر معاویہؓ نے ہندوستان کی سرحد پر عبدالرحمنؓ بن سوار عبدی کو متعین کیا تھا۔ انہوں نے تیعان (قیقان) فوج کشی کر کے اس کو فتح کر لیا اور بہت سامال غنیمت ہاتھ آیا۔ اور خود ہی وفد کے ہمراہ ہو کر حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور قیقان گھوڑے ہدیہ پیش کیے پھر رخصت ہو کر قیقان کی طرف گئے، اہل قیقان نے ترکوں سے مدد حاصل کر کے اپنی قوت سنبھال لی تھی۔ بہت سخت لڑائی ہوئی۔ آخر الامر اسی لڑائی میں شہید ہو گئے۔ یہ نہایت کریم اور بے حد سخی تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان سے زیادہ کوئی شخص اپنے لشکر میں آگ بند روشن نہ کرتا تھا۔[1] (تاریخ ابن خلدون جلد دوم ص ۷۹)

بلادروم کی مہمات وفتوحات

روم کے علاقہ میں حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت میں قریباً ۱۶ غزوات کیے گئے۔[2]

حضرت امیر معاویہؓ نے اسلامی لشکر ۴۲ھ میں بلاد روم کی فتوحات کے لیے روانہ کیے۔ اور رومیوں کو شکست فاش دی۔ اور ایک گروہ

[1] عرب کا دستور تھا کہ جن میں فیاض اور سخاوت ہوتی تھی وہ بغرض اظہار اپنے دروازہ پر آگ روشن کرتے تھے۔

[2] تاریخ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۳۔ تحت تذکرہ معاویہ

بطریقوں کا معرکہ کارزار میں کام آیا۔

مہم (۱۰) قسطنطنیہ تک علاقہ کی فتح

سبر بن ارطاۃ لڑتے ہوئے قسطنطنیہ (استنبول ترکی) تک پہنچ گئے تھے۔

بعد ازاں عبدالرحمنؓ بن خالد (حمص کے والی) جہاد کرتے ہوئے بلاد روم میں داخل ہوئے۔ اور سبر بن ارطاۃ نے (۴۳ھ میں) براستہ دریا رومیوں پر حملہ کیا۔

پھر ۴۶ھ میں مزید پیش قدمی کرتے ہوئے عبدالرحمن بن خالدؓ بن ولید دوبارہ بلاد روم پر حملہ آور ہوئے۔ اور موسم سرما کے دوران وہیں رہے۔[1]

مہم (۱۱) فتح بلخ

حضرت امیر معاویہؓ نے ۵۱ھ میں ربیع بن زیاد حارثی کو خراسان کا امیر بنا کر روانہ کیا۔ ربیع بن حارثی نے صلح کر کے بلخ کو فتح کر لیا۔

(طبری تاریخ جلد ۴ ص ۱۰۶)

مہم (۱۲) جزیرہ روڈس کی فتح

۵۳ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے جنادہ بن ابی امیہ ازدی کو جزیرہ روڈس فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اور جزیرہ رودس کو فتح کیا۔ مسلمان

---

[1] تاریخ ابن خلدون جلد دوم ص ۴۷۹۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

وہاں گئے۔ زراعت کی زمینیں اور مویشی خریدے اپنی زمینوں کے گرد مویشی چرایا کرتے تھے جب شام ہو جاتی تھی تو سب جانوروں کو قلعہ کے اندر لے جاتے تھے۔ ان لوگوں کے پاس ایک مالی تھا وہ انہیں دریائی دشمنوں کے مکر و قید سے ہوشیار کر دیتا تھا۔ اسی سے سب ہوشیار رہتے تھے۔ یہ لوگ رومیوں پر غضب کے دلیر تھے، سمندر میں انہیں روک لیتے تھے۔ ان کے جہازوں کی راہزنی کرتے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ان کے لیے عطیات اور تنخواہیں مقرر کر دی تھیں۔ اور دشمن پر ان کا خوف چھایا ہوا تھا۔ (تاریخ طبری جلد ۴ ص ۱۰۷)

مہم (۱۳) جزیرہ ارواد کی فتح

۵۴ھ میں جنادہ بن ابی امیہ نے دریا میں قسطنطنیہ کے قریب جزیرہ ارواد کو فتح کیا۔ مسلمان اس جزیرے میں مدتوں مقیم رہے سات برس تک۔ مجاہدین جیر انہیں لوگوں میں سے ہیں۔ (تاریخ طبری جلد ۴ ص ۱۰۷)

مہم (۱۴) بخارا کی فتح

حضرت امیر معاویہؓ نے، زیادہ بن ابی سفیانؓ کے انتقال کرنے کے بعد عبید اللہ بن زیاد کو خراساں کا امیر مقرر کیا۔

عبید اللہ بن زیاد ایک وجیہہ شخص تھا، عمامہ سر پر رکھے ہوئے جب پہنچا تو نہر ترکستان کو کوہستان بخارا تک اونٹوں پر اس نے قطع کیا۔ اور مسلمانوں میں وہ پہلا شخص یہ ہے جس نے لشکر کے ساتھ بخارا کے

پہاڑوں کو طے کیا اور وہاں جا کر رامیشن اور نصف بیکند کو ملک بخارا میں سے فتح کیا اور پھر بخاریہ کو قید کیا۔ عبیداللہ بن زیاد کا لشکر دو ہزار پر مشتمل تھا۔

بخارا کی فتح

علامہ طبری لکھتے ہیں:

عبادہ بن حصن اسی لشکر میں تھا وہ کہتا ہے کہ میں نے عبیداللہ بن زیاد سے بڑھ کر کسی کو جری نہیں دیکھا ترکوں کی فوج سے لڑتے ہوئے خراسان میں اسے میں نے دیکھا۔ ان پر حملہ کرتا تھا۔ برچھیاں مارتا تھا اور ہم لوگوں کی نگاہوں سے چھپ جاتا تھا پھر اپنا خون آلود علم بلند کرتا تھا۔ آخر بخارا کو فتح کر لیا۔ (تاریخ طبری جلد ۴ ص ۱۱۳)

مہم (۱۵) روس کی فتح

۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہؓ کے لشکر مالک بن عبداللہ کی کمان میں جہاد کرتے ہوئے سولہ میں داخل ہو گئے۔

اور جنادہ بن ابی امیہ نے روس میں داخل ہو کر وہاں کے شہر کو منہدم کر کے روس فتح کر لیا۔ (تاریخ طبری جلد ۴ ص ۱۲۹)

مہم (۱۶) انطاکیہ کی فتح

انطاکیہ میں دوبارہ ۴۶ھ میں اسلامی فوجیں بلاد روم میں داخل

ہوئیں۔ عبدالرحمن بن خالد بن ولید نے انطاکیہ پر حملہ کیا۔

عبداللہ بن قیس بن قزادی نے صائفہ پر حملہ کیا۔

مالک بن ہبیرہ یشکری اور عقبہ بن عاقر الجہنی اہل مصر و اہل مدینہ کے ساتھ براستہ دریا رومیوں پر حملہ آور ہوئے۔

۴۹ھ میں مالک بن ہبیرہ نے پھر مزید پیش قدمی کرتے ہوئے بلاد روم پر جہاد کیا اور عبداللہ بن کریز الجبلی صائفہ کی طرف بڑھے۔

اور یزید بن ثمرہ الرہادی نے اسی سنہ ۴۹ھ میں اہل شام کو لے کر براہ دریا روم پر حملہ کیا۔

اور اہل مصر کو لے کر عقبہ بن نافع نے بھی بلاد روم پر حملہ کیا۔

مہم (۱۷) قسطنطنیہ پر فوج کشی

حضرت امیر معاویہؓ نے ۵۰ھ میں ایک بڑا لشکر، بسر افسری سفیانؓ بن عوف بلاد روم کی طرف روانہ کیا اور اپنے لڑکے یزید بن معاویہؒ کو بھی ان کے ہمراہ جانے کا حکم دیا۔ چناں چہ یزید بن معاویہؒ کو ایک لشکر کے ساتھ جس میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عامرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ بھی تھے، روانہ کیا۔ ان لوگوں نے میدان جنگ میں پہنچ کر نہایت تیزی اور سختی سے لڑائی شروع کی اور جہاد کرتے کرتے قسطنطنیہ (استنبول ترکی) تک پہنچ گئے رومیوں نے قسطنطنیہ کی دیوار کے نیچے لڑائی کی۔ انہیں معرکوں میں حضرت ابو

ایوبؓ انصاری شہید ہو گئے اور قسطنطنیہ کی شہر کی حفاظتی دیوار کے نیچے ان کو دفن کر دیا گیا۔[1]

قیصر روم کے شہر قسطنطنیہ پر بحری جنگ کی فضیلت

حدیث اُمّ حرامؓ کا دوسرا اگلا حصہ

ثم قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم فقلت انا فیھم یا رسول اللہ۔ قال: لا

ترجمہ: پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلا لشکر، میری امت کا جو قیصر (روم کے بادشاہ) کے شہر (قسطنطنیہ) پر چڑھائی کرے گا ان کی مغفرت ہو گی۔ میں نے عرض کیا، میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔[2]

دوسری روایت حدیث ام حرامؓ

عن عبداللہ بن عبدالرحمن الانصاری قال سمعت انسا رضی اللہ عنہ یقول دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی ابنت ملحان فاتکا عندھا ثم ضحک فقالت لم تضحک یا رسول اللہ فقال: ناسٌ من امتی یرکبون البحر الاخضر فی سبیل اللہ مثلھم مثل

---

[1] تاریخ طبری جلد ۴ ص ۷۲۔ تاریخ ابن خلدون جلد دوم ۴۸۵۔

[2] بخاری شریف جلد دوم کتاب الجہاد باب ما قیل فی قتالِ روم حدیث ۱۸۴۔ باب ۱۳۷۔

الملوک نحلی الاسرۃ فقالت: لہ مثل او مم ذلک فقال: لھا مثل ذلک فقالت ادع اللہ ان یجعلنی فیھم قال انت من الاولین و لست من لاخرین قال: قال انسؓ فتزوجت عبادۃ بن الصامت فرکبت البحر مع بنت قرظۃ فلما قفلت رکبت و ابتھا فوقصت بھا فسقطت عنھا فماتت۔[1]

ترجمہ: عبداللہ بن عبدالرحمن انصاری نے بیان کیا کہ میں نے انسؓ سے سنا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ، ام حرام بنت ملحان (جو کہ آپ کی عزیزہ تھیں کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں سو گئے۔) پھر آپ اٹھے تو مسکرا رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ کیوں مسکرا رہے ہیں حضور ﷺ نے جواب دیا کہ میری امت کے کچھ لوگ اللہ کے راستے ہیں جہاد کے لیے بحر خضر پر سوار ہوں گے۔ ان کی مثال تخت پر بیٹھے ہوئے بادشاہوں کی سی ہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کر دیجیے کہ اللہ مجھے بھی ان سے کر دے، حضور ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ انہیں بھی ان لوگوں میں کر دے۔

پھر دوبارہ آپ لیٹے اور سو گئے اور (جب اٹھے تو) مسکرا رہے تھے، انہوں نے اس مرتبہ بھی آپ سے وہی سوال کیا اور حضور ﷺ

---

[1] بخاری شریف جلد دوم کتاب الجہاد باب غزو المراۃ فی البحر حدیث ۱۴۰ باب ۱۰۷۔

نے بھی مسکرانے کی سابقہ وجہ بتائی، انہوں نے پھر عرض کیا کہ آپ دعا کر دیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم سب سے پہلے لشکر میں شریک ہو گی۔ (بحری غزوے میں) اور یہ کہ بعد والوں میں تمہاری شرکت نہیں ہے۔

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ ام حرامؓ عبادہ بن صامتؓ کے نکاح میں تھیں اور بنت قرظ (فاختہؓ حضرت معاویہؓ کی بیوی) کے ساتھ انہوں نے دریا کا سفر کیا پھر جب واپس ہوئیں اور اپنی سواری پر چڑھیں تو اس سواری نے زمین پر گرا دیا۔ اور (اسی میں) آپ کی وفات ہوئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حدیث کے پہلے حصہ میں جس بحری جہاد کا ذکر ہے وہ حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے عہد خلافت میں سب سے پہلا سمندری بحری بیڑا ہے جو حضرت امیر معاویہؓ نے امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی اجازت سے تیار کیا اور قبرص پر چڑھائی کر کے اسے فتح کیا۔

یہ مسلمانوں کی سب سے پہلی بحری جنگ تھی جس میں ام حرامؓ شریک ہوئیں اور شہادت پائی اور حدیث کے دوسرے حصے میں جس بشارت نبوی کا بیان ہے۔ اس میں حضور ﷺ نے مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) کے متعلق غزوہ اور جہاد کرنے والوں کے لیے مغفرت کا ارشاد فرمایا ہے۔ یہ غزوہ حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں (علیٰ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اختلاف الاقوال) ۵۲ھ میں پیش آیا اور اس غزوہ کے امیر جیش یزید بن معاویہؓ تھے۔ مذکورہ بشارت نبوی کے پیش نظر اس غزوہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت ابو ایوب انصاریؓ اور بعض علماء نے حضرت حسینؓ بن علی المرتضٰی کی بھی اس غزوہ میں شرکت ذکر کی ہے۔[1]

فوائد و بشارت

غزوہ قسطنطنیہ میں شریک ہونے والوں کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت میں سے پہلا لشکر جو مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر غزوہ اور جہاد کرے گا وہ مغفور (جس کی بخشش کر دی گئی) ہے۔

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی اس جہاد میں وفات

موؤرخین نے لکھا ہے کہ غزوہ قسطنطنیہ میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے شرکت کی اور بیمار ہو گئے انہوں نے وصیت فرمائی کہ اگر میں یہاں فوت ہو جاؤں تو مجھے باب قسطنطنیہ کے پاس جہاں غازی لڑ

[1] البدایہ و النہایہ ج۸ ص ۳۲ تحت سنہ ۴۹ھ و تذکرہ فقہ حسین بن علی۔ تاریخ ابن عساکر (ابن بدران) ج۴ ص ۳۱۱۔ تذکرہ امام حسین بن علیؓ

رہے ہوں ان کے قدموں میں دفن کیا جائے۔[1]

چناں چہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا اس غزوہ کے دوران میں انتقال ہو گیا یزید بن معاویہؓ امیر لشکر نے نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو قلعہ قسطنطنیہ کے دامن میں دفن کیا گیا۔[2]

پھر اس کے بعد حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی قبر سے ایک روشنی آسمان کی طرف بلند ہوتی ہوئی نمودار ہوئی اور یہ منظر آس پاس کے کفار نے دیکھا۔ رات گزرنے کے بعد صبح کفار کی طرف سے آدمی آئے اور کہنے لگے کہ گزشتہ رات تم نے کسی شخص کی میت کو دفن کیا ہے؟

اہل اسلام نے جواب دیا کہ وہ ہمارے نبی اقدس ﷺ کے ایک صحابی تھے پس اس منظر کو دیکھ کر اطراف کے کئی کافر مسلمان ہو گئے۔

ان لوگوں نے واقعہ ہذا سے یہ تاثر لیا کہ جس پیغمبر کے یہ پیروکار ہیں وہ نبی ﷺ برحق ہیں اور ان کا مذہب صحیح ہے اور یہ دین صادق ہے۔[3]

حدیث مغفور لھم کی بحث

حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

حامیانِ یزید عموماً بخاری شریف کی یہ حدیث یزید کے فاسق

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ کتاب الجہاد ص ۳۲۰۔
[2] فتح الباری شرح بخاری ج ۶ ص ۷۸ تحت باب ما قیل فی قتال الروم۔
[3] کتاب شرح اسیر بکیر (شمس الائمہ سرخی) ج ۱ ص ۱۵۷۔ باب الشہید وما یصنع بہ۔

ہونے کی نفی میں پیش کرتے ہیں۔

(۱) زیر بحث مسئلہ تو یہ ہے کہ یزید فاسق تھا یا نہیں۔ اس حدیث سے یہ کیوں کر لازم آگیا کہ یزید فاسق نہیں تھا۔ کیا اتنا نہیں جانتے کہ فسق اور مغفرت دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔ یعنی اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں کسی درجے میں فاسق تھا تو گو اس کو جہنم کی سزا ہو بھی جائے مگر آخرت میں اس کی مغفرت ہو کر جنت نصیب ہو گی۔ چناں چہ قرآن مجید میں ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَا

(پ ۵۔ رکوع ۴ سورہ النساء آیت ۴۸)

اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں، جس کے لیے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے۔ (ترجمہ حضرت تھانوی)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت تھانوی فرماتے ہیں، قرآن و حدیث و اجماع سے یہ مسئلہ ضروریات شرع سے ہے کہ شرک اور کفر دونوں غیر مغفور ہیں۔

(۲) حدیث کی مراد یہ ہے کہ جہاد قسطنطنیہ میں شریک ہونے والوں کے اس وقت تو گناہ بخش دیے گئے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ آئندہ بھی گناہ نہیں کریں گے۔ بلکہ اس کے بعد ان سے فسق و

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

فجور اور گناہوں کا صدور ہو سکتا ہے

مشکوٰۃ شریف باب الاستغفار اور التوبہ میں ہے۔

عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فِيْ قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ۔ قَالَ كُلُّهُمْ فِي الْجَنَّةِ (رواہ البیہقی فی کتاب البعث والنشور)

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے متعلق کہ بعضے تو ان میں سے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعضے ان میں متوسط درجے کے ہیں اور بعضے ان میں خدا کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کیے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ سب جنت میں ہوں گے

تو اس ارشاد رسالت سے بھی ثابت ہوا کہ ظالم لوگ بھی آخر کار جنت میں ہوں گے۔ لہٰذا یزید کو مغفرت کا مستحق قرار دیتے ہوئے بھی اگر اس جہاں کے اعتبار سے فاسق اور ظالم تسلیم کیا جائے تو اس میں کوئی منافات نہیں ہے۔ یعنی فسق اور مغفرت جمع ہو سکتے ہیں۔

(۳) ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا . . . الخ

(پارہ ۲۲۔ سورہ فاطر رکوع ۴ آیت ۳۲ تا ۳۳)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ترجمہ: پھر یہ کتاب ہم نے اُن لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچائی جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمایا۔ پھر بعضے تو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعضے اُن میں متوسط درجے والے ہیں اور بعضے اُن میں وہ ہیں جو اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ بڑا فضل ہے۔

وہ باغات ہیں ہمیشہ رہنے کے جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے۔

پارہ ۲۲۔ سورہ فاطر رکوع ۴ مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

روی البغوی سندہ عن ابی عثمان الھندی قال سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قرأ ھذا قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سابقنا سابق و مقتصدنا ناج و ظالمنا مغفور لہ (تفسیر مظہری پارہ ۲۲)

بغوی نے اپنی سند کے ساتھ ابو عثمان ہندی سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ بن خطاب کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا۔

آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہمارا سابق، سابق ہے اور ہمارا متوسط درجے کا نجات پانے والا ہے اور ہمارے ظالم (یعنی ہماری امت کے ظالم) کی مغفرت ہو جائے گی۔[1]

یہ حدیث اس بارے میں نص ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں جو ظالم ہیں ان کی بھی مغفرت ہو جائے گی۔

---

[1] الجامع الصغیر للسیوطی ج ۲ ص ۲۹۔

یہاں ظالم کے لیے مغفور لۂ فرمایا ہے۔

اور بخاری شریف کی زیر بحث حدیث میں تمام اہل لشکر کے لیے مغفور لھم کی بشارت دی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ امت میں سے جن کو مغفور لھم کی بشارت دی گئی ہے وہ ضرور صالح اور عادل ہی ہیں کیوں کہ رسول پاک ﷺ نے ظالمین کو بھی مغفرت اور جنت کی بشارت دی ہے۔ اور بعض امتی اس بشارت کا مصداق ہو کر بھی فاسق ہو سکتے ہیں۔ زیر بحث حدیث بخاری سے وہ یزید کا صالح اور عادل ہونا ثابت نہیں کر سکتے۔ ھا توا برھانکم ان کنتم صدقین۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

بشارت مغفرت اور بشارت رضائے الٰہی کا فرق

مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

یہاں اس شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ جس طرح حدیث مغفرت کا مصداق قرار دینے کے باوجود یزید کو فاسق و ظالم کہا جا سکتا ہے۔

اسی طرح اصحاب رسول ﷺ کو بھی باوجود رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ کی قرآنی بشارت کے فاسق و ظالم کہا جا سکتا ہے۔ یعنی اس وقت (مثلاً بیعت رضوان کے موقع پر) اللہ ان سے راضی ہو گیا تھا

[1] خارجی فتنہ حصہ دوم مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب ص ۱۳۴

لیکن بعد میں جب انہوں نے مخالف شریعت افعال کا ارتکاب کیا (العیاذ باللہ) تو پھر اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہو گیا۔

کیوں کہ مغفرت کی بشارت اور رضا کی بشارت میں فرق ہے۔

مغفرت کی بشارت سے دوام لازم نہیں آتا۔ جیسا کہ مغفرت کی مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہو سکتا ہے۔ البتہ اس کے ساتھ کوئی قرینہ دوام کا ہو تو جدا بات ہے۔ جیسا کہ اصحاب بدر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دی گئی۔

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ۔ (بخاری شریف)

تم جو چاہو کرو تحقیق میں نے تمہیں بخش دیا۔

اس میں مغفرت دائمی کے لیے اعملوا ماشئتم قرینہ ہے۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اصحاب بدر گناہ بھی کرتے رہیں تو سیدھے جنت میں جائیں گے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے ان سے کوئی ایسا فعل سرزد ہی نہیں ہو گا، جو اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب ہے۔ چناں چہ اہل جنت کو بھی اسی طرح بشارت دی گئی ہے۔

وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُکُمْ (سورہ صفّٰت آیت ۳۱)

اور تمہارے لیے جنت میں وہ کچھ ہو گا جو تمہارے نفس چاہیں گے۔

لیکن جنت میں کوئی آدمی گناہ کی خواہش کر ہی نہیں سکے گا۔

اور برعکس مغفرت کے اللہ تعالیٰ جب اپنی رضا کی بشارت دیتا ہے تو

اس سے دوام ہی مقصود ہوتا ہے۔

کیوں کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص سے راضی ہونے کا اعلان نہیں کرتا جو بعد میں اس کو ناراض کرنے والا ہو۔

لہٰذا اصحابہ کرامؓ کو بیعت رضوان کے سلسلہ میں یا دوسرے مواقع پر جو رضی اللہ عنہم ورضوعنہ کی قرآنی سند دی گئی ہے تو یہ اس بنا پر ہے کہ وہ اس کے بعد کوئی ایسا فعل نہیں کریں گے جو اس کی ناراضگی اور غضب کا سبب بن سکے۔ چناں چہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ صاحب تفسیر معارف القرآن فرماتے ہیں:

حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب "الصارم المسلول علیٰ مشاتم الرسول" میں فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ اسی بندہ سے راضی ہو سکتا ہے جس کے بارے میں اس کو معلوم ہے کہ وہ آخری عمر تک موجبات رضا کو پورا کرے گا۔

اور جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے تو پھر کبھی اس سے ناراض نہیں ہوتا۔ (مقام صحابہؓ۔ موٴلفہ مولانا مفتی محمد شفیع ص ۷۳ تا ۸۲)

(۲) قرآن مجید میں ہے۔

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

الْعَظِیْمُ(سورہ توبہ آیت ۱۰۰)

اور مہاجرین و انصار (ایمان لانے میں سب سے) سابق اور مقدم ہیں۔ اور (بقیہ امت میں) جتنے اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں۔ اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے (یعنی اللہ سے) راضی ہوئے۔ اور اس نے ان کے لیے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (اور) یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس میں مہاجرینؓ و انصارؓ اور ان کے متبعین سے اللہ تعالیٰ نے اپنے راضی ہونے کا اعلان کر کے یہ فرمایا ہے کہ ان کے لیے جنتیں تیار ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہمیشہ کے لیے ہے۔ ورنہ یہ نہ فرماتے کہ مہاجرینؓ و انصارؓ کے لیے بہشتیں تیار ہیں کہ وہ ان میں داخل ہوں گے۔

اگر یہ احتمال ہوتا کہ وہ کوئی کام بعد میں رضائے الٰہی کے خلاف کریں گے تو یہ نہ فرماتے کہ ان کے لیے جنتیں تیار ہیں۔

لہٰذا آیت ہٰذا سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا اعلان ہمیشہ کے لیے ہے اور امام ابن عبد البرؒ متوفیٰ (۴۶۳ھ) نے لکھا ہے۔

من رضی اللہ عنہ لم یسخط علیہ ابداً ان شاء اللہ تعالیٰ۔

جس سے اللہ راضی ہو جائے اس سے کبھی ناراض نہیں ہو گا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ان شاء اللہ تعالیٰ۔(خارجی فتنہ حصہ دوم بحث فسق یزید ص ۱۳۵)

(ب) مغفرت کی بشارت سے دوام لازم نہیں آتا۔(کہ اب ہمیشہ کے لیے بخشش ہو گئی۔ جیسا کہ مذکورہ احادیث سے ثابت ہے۔ اس بشارت کے بعد بھی وہ شخص فسق وفجور کا مرتکب ہو سکتا ہے۔

یہاں یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ اصل بحث حدیث بخاری کے الفاظ مغفور لھم میں ہے کہ اس سے یزید کا بعد میں بھی عادل رہنا ضروری ہے یا نہیں۔

جمہور اہل سنت کے نزدیک چونکہ وہ فاسق مسلمان ہے اس لیے خواہ بعد سزا کے ہی آخر کار فاسق کی مغفرت ہو جائے گی اور وہ جنت میں داخل ہو گا۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فاسق کو بجائے فاسق کے صالح وعادل ہی قرار دیا جائے۔ [1]

جہاد قسطنطنیہ میں یزید کی عمر

جہاد قسطنطنیہ ۵۰ھ میں ہوا اور یزید کی پیدائش ۲۶ھ میں ہے اس طرح اس وقت اس کی عمر ۲۴ سال تھی۔ [2]

[1] خارجی فتنہ حصہ دوم ص ۱۴۴ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسین چکوالی۔ طبع اول ۱۹۸۶ء طبع دوم ص ۱۳۵ ۲۰۱۱ء ناشر ادارہ مظہر التحقیق، متصل جامع مسجد ختم نبوت کھائرک ملتان روڈ لاہور

[2] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۴۶۔ خارجی فتنہ حصہ دوم ص ۱۶۳۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

یزید بن معاویہؓ حضرت ذوالنورینؓ کی خلافت میں پیدا ہوا۔[1]

مہم (۱۸) لواتہ و مراتہ کی فتح

حضرت عمرو بن العاصؓ عامل مصر نے اپنی وفات سے پیشتر عقبہ بن عامر بن عبد قیس کو افریقہ کا والی مقرر کیا تھا یہ ان کے خالہ زاد بھائی تھے۔ چناں چہ عقبہ بن عامر لواتہ و مراتہ تک فتح کرتے ہوئے پہنچ گئے۔ اہل افریقہ نے اطاعت قبول کر لی پھر کچھ عرصہ بعد انہوں نے عہد شکنی کی، عقبہ بن عامر نے دوبارہ فوج کشی کی، سینکڑوں کو قتل اور ہزاروں کو قید کر لیا۔[2]

مہم (۱۹) غدامس اور ودان و سودان کی فتح

خادم اہلسنت عبدالوحید

۴۳ھ میں غدامس اور ۴۴ھ میں ودان اور سودان کے ایک دو مقام کو بزور تیغ فتح کیا۔

جب یہ پھر باغی ہو گئے تو حضرت امیر معاویہؓ نے ۵۰ھ میں دس ہزار کا لشکر افریقہ کی طرف روانہ کیا اور پیچھے سے مسلمانِ بربر کو بھی ان کے ساتھ شامل کر دیا۔ جس سے عقبہ بن عامر کے لشکر کی فوجی طاقت بڑھ گئی۔ افریقہ پہنچ کر عقبہ بن عامر نے چاروں طرف جہاد شروع کر دیا۔

اس وجہ سے اہل افریقہ نے یہ وطیرہ اختیار کر لیا تھا کہ جب اسلامی

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۶۰

[2] تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۴۸۵۔

لشکر ان کی سرکوبی کو آجاتا تو فوراً مطیع ہو جاتے۔ اور جہاں سے چلا جاتا یہ بغاوت کر کے خود مختار ہو جاتے۔ اس کامیابی کے بعد اسلامی لشکر نے وہاں مستقل چھاؤنی قائم کی تاکہ اہل افریقہ کی آئے دن کی بغاوت اور سرکشی سے نجات ملے۔ (تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۴۸۵)

مہم (۲۰) قیروان کی چھاؤنی

عقبہ بن نافعؓ نے شہر قیروان اور چھاؤنی کی تعمیر کے لیے جو جگہ تجویز کی وہاں جنگل تھا اور اسی مقام پر درندے جانوروں اور سانپوں سے یہ بھرا ہوا تھا اور یہ ایک ایسا جنگل تھا کہ وہاں جانے کی کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی۔ عقبہ بن نافع نے پکار کر کہا: اے درندو! اے سانپو! یہاں سے رخصت ہو جاؤ اور نکل جاؤ۔ ہم نبی کریم ﷺ کے اصحاب اور خادم ہیں۔ ہم یہاں مقیم ہونا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد ہم جس کو اس مقام پر پائیں گے۔ اس کو قتل کر دیں گے۔

اس اعلان کے بعد لوگوں نے ایک عجیب منظر دیکھا جو قابل دید تھا وہ اس طرح کہ اس گھنے جنگل سے حیوانات اور درندے نکلنے شروع ہو گئے حتیٰ کہ انہوں نے اپنے بچے اپنے پیٹھوں پر اٹھائے ہوئے تھے اور اپنی اولادوں کو ساتھ لیے نکلے جا رہے تھے اور لوگ اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

جب وہ مقام ان درندوں اور وحشی حیوانات اور ایذا دینے والی اشیاء

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

سے خالی ہو گیا تو اس وادی میں عقبہ بن نافع اترے اور لوگوں کو حکم دیا کہ ان گھنے درختوں کو کاٹ دو اور یہاں شہر کی آبادی قائم کرو۔ اس آبادی کا نام قیروان مشہور ہوا۔ وہاں کے باشندوں نے بعد میں چالیس برس تک یہاں کوئی بچھو یا کوئی درندہ حیوان نہیں پایا۔[1]

مولانا محمد نافع سیرت امیر معاویہؓ میں لکھتے ہیں:

واقعہ مذکورہ بالا کی سب سے زیادہ تفصیلات ابن عذاری مراکشی نے اپنی تصنیف البیان المغرب فی اخبار المغرب میں تحت ۵۱ھ ذکر کی ہے۔

عقبہؒ بن نافع فہری تابعی جو مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ انہوں نے اس مقام پر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی شروع کی: یا اللہ ان حیوانات کو اس مقام سے دور فرمادے اور ہم مسلمانوں کو یہاں آباد ہونے کی توفیق عطا فرما۔ جبکہ عقبہ بن نافع کے ساتھی آمین کہہ رہے تھے۔

قیروان میں مسجد کا تعین

مؤرخین نے اس مقام پر لکھا ہے کہ عقبہؒ بن نافع مسجد کے لیے مقام تعین کرنے میں متفکر تھے۔ اسی دوران میں آپ خواب دیکھتے ہیں کہ ایک شخص وہاں ایک مقام پر اذان دے رہا ہے۔ جب آپ خواب

[1] تاریخ طبری۔ ج ۴ ص ۷۶۔ سیرت امیر معاویہؓ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۲۶۸۔ البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۸۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

سے بیدار ہوئے تو اذان دہندہ کے اس اذان دینے کے مقام کو اذان دینے کی جگہ اور باقی مقام کو مسجد کے لیے مختص کر دیا۔[1]

مہم (۲۱) جزیرہ صقلیہ کی فتح

مؤرخ بلاذری نے اپنی کتاب فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ:
حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں ان کے فرمان سے معاویہؓ بن خدیج نے (جو ان کے ایک سپہ سالار تھے) ایک سرسبز و شاداب سمندری جزیرہ صقلیہ کی طرف بھی پیش قدمی کی۔ جزیرہ صقلیہ پر اسلامی لشکر کا حضرت معاویہؓ بن خدیج کی زیر قیادت یہ پہلا حملہ تھا۔[2]

مہم (۲۲) جلولا کی فتح

مؤرخین، معاویہؓ بن خدیج کی مساعی سے علاقہ جلولا کی فتح کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جلولا، قیروان سے چوبیس میل دور افریقہ کا ایک مشہور شہر ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں بلاد افریقہ کی فتوحات کے امیر بعض دفعہ معاویہؓ بن خدیج مقرر ہوئے۔ تو انہوں نے اپنے ایک سپہ سالار عبدالملک بن مروان کو جلولا کو فتح کرنے کے لیے بھیجا۔ اسلامی

---

[1] البدایہ و النہایہ ج ۸ ص ۲۶۹۔ (ابن کثیر)۔ البیان المغرب فی اخبار المغرب (ابن عذاری مراکشی) ج ۱ ص ۱۴ سنہ ۵۱ھ۔ فتوح البلدان (بلازری) ص ۲۳۶ تحت فتح افریقہ۔ تاریخ ابن عساکر ج ۱۱ تذکرہ عقبہ بن نافع صبری۔ تاریخ البلدان یعقوبی۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ج ۱ ص ۱۹۵ تحت سنہ ۵۱ھ

[2] فتوح البلدان (بلازری) ص ۲۴۴۔ تحت فتح جزائر فی البحر۔

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

لشکر کی کوشش سے یہ شہر بالآخر فتح ہو گیا۔ اور مسلمانوں کو کثیر غنائم حاصل ہوئے۔(معجم البلدان (یاقوت حموی) ص ۱۰۶ ج ۲ تحت جلولا)

یاقوت حموی نے اپنی تصنیف معجم البلدان میں لکھا ہے:

فانصرف عبدالملک بن مروان الیٰ معاویہ رضی اللہ عنہ بن خدیج بالخبر، فاجلب الناس الغنیمة، فکان رجل من المسلمین مائتادرهم و خط الفارس اربعمائة درهم۔[1]

عبدالملک بن مروان فتح کی خوشخبری لے کر معاویہؓ بن خدیج کے پاس پہنچے اور حالات بیان اس موقع پر لوگوں نے بہت سے غنائم حاصل کیے۔ چناں چہ ہر ایک مجاہد کو دو سو درہم حاصل ہوا، اور گھوڑا سوار کو چار سو درہم فی کس حصہ ملا۔

ان فتوحات کا تذکرہ مؤرخ خلیفہ بن خیاط نے بھی اپنی تاریخ میں کیا ہے۔[2]

مہم (۲۳) فتح قرطاجنہ افریقہ

حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں ابو مہاجر نے دیار مغرب میں جہاد کیا۔ جب مجاہدین ساحل افریقہ کے قریب ایک قدیم شہر قرطاجنہ میں پہنچے تو مخالفین اسلام سے سخت مقاتلہ ہوا افریقین کے کثیر

[1] معجم البلدان (یاقوت حموی) ص ۱۵۶ ج ۱ تحت سنہ ۵۰ھ فتح جلولا المغرب۔
[2] تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۹۶ ج ۱ تحت سنہ ۵۰ھ فتح جلولا المغرب۔

تعداد میں لوگ مقتول اور مجروح ہوئے۔

قتال کے دوران میں رات کو مسلمان مجاہدین افریقہ کے ایک نہایت عمدہ شہر تونس کی جانب ایک پہاڑ پر اکٹھے ہوئے اور صبح کو پھر مخالفین سے قتال شروع کر دیا۔ اس صورت حال میں فریق مخالف نے اس چیز پر صلح کر لی کہ وہ مسلمانوں کے لیے جزیرہ خالی کر دیں گے۔[1]

مہم (۲۴) شہر میلہ کی فتح

فتح جزیرہ قرطاجنہ کے بعد مسلمانوں نے افریقہ کی سرحد پر ایک شہر میلہ کو فتح کیا۔ (تاریخ خلیفہ ابن خیاط ج ۱ ص ۲۱۵)

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت کی فتوحات

حضرت امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں بے شمار ممالک مفتوح ہوئے۔ اور ہر ایک ملک کی آمدنی بصورت خراج و جزیہ وغیرہ کثیر مقدار میں اسلامی بیت المال میں جمع ہوتی اور تمام ممالک کے غرباء و مساکین کو وظیفے جاری کیے جاتے فوجی اخراجات، حکام کے مشاہرات، موؤذنین، قضاۃ اور فقہاو غیرہ کے مصارف ادا کیے جاتے۔

حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت کی سب فتوحات کا تفصیلاً تذکرہ کرنا بہت مشکل کام ہے اجمالی تذکرہ فتوحات کے مذکورہ بیان سے

[1] تاریخ خلیفہ ابن خیاط ج ۱ ص ۲۷۵۔ مطبوعہ دار الکتاب اردو بازار لاہور۔

حضرت امیر معاویہؓ کی اشاعت اسلام کا صحیح نقشہ ان کے عہد خلافت میں قائم ہو گیا۔

مفتوحہ ممالک میں نظام اسلام کا نفاذ

حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت میں ان تمام مفتوحہ ممالک اور علاقہ جات میں اسلامی نظام نافذ تھا، دینی تعلیم کا انتظام، احکام شرعی کی ترویج، صوم صلوٰۃ کی پابندی کے علاوہ عمومی تعلیم کے فروغ کی کوششیں اور پبلک کی معاشی ضرورت کے انتظام کیے جاتے تھے، ان کے عہد حکومت میں اسلامی حکومت کا حلقہ نہایت وسیع تھا۔ تاریخ بلدہ دمشق ابن عساکر نے اجمالی نقشہ کھینچتے ہوئے لکھا ہے:

ففتح اللہ بہ الفتوح و یغزو الروم و لقھسم الفئی و الغنیمۃ و یقیم حدود اللہ و امہ لا یضیع احر من احسن عملا۔[1]

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت امیر معاویہؓ کے ذریعے سے بے شمار ممالک فتح کیے۔ ملک روم (جو اس دور میں ایک عظیم طاقتور ملک تھا) ان کے سبب سے مفتوح ہوا۔ ان ممالک میں حضرت امیر معاویہؓ نے مال سے اور اموال غنائم کو مستحقین میں تقسیم کرتے تھے۔ اور حدود اللہ کو جاری کرتے تھے۔ اللہ کریم کسی شخص کے

[1] کتاب دولا الاسلام (ذہبی) ج ا ص ۲۸ تحت سنہ ۶۰ھ طبع دائرۃ المعارف دکن

نیک عمل کے اجر و ثواب کو ضائع نہیں کرتے ہیں حضرت امیر معاویہؓ کو ان اعمال کے عوض یقیناً اجر ملے گا۔[1]

حضرت امیر معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کی حکومت کی بشارت نبوی

(۱) قبل ازیں حدیث بیان ہو گئی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلْخِلَافَةُ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ تَكُوْنُ بَعْدَ ذٰلِكَ مُلْكًا۔[2]

خلافت تیس سال ہو گی پھر بادشاہت ہو گی۔

حضرت حسنؓ بن علیؓ کی خلافت سے تیس سال گزر چکے تھے۔ پس حضرت امیر معاویہؓ کا زمانہ حکومت کا آغاز ہے اور وہ اسلام کے پہلے اور بہترین بادشاہ ہیں۔ (البدایہ والنہایہ جلد ہفتم ص ۲۵۰)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت امیر معاویہؓ کو خلافت و بادشاہت کی بشارت

(۲) حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ: اللہ کی قسم مجھے خلافت پر رسول اللہ کے اس قول نے آمادہ کیا ہے جو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا:

اے معاویہؓ! اگر تو بادشاہ بنے تو نیکی کرنا۔

[1] سیرت امیر معاویہؓ مؤلفہ مولانا محمد نافع۔ ص ۲۷۵۔ مطبوعہ دار الکتاب اردو بازار لاہور۔

[2] صحیح احادیث صحیحہ البانی جلد اول حدیث ۴۵۹ اخرجہ ابو داؤد ۴۶۴۶۔ و ترمذی جلد دوم ص ۳۰۔ والسطحادی فی شکل الاثار ج ۲۔ ص ۳۱۳۔ و ابن حبان فی صحیحہ ۱۵۳۴۔ وابن ابی عاصم فی اسنۃ ج ۲ ص ۱۱۴ و متدوک حاکم ج ۳ ص ۱۴۵، ۷۱۔ و مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۲۲۰۔

اس روایت کو بیہقی نے عن الحاکم عن الاصم عن العباس بن محمد عن محمد بن سابق عن یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ روایت کیا ہے۔

(۳) پھر امام بیہقی نے بیان کیا ہے کہ اس روایت کے ایک اور طریق سے بھی شواہد موجود ہیں۔ ان میں سے عمرو بن یحییٰ بن سعید بن العاص کی حدیث بھی ہے جو اس کے دادا سعید سے مروی ہے کہ:

حضرت امیر معاویہؓ چھاگل لے کر حضور ﷺ کے پیچھے (وضو کے لیے پانی اٹھا کر) چل رہے تھے۔ آپؐ نے ان کو دیکھ کر فرمایا:

اے معاویہؓ! اگر تم امیر بنو تو اللہ سے ڈرنا اور عدل کرنا۔

حضرت امیر معاویہؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے قول کی وجہ سے ہمیشہ ہی پُر یقین رہا کہ کسی کام کی آزمائش میں پڑوں گا۔[1]

خلافت مدینہ میں بادشاہت شام میں ہوگی

(۳) امام ابوداؤد نے بیان کیا ہے کہ یہ بات حضرت امیر معاویہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی اور اللہ نے اس سے انہیں فائدہ پہنچایا۔[2]

"اے معاویہؓ! اگر تم امیر بنو تو اللہ سے ڈرنا اور عدل کرنا"

(۴) پھر بیہقی نے ہیثم کے طریق سے عن العوام بن حوشب عن سلیمان بن ابی سلیمان عن البیہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے:

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ہفتم ص ۷۵۱

[2] البدایہ والنہایہ جلد ہفتم ص ۷۵۰

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

"خلافت مدینہ میں اور بادشاہت شام میں ہو گی۔"[1]

یہ حدیث بہت غریب ہے۔

(۵) عبداللہ بن قیسؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ بن خطاب کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

"میں نے نور کے ایک بلند ستون کو اپنے سر کے نیچے سے نکلتے دیکھا حتیٰ کہ وہ شام میں جاکر ٹھہر گیا۔" (ایضاً البدایہ والنہایہ)

(۶) اور عبدالرزاق نے عن معمر عن الزھری عن عبداللہ بن صفوان بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے جنگ صفین کے روز کہا:

اے اللہ! اہل شام پر لعنت کر۔ تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے اسے کہا:

اہل شام کو برا نہ کہو بلاشبہ وہاں ابدال ہیں۔ بلاشبہ وہاں ابدال ہیں۔ بلاشبہ وہاں ابدال ہیں۔

اور اس حدیث کو ایک دوسرے طریق سے مرفوعاً روایت کیا گیا ہے۔ (ایضاً البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۷۵۰)

حضرت امیر معاویہؓ کا مقام حضرت عمرؓ کی نظر میں

○ عبدالعزیز بن ولید بن سلیمان ___ نے بیان کیا کہ میں نے

[1] ایضاً البدایہ والنہایہ

اپنے باپ کو بیان کرتے سنا کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کو امیر مقرر کیا تو لوگ کہنے لگے آپ نے نوعمر کو امیر مقرر کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا تم مجھے اس کی امارت کے بارے میں ملامت کرتے ہو۔ حالاں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان کرتے سنا کہ:

اے اللہ! اسے ہادی مہدی بنادے اور اس کے ذریعے ہدایت دے۔ (ایضاً البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۵۰ ۷)

حضرت امیر معاویہؓ سے مشاورت کی ترغیب

O عبداللہ بن بسرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے کسی معاملے میں مشورہ طلب کیا۔ اور فرمایا مجھے مشورہ دو، ان دونوں حضرات نے کہا:

اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: معاویہؓ کو بلاؤ، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ اور قریش کے مردوں میں سے دو مرد ان کے معاملے کو پختہ نہیں کر سکتے کہ رسول اللہ ﷺ، قریش کے نوجوانوں میں سے ایک نوجوان کی طرف پیغام بھیج رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: معاویہؓ کو میرے پاس لاؤ، انہیں آپ کے پاس بلایا گیا اور جب وہ آپ کے سامنے کھڑے ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انہیں اپنے معاملے میں شامل کرو اور انہیں اپنے معاملے میں گواہ

بناؤ بلاشبہ یہ قوی اور امین ہیں۔

اور بعض لوگوں نے اسے بحوالہ نعیم روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اپنا معاملہ اس کے سپرد کردو۔[1]

حضرت امیر معاویہؓ کی قمیص میں پیوند

O ہشام بن عمار نے عمرو بن واقد سے بحوالہ یونس بن میسرہ بن جلس بیان کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہؓ کو دمشق کے بازار میں دیکھا آپ اپنے پیچھے ایک خدمت گار کو بٹھائے ہوئے تھے اور آپ کی قمیص کے گریبان کو پیوند لگے ہوئے تھے۔ اور آپ دمشق کے بازاروں میں چل پھر رہے تھے۔[2]

عبدالوحید الحنفی خادم اہلسنت

حضرت امیر معاویہؓ کی صفت حلم

(۱) قلت و کان یضرب المثل بحلم معاویة و قد افرد ابن ابی الدنیا و ابوبکر ابن ابی عاصم تصنیفا فی حلم معاویة[3]

حضرت امیر معاویہؓ اپنے اوصاف و اخلاق خصوصاً حلم و بردباری کے اعتبار سے اپنے ہم عصر لوگوں میں ایک ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔

---

[1] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) جلد ۸ ص ۹۵۷۔

[2] البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص ۹۵۱

[3] تاریخ اسلام (ذہبی) ص ۳۶۲ ج ۲ تحت ذکر معاویہؓ بن ابی سفیان

چناں چہ علماء مثلاً ابن ابی الدنیاؒ اور ابو بکر بن عاصمؒ وغیرہ نے اس بارے میں ان کے حق میں مستقل تصانیف لکھی ہیں۔

(۲) عن محمد بن سیرین عن ابی عمر قال: معاویۃ من احلم الناس؟ قالوا یا ابا عبدالرحمن و ابوبکر؟ قال: ابوبکر خیر من معاویۃ و معاویہ رضی اللہ عنہ من احلم الناس [1]

محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ لوگوں میں بہت حوصلہ مند اور بہت حلیم الطبع ہیں تو حاضرین نے کہا کہ کیا حضرت ابو بکرؓ صدیق سے بھی زیادہ؟ اس کے جواب میں فرمایا: کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ، معاویہؓ بن ابی سفیانؓ سے بہت بہتر اور افضل ہیں۔ لیکن معاویہؓ بہت حلیم ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ کے اخلاق اور مجلسی طریق کار

(۱) کان من اخلاق معاویۃ انه کان یاذن فی الیوم و اللیلة خمس مرات۔ کان اذ صلی الفجر جلس للقاص حتی یفرع من قصصه، ثم یدخل فیوتی بمصحفة فیقرأ جزۃ۔

[1] تاریخ ابن عساکر (مخطوطہ قلمی) ص ۷۳۲ تحت ترجمہ معاویہؓ بن سفیان۔ سیرت حضرت معاویہؓ مؤلفہ محمد نافع ص ۳۲۔

ثم یدخل الی منزله فیامر و ینهی ثم یصلی اربع رکعات، ثم یخرج الی مجلسه فیاذن لخاصة فیحدثهم و یحدثونه و یدخل علیه وزراؤه فیکلمونه فیما یریدمن یومهم الی العشاء۔[1]

حضرت امیر معاویہؓ کی عادت جاریہ تھی کہ ایک دن میں پانچ مرتبہ لوگوں کو ملاقات کا موقع دیتے تھے۔ جب آپ فجر کی نماز ادا کر لیتے تو مجلس میں تشریف فرما ہوتے۔ ان کا ایک خاص آدمی (جس کو قاص کہا جاتا تھا) ضروری ضروری احوال آپ کی خدمت میں پیش کرتا۔ پھر آپ اپنی مخصوص جگہ پر تشریف لے جاتے، وہاں مصحف (قرآن) پاک پیش کیا جاتا اور آنجناب اس کے ایک جزو کی تلاوت فرماتے۔

اس کے بعد آپ گھر تشریف لے جاتے اور اوامر و نواہی کی حسب ضرورت تلقین فرماتے۔ پھر اس کے بعد چار رکعت نوافل ادا کرتے اور باہر تشریف لا کر مجلس میں بیٹھتے اور خاص خاص لوگوں کی ملاقات کی اجازت دیتے اور ان کے ساتھ ضروری گفتگو فرماتے۔ اسی دوران میں آپ کے وزراء جناب کی خدمت میں حاضر ہو کر اس دن سے متعلق ضروری امور میں گفتگو کرتے اور ہدایت حاصل کرتے۔

---

[1] مروج الذہب (سعودی شیعی) ص۹ ج۳ تحت ذکر جمل من من اخلاقہ وسیاستہ۔

(۲) ثم یخرج فیقول: یا غلام اخرج الکرسی، فیسخرج الی المسجد فیوضع فیسنده ظهره الی المقصورة و یجلس علی الکرسی، و یقوم الاحداس، و یقوم الاحراس فیتقدم الیه الضعیف و الاعرابی و الصبی و المرأة و من لا احد له، فیقول: ظلمت، فیقول: اعزوه، و یقول: عدی علی۔ فیقول: ابعثوا معه، و یقول: صنع بی، فیقول: انظروا فی امره۔ حتیٰ اذا لم یبق احد دخل فجلس علی اسریر [1]

(۲) حضرت امیر معاویہؓ کی یومیہ عوامی ملاقات کی دوسری نشت

پھر حضرت امیر معاویہؓ گھر سے باہر تشریف لاتے تو آپ اپنے خادم کو کرسی لانے کے لیے فرمان دیتے اور مسجد میں مقصورہ کے پاس کرسی پر تشریف فرما ہوتے اور آپ کے محافظ پاس رہتے۔

اس کے بعد آنجناب کی طرف سے حکم دیا جاتا تھا کہ جو کمزور لوگ اور اعرابی (بادیہ نشیں) کوئی لڑکا یا کوئی خاتون کسی ضرورت کے لیے آئے ہوئے ہوں تو وہ باری باری پیش خدمت ہوں۔ مثلاً ایک شخص پیش ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ مجھ پر یہ ظلم ہوا ہے تو آپ فرماتے کہ: اس کے ظلم کو دور کیا جائے۔ اور داد رسی کی جائے۔ پھر دوسرا شخص

[1] مروج الذہب (مسعودی شیعی) ص ۳۹۔ ج ۲ تحت ذکر جمل من اخلاقہ وسیاستہ

پیش ہوتا اور کہتا کہ میرے ساتھ زیادتی کی گئی ہے تو آپ کی طرف سے حکم دیا جاتا کہ اس کے ساتھ آدمی بھیج کر اس سے تعدی اور تجاوز کو دور کیا جائے۔ اسی طرح ایک اور شخص پیش ہو کر کہتا کہ میرے ساتھ فلاں معاملہ ہے تو آپ فرماتے کہ اس معاملہ پر نظر انصاف کی جائے۔

اس طریقہ سے تمام حاضرین حاجت مندوں کی ہر حاجت کو پورا کیا جاتا۔ حتیٰ کہ کوئی ایک ضرورت مند بھی باقی نہ رہ جاتا۔

پھر آپ اس مقام سے اٹھتے اور دوسری جگہ چارپائی پر تشریف فرما ہوتے۔

حضرت امیر معاویہؓ کی مجالس کی کیفیت

حضرت امیر معاویہؓ کی مجالس کے احوال میں ایک دوسری روایت میں ہے:

ارفعوا الینا حوائج من لا میصل الینا۔ فیقوم الرجل فیقول: استشھد فلاں فیقول: تعاھدوھم۔ اعطوھم اقضوا حوائجھم اخدموھم، ثم یوتی بالغداء و یحفر الکاتب۔ فیقوم غدر ائسہ ویقدم الرجل فیقول لہ اجلس علی المائدۃ فیجلس فیمدیدہ فیاکل لقمتین او ثلاثا و الکاتب یقرأ کتابہ فیامر فیہ بامرہ فیقال یا عبداللہ اعقب فیقوم یتقدم آخر

حتی یاتی رلی اصحاب الحوائج کلھم[1]

حضرت امیر معاویہؓ فرماتے: جو لوگ مجھ تک نہیں پہنچ سکتے ان کی ضروریات اور حوائج کو پیش کیا جائے۔

پھر ایک شخص حاضر ہوتا اور کہتا کہ فلاں جنگ میں شہید ہو گیا۔ تو آپ حکم فرماتے کہ اس کی اولاد کے لیے وظیفہ متعین کر دیا جائے۔ پھر دوسرا شخص کہتا کہ فلاں شخص اپنے گھر سے غائب ہے (یعنی دینی کام کے لیے کہیں گیا ہوا ہے) تو آپ کی طرف سے حکم ہوتا کہ اس شخص کے اہل خانہ کی نگہداشت کی جائے۔ اور ان کو وظیفہ دیا جائے۔ اور ان کی ضروریات کو پورا کیا جائے۔

پھر آپ کی خدمت میں صبح کا کھانا پیش کیا جاتا اور آپ کا احکام نویس (کاتب) آپ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا اور جو لوگ کھانے میں ہوتے انہیں دسترخوان پر بیٹھنے کا حکم دیا جاتا پھر یہ لوگ کھانے میں شریک ہوتے اور حسب ضرورت خوردونوش کرتے۔ اسی دوران میں آنجناب کا کاتب آپ کے احکامات لکھتا جاتا۔ اسی طرح یہ مجلس قائم رہتی۔ حتیٰ کہ مجلس کے تمام حاجت مند لوگوں کی ضروریات کو پورا کر دیا جاتا۔

---

[1] مروج الذہب ص ۳۹۔ ج ۳۔ تحت ذکر جمل من اخلاقیہ وسیاستہ۔ سیرت امیر معاویہؓ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۳۴۲۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

احادیث خلافت، خلفاء اثنا عشر

○ عن سبماک بن حرصب قال سمعت جابر بن سمرة یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یزال الاسلام عزیرا الیٰ اثنا عشر خلیفه ثم قال کلمه لم افهمها فقلت لابی ما قال؟ فقال کلهم من قریش۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ دین اسلام بارہ خلفا تک عزیز اور غالب رہے گا۔ اور یہ تمام خلفاء قریش سے ہوں گے۔

○ عن مسروق قال کنا مع عبداللہ بن مسعود جلوسا فی المسجد یقرانا فاتاه رحل فقال یا ابن مسعود! هل حدثکم نبیکم کم یکون من بعده خلیفه؟ قال نعم کعدة کفاء بنی اسرائیل۔[2]

مسروقؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس مسجد میں بیٹھے تھے اور وہ ہمیں قرآن مجید کی تعلیم دے رہے تھے کہ اس وقت ایک شخص نے آکر کہا کہ اے ابن مسعودؓ! کیا تمہیں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے کہ ان کے بعد کتنے خلفا ہوں

---

[1] مسلم شریف ص ۱۱۹ جلد ثانی کتاب الامارة باب الناس تبع القریش۔ مسند احمد بن حنبل تحت جابر بن سمرہ۔

[2] مسند احمد بن حنبل ج ا ص ۴۰۶۔ تحت مسندات ابن مسعود

گے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں۔ بیان فرمایا ہے کہ خلفا کی تعداد بنی اسرائیل کے نقباء کے برابر ہو گی (اور بنی اسرائیل کے نقباء بارہ عدد نقیب تھے)۔

تطبیق بین الروایات

یہاں یہ قابل توجہ امر ہے کہ ان روایات میں صاف طور پر بیان فرمایا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بیشتر خلفا ہوں گے۔ اور ان کے دور میں دین اسلام کا غلبہ ہو گا اور تمام خلفاء قریش سے ہوں گے۔ ان امراء و حکام کو خلیفہ و خلفاء کے لفظ سے ذکر فرمایا گیا۔ بعض مقامات پر بارہ عدد خلفا کا ذکر کیا ہے

جابر بن سمرہؓ وغیرہ کی روایات میں جو بارہ عدد خلفا کا ذکر ہے اس سے مراد مطلق خلافت ہے جو خلافت، خلافت علی منہاج النبوۃ سے کم درجہ کی ہے۔ اگر بعض مقام میں "ملکا" وغیرہ اس تطبیق کے پیش نظر حضرت سفینہؓ اور حضرت جابر بن سمرہؓ وغیرہ کی رواہات میں تعارض رفع ہو گیا۔ اور ان کے درمیان توافق قائم ہو گیا۔[1]

[1] سیرت امیر معاویہؓ۔ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۵۴۰۔

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف مخالفین کے مطاعن

تاریخی روایات کی حقیقت

حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

قدیم کتب تاریخ میں مختلف باتیں اور روائتیں جمع کر دی جاتی تھیں اور مؤلفین اس امر کا التزام نہیں کرتے تھے کہ ان میں سے کون سی بات صحیح ہے اور کون سی غلط ہے۔

اسی وجہ سے تاریخوں میں متضاد روائتیں بھی پائی جاتی ہیں۔ اصول یہی ہے کہ انبیاء کرامؑ یا صحابہ عظامؓ کے بارے میں اگر کسی تاریخی کتاب یا حدیث کی روایت میں کوئی بات ان کی عظمت شان کے خلاف ہو تو اس کو رد کر دیا جائے گا۔ کیوں کہ انبیائے کرامؑ کی عصمت اور صحابہ کرامؓ کی عظمت وحی الٰہی و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ تو اس کے مقابلہ میں کسی تاریخی روایت کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔[1]

حضرت امیر معاویہؓ اور مودودی

مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب چکوالی لکھتے ہیں:

حضرت امیر معاویہؓ ایک جلیل القدر صحابی اور آنحضرت ﷺ کے

[1] از مودودی مذہب۔ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسین چکوالی۔ ص ۸۲۔

عبدالوحید الحنفی

سالے ہیں۔ نبی کریم نے ان کے لیے یہ دعا فرمائی:

اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا (ترمذی شریف)

"اے اللہ معاویہؓ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت پانے والا بنادے"

اس میں حضرت امیر معاویہؓ کی بہت بڑی فضیلت پائی جاتی ہے۔ کیوں کہ اول تو آپ صحابی ہیں۔ اور پھر آپ کے لیے رحمت للعالمین ﷺ نے خصوصی جامع دعا فرمائی ہے۔

علاوہ ازیں حضرت علی کرم اللہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسنؓ کا آپ سے صلح کرلینا اور آپ کو اس اس وقت کی وسیع مملکت اسلامیہ کا خلیفہ تسلیم کرلینا اور پھر امام کربلا حضرت حسینؓ کا ۱۹ یا ۲۰ سال حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کو تسلیم کیے رکھنا اور آپ کی طرف سے سالانہ وظیفہ کا قبول کرلینا حضرت معاویہؓ کی حقانیت اور خلافت حقہ کی ایک زبردست شہادت ہے۔ جس کا انکار وہی شخص کرسکتا ہے جو سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّہ یعنی جنت کے جوانوں کے سردار حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کی سیادت و عظمت دینی کا بھی منکر ہو۔

مودودی صاحب کا حضرت معاویہؓ سے بغض

لیکن مودودی صاحب نے بغض معاویہؓ کا اظہار جن الفاظ میں کیا ہے وہ اہل شیعہ کا ہی ایک خاص ذہن ہے جس کی دائرہ اہل سنت میں کوئی

گنجائش نہیں چناں چہ مودودی صاحب لکھتے ہیں:

ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہؓ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر خطبوں میں برسر منبر حضرت علیؓ پر سب و شتم کی بوچھاڑ کرتے تھے حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبر رسولؐ پر عین روضہ نبوی کے سامنے حضور کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں۔ اور حضرت علیؓ کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے۔ کسی کے مرنے کے بعد اس کو گالیاں دینا شریعت تو درکنار، انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا اور خاص طور پر جمعہ کے خطبہ کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین و اخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا۔ الخ (خلافت وملوکیت ص ۱۷۴)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

الجواب

مودودی صاحب نے تاریخی روایات میں لفظ "سبّ" کو لیکر یہ لمبی داستان بنائی ہے حالاں کہ "سَبّ" کا لفظ اہل عرب دوسرے کی رائے کا تخطیہ کرنا اور دوسرے کی رائے کو غلط قرار دینا اور اپنی رائے کو درست کہنا ہے وغیرہ میں بھی استعمال کرتے ہیں، حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سَبّ و شتم کرنے کے الزامات بالکل بے جا ہیں اور روایات کی صداقت مخدوش ہے۔

ان معناہ ما منعک ان تخطیہ فی رأیہ و اجتہادہ تظہر للناس حسن راینا و اجتہادنا و انہ اخطا۔[1]

اس روایت کا محمل اس طرح بیان کیا ہے کہ یہ لفظ "سَبّ" یہاں بمعنی گالی گلوچ نہیں بلکہ دوسرے کی رائے کو خطا قرار دینے کے معنی میں مستعمل ہے۔ اور اسی کو عرف میں "سبّ" بھی کہتے ہیں۔ اور ظاہر بات ہے کہ حضرت علیؓ المرتضیٰ کی جماعت اور حضرت امیر معاویہؓ کے ہم نوالوگوں کے نظریات میں اختلاف رائے کا پایا جانا مسلّمات میں سے ہے۔ ان پر ہر دو فریق کے موقف میں نظریاتی اختلاف موجود تھا۔ وہی بعض مواقع اور مجالس میں اختلافی شکل میں پایا جاتا تھا اور ہر ایک فریق اپنی رائے کو صواب (صحیح) قرار دیتا اور فریق مقابل کی رائے کو خطا پر محمول کرتا اور غلط قرار دیتا ہے۔ چناں چہ صاحب اکمال اکمال المعلم شارح مسلم شریف نے اسی چیز کی تصریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

و التصریح بالسب و قبیح القول انما کان یفعلہ جہال بنی امیۃ و سفلتہم... و اما معاویہ رضی اللہ عنہ فحاشاہ من ذالک لما کان علیہ من الصحبۃ و الدین ذو الفضل و کرم الاخلاق[2]

اس مقام پر علماء فرماتے ہیں کہ باہمی سَبّ و شتم اور قبیح اقوال کا

---

[1] شرح مسلم شریف (نووی) ص ۲۷۸ ج ۲ تحت الحدیث باب فضائل علی۔

[2] اکمال اکمال المعلم شرح مسلم شریف (امام ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ الوشتانی الابی المالکی)

ارتکاب جہال بنی امیہ (جو صحابہؓ کے زمرہ میں نہیں ہیں) اور سفلہ قسم کے لوگ کرتے ہوں تو اور بات ہے لیکن حضرت امیر معاویہؓ کی شخصیت ان چیزوں سے بعید اور بالاتر ہے ان کا صحابی ہونا، ان کی دیانت اور ان کے اخلاق فاضلہ کے اعتبار سے یہ چیز ان کے شایانِ شان نہیں۔[1]

(۲) بعض روایات میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی ملاقات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ:

فقال مامنعک ان "سب" اباتراب الخ

بقول معترض مطلب یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے دریافت کیا کہ حضرت علیؓ کو "سبّ" کرنے میں تم کو کیا چیز مانع ہے؟

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

امام نوویؒ لکھتے ہیں:

(۱) ان معناه مامنعک ان تخطیه فی رأیه و اجتهاده و تظهر للناس حسن راينا و اجتهادنا و انه اخطا[2]

لفظ "سبّ" کا استعمال دوسرے کی رائے کا "تخطیہ کرنا" اور "غلط قرار دینا" اور اپنی رائے کو درست کہنا ہے۔

روایت ہٰذا میں مذکورہ تعبیر اگر درست تسلیم کرلی جائے تو "سبّ"

[1] سیرت حضرت امیر معاویہ۔ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۴۹۵

[2] شرح مسلم شریف (نووی) ص ۲۷۸ ج ۲ تحت الحدیث باب فضائل علی۔

یہاں بھی رائے کے معنیٰ میں مستعمل ہے۔

(۲) ان یحمل اسب علی التغیر فی المذھب و الرائ فیکون المعنی ما منعک من ان تبین للناس خطاء و ان ما نحن علیہ اسدو صواب و مثل ھذا یسمی سبا فی العرف[1]

(۳) المعنی ما منعک ان تخطیہ فی اجتھاد و تظر للناس حسن اجتھادنا[2]

(۴) بالمراد بالسب اظھار خطاء اجتھاد و صواب اجتھادنا۔[3]

مختصر یہ کہ کبار علماء نے اس روایت کا محمل اس طرح بیان کیا ہے کہ یہ لفظ "سبّ" یہاں بمعنی گالی گلوچ نہیں بلکہ دوسرے کی رائے کو خطا قرار دینے کے معنیٰ میں مستعمل ہے اور اس کو عرف میں "سبّ" بھی کہتے ہیں۔

اس ایک روایت جس کی تشریح علماء نے بیان کر دی ہے، کے علاوہ "سبّ" و شتم کے بارے، میں جو روائتیں ذکر کی جاتی ہیں، وہ جھوٹ ہیں۔ ان میں دروغ گوئی اور مبالغہ آرائی کو بڑا دخل ہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

[1] اکمال اکمال المعلم شرح مسلم (امام ابی عبد اللہ محمد بن خلفۃ الوشتانی۔
[2] مجمع البحار (شیخ محمد طاہر الہندی۔ ص ۸۳ ج ۳۔
[3] الناہیہ عن لعن معاویہؓ (عبد العزیز ہاروی) ص ۳۷ تحت الجواب الرابع۔

"ومایذکر عنه من ذلک فکذب"[1]

اس لیے ان کی طرف التفات ہی نہ کیا جائے اور ایسی بات کرنے والے کے کلام کو غصہ سے رد کر دیا جائے۔ اور اسے تسلیم نہ کیا جائے۔

و کل ما یروی سوی ھذا فیما جری بین الطائفتین و بین الرجلین فلاتضعو الیه اذنا و لاتلفتوا الیه و اسمعوا المتکلم بذلک تکبیتا[2]

ارشاد نبوی "سب" پر دعا رحمت

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت سلمانؓ فارسی روایت کرتے ہیں:

ان رسول الله ﷺ خطب فقال: ایما رجل من امتی سببۂ او لعنته فی غضبی فانما انا من ولد اٰدم اغضب کما تغضبون و انما بعثنی رحمة للعالمین فاجعلها علیهم صلوٰة یوم القیٰمة الخ (ابوداؤد شریف جلد دوم کتاب السنۃ ص ۲۸۵)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیان میں یہ فرمایا تھا کہ میری امت میں سے جس شخص کو میں "سبّ" کروں یا اس پر لعنت کروں غصہ کی حالت میں تو بے شک میں اولادِ آدم میں سے ہوں جس

[1] اکمال اکمال المعلم شرح مسلم شریف (امام ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ)
[2] اکمال اکمال المعلم شرح مسلم شریف (امام ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ)

طرح تمہیں غصہ آتا ہے۔ اسی طرح مجھے بھی غصہ آتا ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اے اللہ تو اس کو ان کے لیے قیامت کے دن رحمت بنا دے۔ الخ

ہمارا سوال

مولانا قاضی مظہر حسین صاحب لکھتے ہیں:

ابو داؤد شریف کی حدیث پہلے پیش کر چکا ہوں۔ کیا یہاں بھی "سبّ" کا معنیٰ گالی گلوچ لیا جائے گا کہ نعوذ باللہ رسولِ رحمت ﷺ اپنے صحابہؓ کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ ہر گز نہیں۔ یہاں حضور ﷺ کی شان رحمت للعالمین کے مناسب "سبّ" اور لعن کا مطلب لیا جائے گا۔

اسی طرح صحابہ کرامؓ کے لیے اگر کہیں "سبّ" کا لفظ آیا ہے تو ان کی اعلیٰ شان اور مہذب ترین سوسائٹی کے مناسب اس کا مطلب لیا جائے گا۔ "سبّ" کا اطلاق معمولی زنجیدگی کے الفاظ سے لے کر گالی و شتم پر بھی ہوتا ہے۔

اسی طرح ضلال کا اطلاق بھول چوک پر بھی ہوتا ہے اور کفر و غوایت پر بھی۔ چناں چہ قرآن مجید میں و لا الضالین سے مراد نصاریٰ وغیرہ مشرکین ہیں اور حضور ﷺ سرور کائنات محبوب خدا کے لیے بھی و وجدک ضالا آیا ہے۔ تو کیا دونوں جگہ ایک ہی معنیٰ لیا جائے

گا؟ العیاذ باللہ۔[1] ع

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے درد

تبصرہ

مولانا قاضی مظہر حسین صاحب چکوالی لکھتے ہیں:

جو کچھ ابو الاعلیٰ مودودی صاحب نے لکھا ہے کیا مسجد نبوی میں بد اخلاقی کا یہ مظاہرہ اس دور میں سالہا سال تک برداشت کیا جا سکتا تھا؟ اور کیا علیؓ شیر خدا کی اولاد بھی خودداری اور غیرت اور شجاعت سے نعوذ باللہ اتنی محروم ہو چکی تھی کہ وہ آپ (علیؓ) پر گالیوں کی بوچھاڑ خود اپنے کانوں سے سنتے اور دم نہیں مار سکتے تھے؟ کیا ابو الاعلیٰ صاحب نے حضرت علیؓ کی اولاد کی کوئی حیثیت باقی چھوڑی ہے۔ جس پر کوئی مسلمان فخر کر سکے؟

آخر ان بہتان طرازیوں سے مقصد کیا ہے؟

کیا اس قسم کی تحریروں کے ذریعہ مودودی صاحب پاکستان میں اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اگر کوئی پوچھے کہ اگر دورِ صحابہؓ کا یہ نقشہ تھا تو پھر چودہ سو سال کے بعد آج وہ افراد کہاں سے آپ کو ملیں گے، جن کے ذریعہ صحیح اسلامی حکومت قائم ہو سکے، تو مودودی صاحب

[1] کتاب دفاع حضرت معاویہ۔ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسین چکوال ص ۱۲۹۔

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

کے پاس اس کا کیا جواب ہو گا؟[1]

(۲) مودودی صاحب کا بغض معاویہؓ

مودودی صاحب نے حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف لکھتے ہوئے مزید بغض نکالا ہے:

"مال غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں بھی حضرت معاویہؓ نے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔"[2]

تبصرہ

اگر حضرت معاویہؓ کتاب و سنت کی صریح مخالفت کرتے رہے تو حضرت حسینؓ کیوں خاموش رہے؟

(۲) امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ بحوالہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں:

وقد صح انه كان اما ما عاد لا في حقوق الله و حقوق المسلمين كمافي الصواعق۔[3]

اکابر علمائے امت اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ اپنے دور خلافت میں امام عادل تھے اور حقوق اللہ و حقوق المسلمین کے ادا کرنے والے تھے۔

---

[1] از مودودی مذہب مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسین چکوال ص ۷۶۔

[2] خلافت وملوکیت مؤلفہ ابو الاعلیٰ مودودی ص ۱۷۴۔

[3] مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوب ۲۵۱ دفتر اول ص ۶۸۔

(۳) شیعہ مورخ ابوحنفیہ دینوری نے بھی یہ چیز برملا تسلیم کی ہے:

قالوا ولم یر الحسن ولا الحسین طول حیاة معاویہ رضی اللہ عنہ منه سؤ فی انفسهما ولا مکروها ولا قطع عنهما شیاء مما کان شرط لهما ولا تغیر لهما عن بر [1]

مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت حسنؓ اور حسینؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کی تمام زندگی، آپ کی طرف سے کوئی برائی یا ناپسندیدہ بات نہیں دیکھی اور حضرت امیر معاویہؓ نے ان تمام شرائط میں سے کسی ایک شرط کو بھی ضائع نہیں کیا اور حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت حسنؓ و حسینؓ کے حق میں کسی احسان اور بھلائی کے امر کو تبدیل نہیں کیا۔

حافظ عبدالوحید الحنفی

استلحاق زیاد کا مسئلہ اور مودودی نظریہ

مودودی صاحب نے حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف مزید بغض نکالا اور یہ بھی لکھا ہے کہ:

زیاد بن سمیہ کا استلحاق بھی حضرت معاویہؓ کے ان افعال میں سے ہے جن میں انہوں نے سیاسی اغراض کے لیے شریعت کے ایک مسلّم قاعدے کی خلاف ورزی کی تھی۔

[1] الاخبار الطول (ابوحنفیہ احمد بن داؤد دینوری شیعی) ص ۲۲۵۔

زیاد طائف کی ایک لونڈی سمیہ نامی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ لوگوں کا بیان یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں حضرت معاویہؓ کے والد جناب ابوسفیانؓ نے اس لونڈی سے زنا کا ارتکاب کیا تھا۔

اور اسی سے وہ حاملہ ہوئی۔ حضرت ابوسفیانؓ نے خود بھی ایک مرتبہ اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ زیاد ان ہی کا نطفہ ہے۔ جوان ہو کر یہ شخص اعلیٰ درجے کا مدبر، منتظم، فوجی لیڈر اور غیر معمولی قابلیتوں کا مالک ثابت ہوا۔

حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں وہ آپ کا زبردست حامی تھا اور اس نے بڑی اہم خدمات انجام دیں تھیں۔

اس کے بعد حضرت معاویہؓ نے اس کو اپنا حامی و مددگار بنانے کے لیے اپنے والد ماجد کی زناکاری پر شہادتیں لیں۔

اور اس کا ثبوت بہم پہنچایا کہ زیاد انہی کا ولد الحرام ہے۔ پھر اسی بنیاد پر اسے اپنا بھائی اور اپنے خاندان کا فرد قرار دے دیا۔ یہ فعل اخلاقی حیثیت سے جیسا کچھ مکروہ ہے۔ وہ تو ظاہر ہی ہے۔ مگر قانونی حیثیت سے بھی یہ ایک صریح ناجائز فعل تھا۔ کیوں کہ شریعت میں کوئی نسب زنا سے ثابت نہیں ہوتا۔ (خلافت وملوکیت ص ۱۷۵۔ مؤلفہ ابوالاعلیٰ مودودی)

تبصرہ: مودودی صاحب کی جہالت یا بغض معاویہؓ

مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

”یہاں تو مودودی صاحب، بغض معاویہؓ کے جوش میں اپنی عقل و خرد کو بھی جواب دے چکے ہیں۔ اس لیے کہ جس کو وہ خود اخلاقی و شرعی حیثیت سے اتنا قبیح مان رہے ہیں کیا کوئی عقل مند اور صاحب انصاف آدمی یہ مان سکتا ہے کہ اقتدار پر فائز ہونے کے بعد محض ایک شخص کو اپنا حامی و مددگار بنانے کے لیے حضرت معاویہؓ نے نعوذ باللہ اپنے والد ماجد (حضرت ابو سفیانؓ) کی زناکاری کے گواہ لوگوں کے سامنے پیش کیے ہوں گے؟

کیا کوئی بد سے بدتر غنڈہ بھی آج اپنے والد کے متعلق ایسی کارروائی کر سکتا ہے؟ اور پھر یہ تو سوچنا چاہیئے کہ بقول مودودی، زیاد جیسا مدبر اور غیر معمولی قابلیت رکھنے والا فوجی لیڈر جو حضرت علیؓ کی صحبت میں بھی رہ چکا ہو، یہ بے غیرتی برداشت کر سکتا ہے کہ ولد الحرام ثابت ہو کر بھی وہ حضرت معاویہؓ کا بھائی بننے کے لیے تیار ہو جائے۔ اگر کسی تاریخ میں ایسے لکھا ہوا بھی ہو تو مودودی صاحب کی عقل نے اس پر یقین کیسے کر لیا؟ جو صحیح بخاری کی حدیث صحیح کو بھی اپنی عقلی کسوٹی پر پرکھنے کے بغیر قبول نہیں کرتے اور جب جی چاہے تو جمہور امت کے فیصلوں کو بھی رد کر دیتے ہیں؟[1]

[1] مودودی مذہب۔ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسین چکوال ص ۷۸۔

اصل صورت حال اور مودودی بہتان

مشہور مؤرخ مولانا اکبر شاہ خانؒ نجیب آبادی نے اپنی تاریخ اسلام حصہ دوم میں زیاد بن ابی سفیانؓ کے متعلق یہ لکھا ہے کہ:

"زیاد کی ماں سمیہ بن کلاب ثقفی کی لونڈی تھی۔ زیاد کے باپ کی نسبت لوگوں کو کچھ شبہ تھا، حقیقت یہ تھی کہ سمیہ کے ساتھ ابو سفیانؓ نے زمانۂ جاہلیت میں نکاح کیا تھا اور ابو سفیانؓ کے نطفہ سے زیاد کی پیدائش ہوئی تھی۔ زیاد کی شکل و صورت بھی ابو سفیانؓ سے بہت مشابہ تھی۔ ... ... حضرت علی کرم اللہ وجہہ، زیاد کو ابو سفیانؓ کا بیٹا یقین کرتے تھے۔ کیوں کہ ابی سفیانؓ نے خود ایک موقعہ پر فاروق اعظمؓ کی مجلس میں یہ تسلیم کیا تھا کہ زیاد میرا بیٹا ہے۔ اسی لیے انہوں نے زیاد کو فارس کا حاکم مقرر کیا تھا" الخ[1]

ایک مغالطہ

حضرت معاویہؓ اور زیاد کے متعلق مودودی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اس کے لیے بعض تاریخی کتب مثلاً استیعاب اور البدایہ و النہایہ وغیرہ کا حوالہ بھی دیا ہے۔ لیکن نہ ہی عربی عباتیں پیش کی ہیں نہ ہی ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ اور ان کتابوں میں بھی اس بات کی تصریح نہیں ہے کہ حضرت معاویہؓ نے جو گواہ پیش کیے تھے انہوں نے حضرت ابو سفیانؓ کی

---

[1] تاریخ اسلام حصہ دوم ص ۱۳۱۔ موئلفہ مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی۔

زناکاری کی شہادتیں دی تھیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اس بات کی شہادت دی تھی کہ زیاد حضرت ابو سفیانؓ کا بیٹا ہے نہ کہ ولد الحرام۔[1]

چناں چہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے:

كان استلحاق معاويه رضی اللہ عنہ فی سنة اربع و اربعين۔ و شهد بذلك زياد بن اسماء الحرمازی و مالك بن ربيعة اسلولی۔ و المنذر بن الزبير الزبير فيما ذكر المدائنی باسانيده و زاد فی الشهود جويرية بنت ابی سفيان رضی اللہ عنہ و المستورد بن قدامة الباهی و ابن ابی نصر الثقفی و زيد بن نفيل الازدی و شعبة العلقم المازنی و رجل من بنی عمرو بن شيبان و رجل من بنی المصطلق شهدوا كلهم علىٰ ابی سفيان رضی اللہ عنہ ان زياد ابنه الا المنذر فيشدانه سمع علياً يقول اشهد ان ابا سفيان رضی اللہ عنہ قال ذلك فخطب معاويه رضی اللہ عنہ فاستلحقه فتكلم زياد فقال: ان كان ما شهدا شهود به حقاً فالحمدلله۔ الخ[2]

"اور حضرت معاویہؓ نے ۴۴ھ میں زیاد کو اپنی برادری میں شامل کیا تھا۔ اور اس کی شہادت دی (۱) زیاد بن اسماء، (۲) مالک بن ربیعہ،

---

[1] مودودی مذہب مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسین چکوال ص ۸۰

[2] الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۳ ص ۴۲ تحت زیاد بن ابیہ۔

(۳) منذر بن زبیر نے اور مدائنی نے یہ گواہ اور لکھے ہیں: (۴) جویریہ بنت ابی سفیانؓ۔ (۵) مستور بن قدامہ الباھی، (٦) اور ابن ابونصر الثقفی، (۷) زید بن نفیل، (۸) شعبۃ بنی عمرو کا ایک آدمی، (۹) اور بنی المطلق کا ایک آدمی۔ اور ان سب نے اس بات کی شہادت دی تھی کہ زیاد حضرت ابوسفیانؓ کا بیٹا ہے۔ مگر منذر نے یہ شہادت دی تھی کہ اس نے حضرت علیؓ سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ ابوسفیانؓ نے یہ کہا تھا کہ (زیاد میرا بیٹا ہے)۔ پس حضرت معاویہؓ نے تقریر کی اور زیاد کو اپنا بھائی بنالیا۔ پھر زیاد بولا اور کہا کہ: گواہوں نے جو کچھ بیان کیا ہے اگر یہ حق ہے تو الحمدللہ" الخ

فرمایئے! یہ حضرت ابوسفیانؓ کے نکاح اور زیاد کے صحیح بیٹا ہونے پر لوگوں نے شہادتیں دیں یا اس بات پر کہ زیاد ولد الحرام ہے؟ اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ ان لوگوں میں ابوسفیانؓ کی بیٹی جویریہ بھی ہیں، اب مودودی صاحب ہی بتائیں کہ وہ کس بات کی شہادت دے رہی ہیں؟ اور آخر میں زیاد کی تقریر نے تو مودودی بہتان کی جڑ ہی کاٹ دی ہے کیوں کہ اس نے کہا کہ:

اگر گواہوں کی شہادت حق ہے تو الحمدللہ!

تو کیا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گواہ تو زیاد کو ولد الحرام ثابت کر رہے

ہوں اور وہ بھرے مجمع میں اس پر الحمد للہ کہہ رہا ہو؟

کاش مودودی صاحب محبوب خدا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے شرف صحبت کا کچھ تو پاس کرتے؟[1]

زیاد کو حضرت علیؓ نے گورنر بنایا

بقول مورخین ۳۹ھ میں حضرت علیؓ المرتضیٰ نے اپنے عہد ولایت میں زیاد کو فارس کا حاکم اور والی بنایا تھا۔[2]

جناب علی المرتضیٰؓ کے عہد خلافت میں زیاد کا حکومت کے اہم مناصب پر فائز کیا جانا مسلمات میں سے ہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت علیؓ المرتضیٰ کے دور خلافت میں مکران (بلوچستان) تیسری مرتبہ زیاد ہی کے جہاد سے فتح ہوا۔ چونکہ اسلام میں جاہلیت کے نکاحوں کی اولاد کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا اور اولاد کی اپنے آباء سے نفی نہیں کی گئی۔ اس بنا پر حضرت معاویہؓ نے زیاد کی ابو سفیانؓ سے نسبت کو برحال رکھتے ہوئے اپنے ساتھ نسبتی استلحاق کا معاملہ کیا۔[3]

---

[1] مودودی مذہب ص ۶۲ موئلفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ

[2] اخبار الطوال (دینوری شیعی) ص ۲۱۹ تحت زیاد بن ابیہ، مودودی مذہب۔ موئلفہ مولانا قاضی مظہر حسین چکوال ص ۸۱۔

[3] سیرت امیر معاویہ۔ موئلفہ مولانا محمد نافع۔ ۶۲۷۔

مامون الرشید عباسی خلیفہ کا شیعہ ہونا اور اس کا اعلان

(۱) و فیھا (۲۱۱ھ) اظھر المامون التشیع و امران یقال خیر الخلق بعد النبی علی و امر بالنداء ان برأت الذمته فمن ذکر معاویة بخیر۔[1]

(۲) و فیھا (۲۱۱ھ) امر المامون فنودی برأة الذمته ممن ذکر معاویہ رضی اللہ عنہ بخیر و ان افضل الخلق بعد النبی علی رضی اللہ عنہ۔

ان ہر دو عبارتوں کا مطلب یہ ہے کہ ۲۱۱ھ میں مامون الرشید عباسی خلیفہ نے اپنے شیعہ ہونے کا اظہار کیا اور اس نے سرکاری طور پر اعلان کرایا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خیر الخلائق علی المرتضیٰؓ ہیں۔ اور اس امر کی منادی کرائی کہ جو شخص معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کے حق میں کلمات خیر کہے گا تو حکومت پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔

واقعہ کی تائید از شیعہ

وفی سنة اثنتی عشره و مائتین نادی منادی المامون برأة الذمته من احد من الناس ذکر معاویہ رضی اللہ عنہ بخیرا وقد مه

[1] دول الاسلام (ذہبی) ص ۹۴ تحت ۲۱۱ھ العبر فی من غبر (ذہبی) ص ۳۹۵ ج ا ۲۲۱ھ مطبوعہ کویت

(علی احد) من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔[1]

یعنی ۲۱۲ھ میں مامون الرشید نے منادی کرائی کہ جو شخص بھی معاویہؓ کو خیر کے ساتھ ذکر کرے گا یا اس کو کسی صحابیؓ پر مقدم جانے گا۔ اس شخص سے حکومت بری الذمہ ہے۔ (اس کی حفاظت کے ہم ذمہ دار نہیں)

علامہ شبلی کی طرف سے حقائق کا انکشاف

علامہ شبلی نعمانیؒ نے اپنی تصنیف الانتقاد علیٰ تمدن الاسلامی میں اسلامی تاریخ کی تدوین پر جائزہ میں انکشاف کیا ہے:

تاریخی روایات اور علامہ شبلی کی تحقیق

علامہ شبلی لکھتے ہیں:

ثم ان ھناک اواخر و ھو ان المؤرخین بامرھم کانوا فی عصر بنی العباس و من المعلوم انہ لم یکن یستطیع احد ان یذکر محاسن بنی امیۃ فی دولۃ العباسین فاذا صدر من احد شیٔ من ذالک فلتۃ کان یقاسی قائلھا انواعا من الھتک و الایذاء و خامۃ العاقبۃ و کم الناس امثال ھذا فی اسفار

[1] مروج الذہب (مسعودی شیعی) ص ۴۰ ج ۴ تحت ندا المامون ذکر معاویہؓ ذکر ایام المامون۔
تاریخ سیرت حضرت امیر معاویہ۔ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۴۶۲۔

التاریخ[1]

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اسلامی تاریخ کے مؤرخین عموماً بنی عباس کے عہد میں ہوئے ہیں اور یہ بات معلوم ہے کہ عباسیوں کے عہد میں بنی امیہ کے محاسن ذکر کرنے کی کسی شخص میں استطاعت نہیں تھی۔ کیوں کہ اگر کسی سے بنو امیہ کی خوبی کی کوئی چیز اتفاقاً صادر ہو جاتی تو اس کے قائل کو کئی قسم کی ایذاؤں کا سامنا کرنا پڑتا اور ہتک عزت کے علاوہ ناموافق انجام سے دوچار ہونا پڑتا تھا دفتر تاریخ میں اس قسم کی کئی مثالیں موجود ہیں۔

تاریخی روایات کی تحقیق میں قواعد وضوابط

علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں:

ومن ذالک الاحادیث فی ذم معاویة رضی اللہ عنہ و کل حدیث فی ذم فھو کذب[2]

علمائے امت نے حضرت امیر معاویہؓ کا نام لے کر یہ قاعدہ ذکر کیا ہے:

حضرت امیر معاویہؓ کی مذمت کی متعلقہ احادیث کذب محض ہیں اور ان کا کچھ اعتبار نہیں۔

---

[1] الانتقاد علیٰ تمدن الاسلامی مؤلفہ علامہ شبلیؒ۔ وسیرت حضرت معاویہؓ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۴۶۳

[2] المنار المنیف فی الصحیح والضعیف مؤلفہ علامہ ابن قیم۔ وسیرت حضرت معاویہؓ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۴۶۵۔

پس یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت معاویہؓ کی مذمت اور تنقیص شان بیان کرنے والی روایات ناقابل اعتماد ہیں اور التفات کے ہرگز لائق نہیں۔

تاریخ کے راویوں کا نظریاتی کردار

مولانا محمد نافع لکھتے ہیں:

تاریخی واقعات کو نقل کرنے والے رواۃ میں مختلف نظریات اور رجحانات کے حامل لوگ ہوتے تھے بعض راوی خارجی بعض رافضی وغیرہ ذہن رکھتے تھے اور اسی طرح ناقلین میں کئی قسم کے اپنے رجحانات پائے جاتے تھے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اور حقیقت حال یہ ہے کہ روایت کو نقل کرنے میں راوی کے ذہن اور رجحانات کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ اور واقعہ کو بیان کرنے میں معبر کی تعبیر بڑی اثر انداز ہوتی ہے۔ بات کچھ ہوتی ہے اور اس بات کے نقل کرنے والے کے الفاظ اس کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتے ہیں۔ بالخصوص جب کہ روایت بالمعنی کی انہیں عام اجازت ہو۔ تاریخ کے ناقلین ان حالات میں حقیقت واقعہ کو نظر انداز کر کے اس میں اپنی روایات چلا دیتے ہیں۔ اس وجہ سے بھی بہت سے اعتراضات کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ اور کئی مطاعن رونما ہو جاتے ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں مورخین نے اپنے غیر محتاط رویے کی وجہ سے بہت کچھ مواد تاریخ میں ذکر کر دیا ہے۔ جس سے مخالفین نے مطاعن پیدا کر لیے اور یہ چیز حضرت امیر معاویہؓ پر کثرت اعتراضات کا باعث ہوئیں۔[1]

بعض قواعد وضوابط

اکابر علماء کا فرمان:

فترد کل من روایات التاریخ ما یعود منها علیٰ شین و عیب فی بعض اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔[2]

یعنی وہ تاریخی روایات جن میں بعض صحابہ کرامؓ پر عیب اور طعن پیدا کیا جاتا ہے وہ روایات قابل ردّ ہیں اور قبول کے لائق نہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ کی مذمت کی متعلقہ احادیث کذب محض ہیں

علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں:

و کل حدیث رأیتہ یخالفہ العقول او ینا قض الاصول فاعلم

[1] سیرت حضرت امیر معاویہؓ مؤلفہ مولانا محمد نافع۔ ص ۴۶۴۔ مطبوعہ لاہور۔

[2] احکام القرآن از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع کراچوی ج ۴ ص ۲۷۴ بحث خاتمۃ الکلام فی شاجرات الصحابہؓ۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

انہ موضوع فلا یتکلف اعتبارہ ای لا تعتبر رواتہ و لا تنظر فی جرحھم او یکون مما یدفعہ الحس و المشاھدۃ او مباینا لنص الکتاب او السنۃ المتواترۃ او الاجماع القطعی حیث لا یقبل شئ من ذالک التاویل۔[1]

علمائے کرام نے اس موقع پر فرمایا ہے کہ: جو روایات رایت اور عقل کے خلاف ہوں اور اصول شرعی کے معارض ہوں ان کے متعلق یقین کیجیے کہ وہ بے اصل ہیں۔ اور ان کے روات کا کوئی اعتبار نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جو روایت حسن اور مشاہدات کے خلاف پائی جائے اور کتاب وسنت کی نصوص متواترہ کے متباین ہو اور اجماع قطعی کے برخلاف پائی جائے ایسی صورتوں میں بھی وہ روایت قبول نہیں کی جاتی۔

ایک اصول

مولانا عبدالعزیز پرہاروی ؒ لکھتے ہیں:

و ان صدر عن احد من الصحابۃ ما لا یلیق فلا یبعد عن الامکان و لما تشاجروا وقع بینھم التساب و التحارب و امور ینوحش المتامل فیھا الاٰن مذھبنا اھل السنۃ و الجماعۃ ھو بذل الجھد فی تاویلھا و اذا لم یمکن التاویل وجب رد الروایۃ و وجب السکوت و ترک الطعن للقطع

[1] فتح المغیث شرح الفیتہ الحدیث (عراقی) تالیف نالیف علامہ سخاوی تحت عنوان الموضوع

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

بان الحق سبحانہ وعدھم المغفرۃ و الحسنیٰ [1]

علمائے دین نے یہاں لکھا ہے کہ: اگر صحابہ کرامؓ سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے اور اس کی تاویل ممکن ہو تو وہ تاویل کی جائے۔ اور اگر تاویل ممکن نہ ہو تو روایت کو رد کرنا لازم ہو گا اور غلطی سے سکوت واجب ہو گا اور طعن کرنے سے بالیقین اجتناب کیا جائے گا۔ کیوں کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے حق میں مغفرت اور جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

مذکورہ بالا اصول اور قواعد کے تحت جواب المطاعن میں کلام کیا گیا ہے جب اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت اور جنت عطا فرمانے کے وعدے بھی فرمائے ہیں۔

حافظ عبدالوحید الحنفی

کل صحابہؓ سے جنت کا وعدہ

(۱) وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (سورہ الحدید)

اللہ تعالیٰ نے (صحابہ میں سے ہر ایک سے حسنیٰ (جنت) کا وعدہ فرمایا ہے۔

جن سے حسنیٰ کا وعدہ ہے وہ دوزخ سے دور ہوں گے

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا

[1] الناہیہ عن طعن معاویہؓ، مولانا عبدالعزیز پرہاروی ص ۳۳ تحت مغل فی الاجوبہ عن مطالتہ

مُبْعَدُوْنَ۔(پ ۱۷ سورہ الانبیا آیت ۱۰۱)

"بلاشبہ وہ لوگ جن کے لیے ہماری جانب سے الحسنیٰ (جنت) کا وعدہ پہلے ہو چکا ہے وہ دوزخ سے دور ہوں گے"۔

اللہ تعالیٰ وعدے کے صادق ہیں اور وہ یقیناً پورے ہو کر رہیں گے۔ لیکن اسلامی قواعد کی رو سے ہم پر صحابہ کرامؓ کی طرف سے دفاع کرنا لازم ہے اسی بنا پر ہماری کوششیں جاری ہیں۔[1]

قرآنی آیات واحادیث خلافت وملوکیت

صحابہ کرامؓ کی خلافت کے متعلق آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیاں احادیث میں منقول ہیں ان کی روشنی میں اور حضرت امیر معاویہؓ دیگر احادیث صحیحہ کی بنا پر منصب خلافت پر فائز ہوئے اور اپنے دور خلافت و حکومت میں اہل اسلام کے خلیفہ برحق تھے، ان کی صحت خلافت عادلہ میں کوئی اشتباہ نہیں ہے۔ اور بعض روایات کی بنا پر اس دور کو امارت و

[1] سیرتِ امیر معاویہؓ مؤلفہ مولانا محمد نافع۔ ص۴۶۶۔ مطبوعہ دار الکتاب غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ اس کتاب میں مولانا محمد نافع صاحب نے تفصیل سے کم و بیش اکتالیس مطاعن کے تحقیقی مدلل جوابات پیش کر کے مکمل حضرت امیر معاویہؓ کا دفاع کیا ہے۔ ان کے علاوہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے دفاع حضرت معاویہؓ میں مطاعن کا جواب دیا ہے اور حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے حضرت امیر معاویہؓ اور تاریخی حقائق میں مودودی صاحب کی جانب سے لگائے گئے مطاعن کا تحقیقی جواب دیا ہے۔ یہ تینوں کتابیں قابل مطالعہ ہیں۔

بادشاہت کہا گیا ہے تو وہ خلافت عامہ کے مفہوم متعارض ہیں۔

قرآنی آیات کی روشنی میں یہ چیز ثابت ہے کہ ملک کا عطا کیا جانا اور ملوک (بادشاہ) بنایا جانا کوئی مذموم چیز نہیں بلکہ اس کو احسان اور بیان نعمت کے طور پر اللہ کریم نے اپنے خاص بندوں کے حق میں ذکر کیا ہے۔

(۱) فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ قَدْ بَعَثَ لَکُمْ طَالُوْتَ مَلِکًا۔ (پ۲ البقرہ آیت ۲۴۷)

یعنی اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارے لیے بادشاہ بنا کر بھیجا۔

(۲) دوسرے مقام پر فرمایا:

وَ قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ۔ (پ۲ البقرہ آیت ۲۵۱)

یعنی جالوت کو داؤد نے قتل کر دیا اور ان کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہی دی۔

(۳) موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۝

(پ۶ سورۃ المائدہ آیت ۲۰)

اے میری قوم! اللہ کی نعمت جو تم پر ہے اس کو یاد کرو جب تم میں انبیاء کو بنایا اور تم کو بادشاہ اور ملوک بنایا اور تم کو وہ چیزیں عنایت کیں جو اس دور کے لوگوں میں کسی کو عطا نہیں کیں۔

حاصل یہ ہوا کہ ان آیات میں بصراحت مفہوم ہوتا ہے کہ ملک (بادشاہ) ہونا ملوک (بادشاہ) بنایا جانا قبیح نہیں بلکہ اچھی چیز ہے اور

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت معاویہؓ اگر بعض ضروریات کے اعتبار سے ملک (بادشاہ) ہیں اور ان کو ملوکیت حاصل ہے تو آیات وروایات کے تقاضوں کے مطابق صحیح ہے، اس سے ان کی خلافت اور خلیفہ ہونے کی نفی نہیں ہو سکتی۔ [1]

خلافت وملوکیت

امام ابن خلدونؒ لکھتے ہیں:

حضرت معاویہؓ پہلے خلیفہ ہیں، جو بروز غلبہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ جن کو ہوا پرست "ملوک" سے تعبیر کرتے ہیں اور بعض کو بعض سے تشبیہ دیتے ہیں۔

ماشاالله معاویہؓ اپنے بعد کے خلفاء سے تشبیہ نہیں دیئے جا سکتے۔ یہ خلفائے راشدینؓ سے ہیں اور ان کو خلفائے مروانیہ سے تشبیہ دینا، جو ان کے بعد ہوئے اور ان سے مرتبہ میں کم ہیں، نہایت ہی غلط ہے۔ اور ایسا ہی خلفائے بنی عباس، جو ان کے بعد ہوئے، ان سے تشبیہ دینا بھی غیر مناسب ہے۔ اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ "بادشاہت" کا رتبہ "خلافت" سے کم ہے۔ پس بادشاہ کیسے خلیفہ ہو سکتا ہے؟

سمجھو کہ جو "بادشاہت"، منافی "خلافت" ہے، وہ "جبروتیت" ہے۔ جو کسرویہ سے تعبیر کی جاتی ہے۔

باقی رہی وہ "بادشاہت"، جو غلبہ اور شوکت سے حاصل ہوتی ہے،

[1] سیرت امیر معاویہؓ ص ۵۴۳۔ مؤلفہ مولانا محمد نافع، مطبوعہ لاہور اشاعت جنوری ۲۰۱۱ء

وہ "خلافت نبوت" کے منافی نہیں ہے۔

حضرت سلیمانؑ اور حضرت داؤدؑ دونوں "نبی" بھی تھے اور "بادشاہ" بھی تھے۔ اور نہایت درجہ دنیا کے کاموں میں چست اور اطاعت الٰہی کے پابند تھے۔

حضرت معاویہؓ نے دُنیا کی طمع و دولت کی وجہ سے حکومت و خلافت کی خواہش نہیں کی۔ بلکہ ان کو اس امر پر ایک فطری اور طبعی خیال نے ابھارا تھا۔۔۔ اور قاعدہ کلیہ خلیفہ اور بادشاہ جبروتیہ کے شناخت کا یہ ہے کہ ان کے افعال کو صحیح طور سے دیکھو۔ واہیات، خرافات کے پیچھے نہ پڑو۔ پس جن کے افعال مطابق کتاب و سنت کے ہوں تو وہ خلیفہ نبی ﷺ کا ہے اور جن کے افعال اس مقیاس سے خارج ہوں، وہ "ملوک" دنیا ہیں اور "خلیفہ" ان کو مجازاً کہا جائے گا۔ (تاریخ ابن خلدون حصہ اول ص ۴۴۴۔ مولفہ علامہ ابن خلدون)

ناصبی اور خارجی کون ہیں؟

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

عدم محبت اہل بیت خروج است و تبریٰ از اصحاب رفض و محبت اہل بیت با تعظیم و توقیر جمیع اصحاب کرام تسنن۔[1]

[1] مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی جلد دوم

عبدالوحید الحنفی حافظ

ترجمہ: اہل بیت کی محبت کا نہ ہونا خارجیت ہے اصحاب سے بیزاری اور مخالفت رفض و شیعیت ہے اور محبت اہل بیت باوجود تمام اصحاب کرام کی تعظیم و توقیر سنیّت ہے۔

(۲) مجدد الف ثانیؒ نیز فرماتے ہیں:

پس محبت حضرت امیر شرط تسنّن آمد و آنکہ ایں محبت ندارد از اہل سنت خارج نام یافت۔[1]

اہل سنت ہونے کے لیے حضرت امیر یعنی حضرت علیؓ المرتضیٰ کی محبت شرط ہے اور جو شخص یہ محبت نہیں رکھتا وہ اہل سنت سے خارج ہو گیا اور خارجی نام پایا۔

خارجی اور ناصبی اصطلاح

(۳) حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ چکوالی لکھتے ہیں۔

ناصبی اور خارجی دو علمی اصطلاحیں ہیں۔ عموماً ناصبی ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراءؓ یعنی اہل بیت کی توہین کرتے ہیں اور خارجی ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو حضرت علیؓ المرتضیٰ کے علاوہ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی بھی تکفیر کرتے ہیں۔[2]

---

[1] مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی جلد دوم

[2] خارجی فتنہ حصہ اول مولفہ مولانا قاضی مظہر حسین چکوال ص ۶۳

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

سبائیت

لیکن سبائیت چوں کہ مختلف روپ اختیار کرتی رہتی ہے اس لیے دور حاضر میں انہوں نے از روئے تقیہ اپنا نظریہ کچھ تبدیل کر لیا ہے۔ یہ لوگ بظاہر حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی پر زور تائید کرتے ہیں اور حضرت علیؓ کی بھی بظاہر تکفیر نہیں کرتے۔ لیکن ان کی شخصیت اور خلافت کو مختلف طریقوں سے مجروح کر کے سبائیت کے مشن کی ہی تکمیل کرتے ہیں۔

اور اب تو شیعہ بھی عموماً حالات زمانہ کے تحت حضرات خلفائے ثلاثہ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، اور حضرت عثمانؓ ذوالنورین کو بظاہر کافر نہیں قرار دیتے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

شیعہ عقیدہ امامت

حالاں کہ شیعہ عقیدہ امامت کی بنا پر العیاذ باللہ ہر وہ شخص کافر قرار پاتا ہے جو حضرت علیؓ المرتضیٰ کو پہلا امام و خلیفہ نہیں مانتا، کیوں کہ ان کے نزدیک منصب امامت، منصب نبوت سے افضل ہے اور ائمہ اثنا عشر بذریعہ وحی منصوص امام ہیں۔ ان حالات میں شیعہ صرف اس شخص کو نہیں کہا جائے گا جو حضرات خلفائے ثلاثہؓ کی خلافت راشدہ کا انکار اور ان حضرات کی تکفیر کرتا ہے بلکہ ہر وہ شخص شیعہ قرار دیا جائے گا جو ان حضرات اور دیگر صحابہ کرامؓ اور امہاتؓ المومنین کی توہین

وتحقیر کرتا ہے۔

اس بناپر مولانا اسحق سندیلوی نے ابوالاعلی مودودی کو شیعہ اور مجدد سبائیت قرار دیا ہے۔

حالاں کہ وہ خلفائے ثلاثہ کو خلفائے راشدین تسلیم کرتے ہیں اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم کو بظاہر انہوں نے تنقید کا نشانہ بھی نہیں بنایا بلکہ حضرت معاویہ کے لیے بھی مدحیہ کلمات استعمال کیے ہیں۔ تو جس اصول کی بنا پر مولانا سندیلوی کے نزدیک مودودی صاحب یا سید قطب مصری وغیرہ شیعہ اور سبائی ایجنٹ ہیں، اسی بنا پر ان لوگوں کو خارجی کہنا صحیح ہے جو تکفیر تو نہیں کرتے۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت حسین کی توہین وتحقیر کرتے ہیں خواہ وہ محمود احمد صاحب عباسی ہوں یا مولوی عظیم الدین اور حکیم فیض عالم صاحب جہلمی وغیرہ۔[1]

حضرت امیر معاویہ کا مقام صحابہ کرام کی نظروں میں

(۱) حضرت علی المرتضیٰ کا ارشاد

جنگ صفین وجمل کے موقع پر فرمایا:

لاتقولا الا خیرا الخ (تاریخ ابن عساکر کامل ص ۳۲۹ جلد ا طبع دمشق)

[1] از کتاب خارجی فتنہ حصہ اول مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسین (المتوفی ۱۴۲۵ھ ۲۰۰۴ء) ص ۶۴۔

یعنی ان لوگوں (حضرت امیر معاویہؓ، اہل صفین و اہل جمل) کے حق میں کلمہ خیر کے بغیر کچھ نہ کہو۔

جنگ صفین سے واپسی پر آپ نے فرمایا:

(۲) فتکلم باشیاء کان لا یتکلم بھا۔ و حدث باحادیث کان لا یتحدث بھا فقال فیما یقول: ایھا الناس لا تکرھو امارة معاویة، و اللہ (لو قد فقد تموہ) لقد رأتیم الرؤس تند من کو اھلھا کالحنظل۔[1]

یعنی حضرت علی المرتضیٰؓ نے ارشاد فرمایا کہ امارت و حکومت معاویہؓ کو مکروہ مت جانو کیوں کہ اگر یہ امارت ختم ہو جائے گی اور نہ رہے گی تو تم دیکھو گے کہ تمہارے سروں کو تمہارے دوش سے حنظل (اندرائن) کی طرح زائل کر دیا جائے گا۔

(۲) حضرت امام حسنؓ کا ارشاد

حضرت امام حسنؓ صلح کر کے جب مدینہ شریف پہنچے تو صلح کی مخالفت کرنے والوں نے کہا: یامذل المومنین (اے مومنوں کو ذلت میں ڈالنے والے) توان لوگوں کے جواب میں حضرت امام حسنؓ نے فرمایا:

[1] مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵۔ کتاب الجمل تحت باب ماذکر فی صفین ص ۲۹۳۔ کتاب السنۃ (امام احمد بن حنبل) ص ۱۹۴۔ انساب الاشرف (بلاذری) جلد ۴ ص ۴۰۔ تاریخ ابن عساکر (مخطوطہ) ج ۱۶ ص ۷۲۰۔ البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ج ۶ ص ۲۸۸۔ کنزالعمال (علی تقی الہندی) ج ۶ ص ۸۷۔ تاریخ اسلام ذہبی ج ۲ ص ۳۲۰۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

یقول (نبی ﷺ) نے فرمایا کہ (لاتذهب الایام و اللیالی حتیٰ یملک معاویه) ایام ولیالی (دن رات) نہیں گزریں گے یہاں تک کہ معاویہؓ حکمران ہوں گے۔

مقصد یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کا امیر و حکمران ہونا ان حضرات کے نزدیک برا نہیں تھا کیوں کہ حضور ﷺ نے خود حضرت معاویہؓ کے حکمران ہونے کی بشارت دی تھی۔

(۳) حضرت امام حسینؓ کا ارشاد

فقال الحسین انا قد بایعنا و عاهدنا و لا سبیل الیٰ نقض بیعتنا

یعنی ہم امیر معاویہؓ سے بیعت کر چکے ہیں اور صلح کا معاہدہ کر چکے ہیں اب بیعت توڑنے کی کوئی صورت نہیں۔[1]

اس سے واضح ہوا کہ حضرت حسینؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کا باہم ربط اور تعلق معاہدہ کی صورت میں موجود تھا اور بیعت خلافت کرنے کے بعد وہ اس عہد پر قائم تھے اور اسی صورت حال پر ہمیشہ رہے۔

اس میں تبدیلی نہیں کی۔ اور یہ معاہدہ حضرت امیر معاویہؓ کی مدت خلافت تک رہا۔ (سیرت امیر معاویہؓ۔ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۳۶۷)

[1] الارشاد (شیخ مفید شیعی) ص ۱۸۲ ذکر حالات الحسین فصل ربیعه الحسین عن الناس

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت حسینؓ کا امیر معاویہؓ کے نام مکتوب

فکتب الیه الحسین اتانی کتابک و انا بغیر الذی بلغک عنی جدیر و الحسنات لا یهدی لها الا اللہ و ما اردت لک مجاربة و لا علیک خلافا۔[1]

یعنی جناب حسینؓ بن علیؓ نے امیر معاویہؓ کی طرف جواب ارسال کیا کہ آپ کا مکتوب مجھے ملا ہے۔ جو کچھ بات آپ کو میری طرف سے پہنچی ہے وہ میرے لائق نہیں۔ بلکہ میں اس کے خلاف ہوں۔ نیک کاموں کی جانب اللہ تعالیٰ ہدایت فرماتے ہیں۔ آپ کے ساتھ جنگ و جدال کا میرا ارادہ بالکل نہیں اور نہ مخالفت کرنے کا قصد ہے۔

مؤرخین کی طرف سے شرائط کی پابندی کی تصدیق

قالوا ولم یر الحسن و لا الحسین طول حیات معاویة منه سوء فی انفسهما و لا مکروها۔ و لا قطع عنهما شیئا مما کان شرط لهما و لا تغیر لهما عن بر۔[2]

مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت حسنؓ اور حسینؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کی تمام زندگی میں آپ کی طرف سے کوئی برائی یا ناپسندیدہ بات نہیں دیکھی۔ اور حضرت امیر معاویہؓ نے ان تمام شرائط میں

---

[1] تلخیص ابن عساکر، ابن بدران ص ۳۲۷ ج ۴ تحت ذکر واقعہ الحسین وفعلہ

[2] الاخبار الطول (احمد بن داؤد دینوری شیعی) المتوفی ۲۸۲ھ ص ۲۲۵۔ تحت بحث بن معاویہ

سے کسی ایک شرط کو بھی ضائع نہیں کیا۔ اور حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت حسنؓ اور حسینؓ کے حق میں کسی احسان اور بھلائی کے امر کو تبدیل نہیں کیا۔

حضرت عمیر بن سعد کا ارشاد

لا تذکروا معاویة الا بخیر فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: اللھم اھدہ[1]

یعنی حضرت معاویہؓ کا تذکرہ خیر و خوبی کے بغیر مت کیا کرو۔ میں نے جناب نبی ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے حق میں دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ! انہیں ہدایت عطا فرما۔

تابعین وغیرھم کی نظر میں حضرت امیر معاویہؓ

سعید بن مسیب کا ارشاد

من مات صحبا لابی بکر و عمر و عثمان و علی و شھد للعشرة بالجنة و یرحم علیٰ معاویة کان حقا علی اللہ ان لا ینا قشه الحساب[2]

[1] التاریخ الکبیر (امام بخاریؒ) ج ۴ ص ۳۲۸۔ تحت تذکرہ معاویہؓ بن ابی سفیان۔

[2] تاریخ ابن عساکر ص ۷۴۵۔ ج ۱۶ تحت معاویہؓ بن ابی سفیان۔

یعنی سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص خلفائے اربعہؓ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ سے محبت رکھے اور عشرہ مبشرہؓ کے جنتی ہونے کی گواہی دے اور معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کے حق میں رحمۃ اللہ کہے، امید ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس شخص سے حساب کتاب کا مناقشہ نہیں فرمائے گا اور محاسبہ سے درگزر فرمائے گا۔

حضرت امام اعظمؒ ابو حنیفہ کا ارشاد

(المولود ۸۰ھ التوفی ۱۵۰ھ)

(۱) ولا تذکرہ الصحابہ الا بخیر۔ (شرح فقہ اکبر ص ۸۵)

ہم نہیں کرتے صحابہؓ کا ذکر مگر خیر کے ساتھ۔

(۲) ما قتل احد علیاً الا و علی اولی بالحق منہ و لو لا مار علی فیھم ما علم احد کیف اسیرۃ المسلمین[1]

حضرت علیؓ سے جس نے بھی جنگ کی اس میں حضرت علیؓ حق سے زیادہ قریب تھے اگر حضرت علیؓ ان کے ساتھ اس طرح کا معاملہ نہ کرتے تو کسی کو معلوم نہ ہوتا کہ مسلمانوں کے درمیان جب آپس میں اختلاف ہو تو کیا طرز عمل اختیار کیا جائے۔

(۳) سئل ابو حنیفہ عن علی و معاویۃ و قتلی صفین، فقال: اخاف ان اقدم علی اللہ تعالیٰ بشیء یسالنی عنہ، و اذا اقامنی

[1] مناقب الامام اعظم از صدر الائمۃ المکی ج ۲ ص ۸۳۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

یوم القیامه بین یدیه لا یسالنی بشیء من امورهم، یسالنی عما کلفنی، فالاشتغال بذلک اولیٰ[1]

ایک شخص نے حضرت امام ابو حنیفہؒ سے حضرت علیؓ و معاویہؓ رضی اللہ عنہما اور مقتولین صفین کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے جواب دیا: میں اس سے ڈرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسی بات پیش کروں جس کا وہ مجھ سے سوال کرے اور جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھے اپنے سامنے کھڑا کریں گے تو ان (حضرت علیؓ و معاویہؓ و مقتولین صفین) کے بارے میں مجھ سے سوال نہیں فرمائیں گے۔ بلکہ مجھ سے وہ سوال فرمائیں گے جس کا میں مکلف ہوں، سو اسی تیاری میں مصروف و مشغول رہنا بہتر ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں

(المولود ۹۳ھ مدینہ، المتوفی ۱۷۹ھ مدینہ شریف)

و من شتم اصحابه ادب و قال ایضا من شتم احدا من اصحاب النبی ﷺ ابا بکر او عمر اور عثمان او معاویة اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فان قال کانوا فی ضلال قتل و ان شتم بغیر هذا من شاتمة الناس نکل نکالا شدیدا[2]

یعنی امام فرماتے ہیں کہ جو شخص صحابہ کرامؓ کو سب و شتم کرے تو

---

[1] عقود الجمان ص ۳۰۵ باب الموفی عشرین فی بعض حکمه و مواعظه و آدابه۔

[2] رسائل ابن عابدین من شامی ص ۳۵۸ ج ۱ تحت الباب الثانی فی حکم لساب احد من الصحابه۔

اس کی تادیب کی جائے گی۔ نیز فرمایا کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کے اصحابؓ میں سے کسی ایک صحابی حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، معاویہؓ یا عمرو بن عاصؓ وغیرہ کے بارے میں کہے کہ یہ حضرات گمراہی پر تھے تو اسے قتل کیا جائے۔

لیکن اگر اس لفظ کے بغیر عام لوگوں کو گالیوں کی طرح سبّ و شتم کرے تو اس کو سخت سزا دی جائے۔

فائدہ: حضرت امام مالکؒ کے ارشاد کے مطابق گویا حضرت امیر معاویہؓ اور عمرو بن عاصؓ کے بارے میں بدکلامی کرنا خلفائے ثلاثہؓ کے متعلق "سبّ" کرنے کے مترادف ہے۔ اس بدگوئی میں صحابہ کرامؓ کو مسلمان سمجھتے ہوئے برا بھلا کہنے کی سزا کوڑے ہیں۔ لیکن یہ آخری درجہ کی سزا (قتل) اس صورت میں ہے کہ وہ بدگوئی کرنے والا ان کے کفر کا عقیدہ رکھتا ہو۔ پھر یہ پیش نظر رہے کہ یہ قول امام مالکؒ کا ہے کسی عام عالم کا نہیں۔ (سیرت امیر معاویہ۔ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۴۲۸)

امام احمدؒ بن حنبل کا ارشاد

(المولود ۱۶۴ھ، المتوفی ۲۴۰ھ بغداد)

و قال الميمونی سمعت احمد يقول: ما لهم و لمعاوية نسئل الله العافيه و قال: يا الحسن اذ رأيت احدا يذكر اصحاب رسول الله ﷺ بسوء فاتهمه على الاسلام[1]

[1] الصارم المسلول (ابن تیمیہ) ص ۵۷۳۔ فصل فی حکم اصحابہ وسب اہل بیتہ۔

امام احمد بن حنبلؒ کا ارشاد ان کے ایک تلمیذ میمونیؒ نے اس طرح ذکر کیا: میمونی کہتے ہیں کہ ایک بار میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو فرماتے سنا کہ آں موصوف نے فرمایا: لوگوں کو حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں کیا ہو گیا ہے کہ ان کی برائی ذکر کرنے لگے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتے ہیں۔ اور مجھے خطاب کرتے ہوئے امام احمدؒ نے فرمایا: کہ اے ابو الحسن! جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اصحابؓ رسولؐ میں سے کسی صحابی کو برائی سے یاد کرتا ہے تو اس کے اسلام کو مشکوک سمجھو۔

امام شافعیؒ کا ارشاد (المولود ۱۵۰ھ غزہ، المتوفی ۲۰۴ھ مصر)

تلک دماء طھر اللہ عنھا ایدینا فلنطھر عنھا السنتنا۔[1]

اس خون سے (جو جنگ جمل و صفین میں بہا ہے) اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے لہٰذا چاہیے کہ اپنی زبانوں کو بھی اس سے پاک رکھیں۔

حضرت امام ابراھیم نخعیؒ کا ارشاد (المولود ھ، المتوفی ۹۵ھ)

تلک دماء طھر اللہ عنھا ایدینا منھا افنلطخ السنتنا۔[2]

یہ وہ خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا

---

[1] شرح مواقف ج ۸ ص ۳۷۴۔ تحت المقصد السابع اندیجب تعظیم الصحابہ کلھم۔
[2] الناھیہ۔ ص ۶۔ فعل فی النھی عن ذکر التشاجر۔

ہے۔ کیا اب ہم ان سے اپنی زبانوں کو آلودہ کریں؟

حضرت امام حسنؒ بصری کا ارشاد

(المولود ھ المتوفی ۱۱۰ھ)

قتال شهده اصحاب محمد ﷺ و غبنا و علموا و جهلنا، و اجتمعوا فاتبعنا و اختلفوا فوقفنا[1]

یہ ایسی لڑائی تھی جس میں صحابہ کرامؓ موجود تھے اور ہم غیر موجود تھے۔ وہ تمام حالات سے واقف تھے اور ہم غیر واقف، جس معاملہ پر تمام صحابہ کرامؓ کا اتفاق ہے، ہم اس کی اتباع کرتے ہیں۔ اور جس میں اختلاف ہے اس میں سکوت اختیار کرتے ہیں۔

رئیس المشائخ غوث اعظم حضرت شیخ عبد القادرؒ جیلانی کا ارشاد

(المولود ھ المتوفی ۵۶۰ء)

حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی غنیۃ الطالبین میں اہل السنت و الجماعت کے عقائد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

اما خلافة معاوية بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ و فثابتة صحیحه بعد موت علی رضی اللہ عنہ و بعد خلع الحسن بن علی رضی اللہ عنہ نفسه عن الخلافة و تسلیما الیٰ معاویة لرای راه الحسن رضی اللہ عنہ و مصلحة عامة تحققت له و هی حقن دماء المسلمین و تحقق قول النبی ﷺ فی الحسن ابنی هذا سید یصلح الله

[1] الجامع الاحکام للقرطبی ج ۶ ص ۱۳۲۲۔ سورہ الحجرات تحت وان طائفتان من لمومنین۔

تعالیٰ به بین فئتین عظمتین فوجبت امامته بعقد الحسن رضی اللہ عنہ له فسمی عامة عام الجماعة لارتفاع الخلاف بين الجميع واتباع الكل لمعاوية لانه لم يكن هناك منازع ثالث في الخلافة[1]

یعنی حضرت علیؓ المرتضیٰ کے انتقال کے بعد حضرت حسنؓ کی خلافت سے دست برادری اور امر خلافت امیر معاویہؓ کے سپرد کر دینے کے بعد امیر معاویہؓ کی خلافت برحق، ثابت اور صحیح ہے۔ حضرت حسنؓ نے مصلحت عامہ کے پیش نظر کہ مسلمانوں کے درمیان خونریزی نہ ہو خلافت حضرت امیر معاویہؓ کے سپرد کر دی۔ اور نبی کریم ﷺ کا حضرت حسنؓ کے بارے میں یہ فرمان: اللہ میرے اس فرزند کے ذریعے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔ صحیح ثابت ہوا۔ حضرت معاویہؓ کے ساتھ حضرت حسنؓ کے عقد و عہد کر لینے سے امیر معاویہؓ کی امامت و خلافت میں نزاع مرتفع ہو جانے کی بنیاد پر اس سال کا نام "عام الجماعہ" ٹھہرا۔ اس وقت کوئی تیسرا شخص خلافت کا مدعی نہیں تھا۔ فلہٰذا تمام حضرات نے اس مسئلے میں حضرت امیر معاویہؓ کی اتباع اور اطاعت کر لی۔

[1] غنیۃ الطالبین (شیخ عبد القادر جیلانی) ص ۱۳۸ فصل یقفک اہل السنۃ۔

خادم اہل سنت حافظ عبد الوحید الحنفی

یزید کی ولی عہدی کے بارے میں حضرت امیر معاویہؓ کی مشاورت

یزید کو ولی عہد کرنے کی وصیت کا مضمون

طبری لکھتے ہیں: ۵۶ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے ایک تحریر نکالی اور لوگوں کے سامنے پڑھی۔ اس میں یزید کے جانشین کرنے کا مضمون تھا:

"اگر معاویہؓ کی موت واقع ہو تو یزید ولی عہد ہو گا۔"

یہ سن کر پانچ شخصوں کے سوا سب لوگ یزید کی بیعت پر تیار ہو گئے۔

(۱) حسینؓ بن علیؓ، (۲) عبداللہ بن عمرؓ، (۳) عبداللہ بن زبیرؓ، (۴) عبدالرحمن بن ابی بکرؓ، (۵) عبداللہ بن عباسؓ نے بیعت نہیں کی۔

(تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۱۶)

حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت امیر معاویہؓ کی حضرت حسینؓ سے گفتگو

امام ابن جریرؒ طبری لکھتے ہیں: حضرت امیر معاویہؓ نے مدینہ میں آ کر حسینؓ بن علیؓ کو بلا بھیجا اور کہا:

اے فرزند برادر! قریش میں سے پانچ شخصوں کے سوا جن میں ایک آدمی آپ ہیں اور سب لوگ بیعت کرنے پر آمادہ ہیں۔ آخر مخالفت کرنے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟

حضرت حسینؓ نے کہا: ان لوگوں کو بلاؤ اگر وہ بیعت کر لیں تو میں بھی ان کے ساتھ ہوں ورنہ میرے بارے میں کسی امر کی تعجیل نہ کرنا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا: کیا تم ایسا کرو گے؟

حسینؓ نے کہا: جی ہاں۔

یہ سن کر حضرت امیر معاویہؓ نے ان سے وعدہ لیا کہ کسی سے ان باتوں کا ذکر نہ کریں، حضرت حسین بن علیؓ نے پہلے تو انکار کیا آخر قبول کر لیا اور باہر نکل آئے۔ (تاریخ طبری جلد ۴ ص ۱۱۶)

حضرت امیر معاویہؓ کی حضرت عبداللہ زبیرؓ سے گفتگو

اس کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو بلا بھیجا۔ جب وہ تشریف لائے تو ان سے کہا:

پانچ شخصوں کے سوا جن میں سے ایک آپ ہیں۔ سب لوگ اس پر آمادہ ہیں۔ آخر مخالفت کرنے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟

عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا: ان سب کو بلاؤ وہ بیعت کر لیں تو میں بھی ان کے ساتھ ہوں ورنہ میرے بارے میں تعجیل نہ کرو۔

حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا: کیا تم ایسا کرو گے؟

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا: جی ہاں۔

حضرت امیر معاویہؓ نے ابن زبیرؓ سے وعدہ لیا کہ کسی سے ان باتوں کا ذکر نہ کریں گے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا: اے امیر المومنین! ہم لوگ اللہ عزوجل کے حرم میں ہیں۔ اور اللہ سبحانہ تعالیٰ کے نام پر عہد کرنا امر عظیم ہے۔ ابن زبیرؓ یہ کہنے کے بعد عہد کیے بغیر

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

باہر چلے گئے؟[1]

حضرت امیر معاویہؓ کی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے گفتگو

اس کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بلا بھیجا اور ان کے ساتھ بہت نرمی سے باتیں کیں۔

حضرت امیر معاویہؓ نے کہا:

انی خفت ان اذر الرعیة من بعدی کالغنم المطیرة لیس لها راع (البدایہ والنہایہ ج۸ ص۸)

میں نہیں چاہتا کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بعد بکریوں کے پراگندہ گلے کی طرح چھوڑ جاؤں جس کا کوئی رکھوالا نہ ہو۔

قریش میں پانچ شخصوں کے سوا جن میں ایک آپ ہیں، سب لوگ اس امر پر آمادہ ہیں۔ آخر مخالفت کرنے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟

ابن عمرؓ نے فرمایا: ایسی بات کیوں نہ کروں جس میں کچھ برائی بھی نہیں، خونریزی بھی نہ ہو آپ کا کام بھی ہو جائے۔

حضرت معاویہؓ نے کہا: میں ایسا ہی چاہتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: آپ اپنی کرسی باہر نکالیں۔ میں یہ کہہ کر آپ سے اس بات پر بیعت کرلوں گا کہ آپ کے بعد جس بات پر قوم اتفاق کرے گی میں بھی اس اتفاق میں داخل ہو جاؤں گا، واللہ

---

[1] تاریخ طبری جلد ۴ ص ۱۱۷

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

تمہارے بعد اگر کسی حبشی غلام پر بھی قوم کا اجماع ہو جائے تو میں بھی اس اجماع میں داخل ہو جاؤں گا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا: کیا تم ایسا کرو گے؟

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: جی ہاں۔ ابن عمرؓ یہ کہہ کر باہر نکل آئے گھر پر آ کر دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے۔ لوگ آیا کرتے تھے لیکن ملاقات کے لیے ان کو اجازت نہ ملتی تھی۔ (طبری جلد ۴ ص ۱۱۷)

حضرت امیر معاویہؓ کی یزید کو وصیت

۶۰ھ میں جب حضرت امیر معاویہؓ بیمار ہوئے تو یزید کو بلا بھیجا اور جب وہ آیا تو اس سے کہا:

خادم اہل سنت حافظ عبد الوحید الحنفی

مجھے اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ امر خلافت جو تیرے لیے مستحکم ہو چکا ہے قریش میں سے چار شخصوں کے سوا کوئی تجھ سے اس بارے میں نزاع کرے گا۔ (۱) حسین بن علیؓ، (۲) عبد اللہ بن عمرؓ، (۳) عبد اللہ بن زبیرؓ، (۴) عبد الرحمن بن ابی بکرؓ۔

(۱) عبد اللہ بن عمرؓ کا تو عبادت سے کام ہے۔ وہ جب دیکھیں گے کہ ان کے سوا اب کوئی باقی نہیں رہا تو وہ تجھ سے بیعت کر لیں گے۔

(۲) اور حسین بن علیؓ کو عراق کے لوگ جب تک خروج پر آمادہ نہ کر لیں گے ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ اگر تجھ پر خروج کریں اور تو ان پر قابو پا جائے تو درگزر کرنا ان کو قرابت قریبہ حاصل ہے اور

بہت بڑا حق رکھتے ہیں۔ (طبری جلد ۴ ص ۱۲۹)

دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا:

قریش کے تین شخصوں کے سوا مجھے کسی کا خوف نہیں ہے۔ (۱) حسین بن علیؓ، (۲) عبداللہ بن عمرؓ، (۳) عبداللہ بن زبیرؓ۔

عبداللہ بن عمرؓ کو تو دینداری نے عبادت میں لگا رکھا ہے۔ وہ تجھ سے کسی بات کے طلب گار نہ ہوں گے۔ حسینؓ بن علیؓ سبک وضع آدمی ہیں اور مجھے امید ہے کہ جن لوگوں نے ان کے باپؓ کو قتل کیا اور ان کے بھائیؓ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اہل عراق ان کو خروج پر آمادہ کیے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ اور اس میں شک نہیں کہ ان کو قرابت قریبہ حاصل ہے بہت بڑا ان کا حق ہے اور محمد ﷺ کے یگانوں میں ہیں۔ ان پر قابو پانا تو معاف کر دینا۔ میرے پاس کوئی ایسا شخص آتا تو میں بھی معاف ہی کر دیتا۔ ابن زبیرؓ اگر صلح کا طالب ہو تو مان لینا۔ جہاں تک تجھ سے ہو سکے خونریزی نہ ہونے دینا۔ (تلخیص طبری جلد ۴ ص ۱۳۰)

مسئلہ خلافت

مسئلہ خلافت میں اصل بحث یہ نہیں ہے کہ باپ کے بعد بیٹے کو نامزد کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بلکہ اصل مسئلہ اہلیت وعدم اہلیت کا ہے۔

خلافت کے لیے یزید کی نامزدگی

مولانا قاضی مظہر حسینؒ چکوالی لکھتے ہیں: حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی زندگی میں یزید کو اپنا ولی عہد قرار دے کر اس کی ولی عہدی کی بیعت لے لی تھی۔ لیکن حسب ذیل صحابہ کرامؓ نے اس میں اختلاف ظاہر کیا اور یزید کی ولی عہدی کی بیعت نہیں کی۔

چناں چہ حافظ ابن کثیر محدثؒ لکھتے ہیں:

ولما اخذت البیعة لیزید فی حیاة معاویهؓ کان الحسینؓ ممن امتنع مبایعته هو و ابن زبیر و عبدالرحمن بن ابوبکر و ابن عمر و ابن عباس[1]

جب حضرت معاویہؓ کی زندگی میں یزید کی بیعت لی گئی تو حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیقؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیعت نہیں کی۔

حالاں کہ اس وقت یہ پانچوں صحابہ کرامؓ ایک ممتاز شان رکھتے تھے۔ اب خواہ انہوں نے باپ کے بعد بیٹے کو جانشین بنانے کی وجہ، یا یزید کو خلافت کا اہل نہ سمجھنے (کی وجہ سے) اختلاف کیا۔

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۱۔

اس کی مختلف وجوہ ہو سکتی ہیں۔[1]

حل اشکال

مولانا قاضی مظہر حسین ؒ چکوالی لکھتے ہیں:

اگرچہ صحابہ کرامؓ کو چھوڑ کر یزید کو خلیفہ بنانے کا پہلو بظاہر سخت قابل اعتراض ہے۔ لیکن ایک دوسرا پہلو ایسا ہے جس کے پیش نظر حضرت معاویہؓ کی پوزیشن مجروح نہیں ہوتی۔

اور وہ یہ ہے کہ سابقہ جنگ جمل اور جنگ صفین کی لڑائیاں ان کے اور دیگر صحابہ کرامؓ کے سامنے تھیں جن میں ہزارہا مسلمان شہید ہوئے تھے شام بنو امیہ کا مضبوط مرکز تھا اور یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت علیؓ المرتضیٰ جیسے جنتی خلیفہ راشد کے سامنے بھی سر تسلیم خم نہیں کیا تھا ان حالات میں اگر حضرت معاویہؓ کسی جلیل القدر صحابی کو اپنا ولی عہد مقرر کرتے یا انتخاب خلیفہ کے لیے شوریٰ کا تقرر کرتے تو اتفاق بہت مشکل تھا۔ شامی مرکز کی طرف سے پھر اس کی شدید مزاحمت کا خطرہ تھا۔ اس لیے آپ نے اپنے اجتہاد میں اھون البلیتین پر عمل کیا۔ یعنی دو متوقع مصیبتوں میں سے کمزور مصیبت کو اختیار کیا۔

اگر یزید کو ولی عہد مقرر نہ کیا جاتا تو عموماً بنی امیہ کی طرف سے شدید مخالفت ہوتی جس کے نتیجہ میں بہ نسبت جمل و صفین کے زیادہ

[1] خارجی فتنہ حصہ دوم ص ۱۷۲ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسین۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

خونریزی کا خطرہ تھا۔ تو امت مسلمہ کو مزید تفرقہ و انتشار اور جنگ و قتال سے بچانے کے لیے حضرت معاویہؓ نے دیانتداری سے یہی راستہ اختیار کیا۔

ہم اہل السنت و الجماعت حضرت معاویہؓ کے خلوص نیت میں شبہ نہیں کرسکتے زیادہ سے زیادہ اس کو اجتہادی غلطی سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ [1]

چناں چہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمدؒ مدنی ارشاد فرماتے ہیں: حضرت معاویہؓ غیر معصوم ہیں۔ اگر ان سے دربارہ استحقاق خلافت اور شروط خلافت غلطی اجتہادی ہو جائے اور وہ یزید کو مستحق خلافت سمجھ کر نامزد فرمادیں یا یہ کہ خلافت میں قریشیت، اسلام، حریت بلوغ اور حسن تدابیر انتظام ہی کو شرط سمجھیں، تقویٰ اور دیانت ضروری قرار نہ دیں تو کیا اس پر گرفت سے بچ نہیں سکتے؟ [2]

خلافت وملوکیت، ایک شبہ کا ازالہ

بعض لوگوں کی طرف سے یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ خلفائے راشدینؓ کی خلافت راشدہ کے بعد "خلافت" خلافت نہیں بلکہ اس نے "ملوکیت" کی صورت اختیار کرلی، یا دوسرے لفظوں میں بعد والے خلفاء نے خلافت

[1] خارجی فتنہ حصہ دوم مؤلفہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین ص ۱۷۶۔
[2] مکتوبات شیخ الاسلام حضرت مدنی جلد اول ص ۲۹۰۔

کو ملوکیت میں تبدیل کر دیا۔ وہ روایت جس سے معترضین اپنا استشہاد قائم کرتے ہیں۔ وہ حضرت سفینہؓ کی روایت ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت سفینہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(۱) و عن سفینہ رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی ﷺ یقول الخلافۃ ثلاثون سنۃ ثم تکون ملکا ثم یقول سفینہ امسک خلافۃ ابی بکر سنتین و خلافت عمر عشرۃ و عثمان اثنتی عشرۃ و علی ستۃ۔[1]

حضرت سفینہؓ کہتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا: کہ خلافت تیس سال ہوگی پھر اس کے بعد بادشاہت ہو جائے گی۔ سفینہ راوی اس حدیث کو بیان کر کے کہتے ہیں کہ حساب کر کے دیکھو حضرت ابو بکرؓ کی خلافت دو سال، خلافتِ عمرؓ دس سال، خلافتِ عثمانؓ بارہ سال اور خلافتِ علیؓ چھ سال۔

اس روایت کے پیش نظر ان لوگوں نے یہ شبہ کیا ہے کہ حضرت معاویہؓ کی خلافت "خلافت" نہیں بلکہ "ملوکیت" اور شہنشاہیت ہے۔

(۱) اس روایت کے راوی سعید بن جمہان پر محدثین نے جرح کی ہے۔ امام بخاریؒ نے کہا ہے کہ:

---

[1] رواہ احمد بن حنبل، والترمذی وابوداؤد۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن الفصل ثانی حدیث ۵۱۶۰ جلد سوم۔

وفی حدثه عجائب۔[1] اور اس کی روایات میں عجائب ہوتے ہیں۔

(۲) یحییٰ بن معینؒ نے کہا کہ: روی عن سفینه احادیث لا یرو ینها غیرہ۔[2]

اور سعید بن جمہان حضرت سفینہؓ سے ایسی روایات لاتا ہے جنہیں کسی دوسرے راوی نے ذکر نہیں کیا۔

مختصر یہ ہے کہ حضرت سفینہؓ کی روایت بالا درست اور صحیح ہے لیکن اس میں راوی سعید بن جمہان کے بنو امیہ کے بارے میں اضافہ شدہ کلمات علمائے فن کے قواعد کے اعتبار سے قابل اعتنا اور لائق اعتماد نہیں ہیں۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

خلافت نبوت تیس سال ہوگی

حضرت سفینہؓ ہی سے دوسرے راوی نے یہ الفاظ روایت کیے ہیں:

عن سفینه قال قال رسول اللہ ﷺ خلافت النبوت ثلاثون سنة ثم یوتی اللہ الملک من یشاء[3]

---

[1] خلاصہ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال (خزرجی) ص ۱۱۶ طبع قدیم مصر۔

[2] تہذیب التہذیب ص ۱۴ ج ۴ تحت سعید بن جمہان بحوالہ بخاری۔

[3] یہ روایت صحیح ہے۔ جامعہ الصغیر البانی جلد اول حدیث ۳۲۵۷۔ ابو داؤد شریف حدیث ۱۲۲۲ جلد سوم منذری حاکم عن رسیف، شرح الصحاویہ۔ ۳۳۴۱۔ ۷۰۹۔

ترجمہ: حضرت سفینہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبوت کی خلافت تیس برس رہے گی، پھر اللہ جس کو چاہے گا ملک (سلطنت) دے دے گا۔[1]

میری امت میں میرے بعد خلافت و بادشاہت

حضرت سفینہؓ ہی سے تیسرے راوی نے یہ الفاظ روایت کیے ہیں۔

(۲) الخلافۃ بعدی فی امتی ثلاثون سنۃ ثم ملک بعد ذلک

ترجمہ: خلافت میرے بعد میری امت میں تیس سال رہے گی، پھر اس کے بعد ملک (بادشاہ) ہوں گے۔[2]

خلافت تیس سال اس کے بعد بادشاہت

(۴) الخلافۃ ثلاثون سنۃ ثم تکون بعد ذلک ملکا[3]

ترجمہ: خلافت تیس سال ہو گی پھر اس کے بعد بادشاہت ہو گی۔

خلافت تیس سال ہو گی پھر بادشاہت

(۵) الخلافۃ ثلاثون عاماً ثم یکون الملک[4]

---

[1] یہ روایت صحیح ہے۔ جامعہ الصغیر البانی جلد اول حدیث ۳۲۵۷۔ ابو داؤد شریف حدیث ۱۲۲۲ جلد سوم منذری حاکم عن رسیف، شرح الصحاویہ۔ ۶۸۳۔۷۰۹۔

[2] یہ روایت صحیح ہے۔ جامعہ الصغیر البانی جلد اول حدیث ۳۳۴۱۔ مسند احمد بن حنبل۔ ترمذی۔ مسند ابو یعلیٰ صحیح ابن حبان عن سفینہ۔ احادیث الصحیحہ البانی حدیث ۴۶۰۔ ۱۵۳۴۔ ۱۵۳۵۔

[3] احادیث صحیحہ البانی جلد اول حدیث ۱۴۵۹ اخرجہ ابو داؤد۔ ۴۶۴۶۔ ۴۶۴۷۔ ترمذی ۳۵۱۲

[4] الطحاوی فی مشکل الاثار ج ۴ ص ۳۱۳۔ ابن حبان فی صحیحہ ۱۵۳۴۔ مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۲۰

ترجمہ: الخلافت تیس سال ہو گی پھر اس کے بعد بادشاہت ہو گی۔

خلافت تیس سال ہو گی پھر بادشاہت ہو گی

امام طحاویؒ (المتوفی ۳۲۱ھ) یہ روایت اس طرح روایت کرتے ہیں:

(۱) حدثنا قال: حدثنا عبدالرحمن بن زیاد، حدثنا حماد بن سلمہ عن سعید بن ابی جمھان عن ابی عبدالرحمن سفینہ سمعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول:

"الخلافۃ ثلاثون عاماً ثم یکون الملک"

ثم قال سفینہ: امسک سنتین ابوبکر و عشر سنین عمر و اثنی عشر سنۃ عثمان و ست سنین علی۔

قول ھذا الحدیث ان سنی خلافۃ النبوۃ ھی ھذہ الثلاثون سنۃ التی قد دخلت فیھا مدۃ خلافۃ ابی بکر و مدۃ خلافۃ عمر و مدۃ خلافہ عثمان و مدۃ خلافۃ علی رضی اللہ عنھم۔

ترجمہ حدیث از امام طحاویؒ

(۱) امام ابو جعفر الطحاویؒ احمد بن محمد بن سلامۃ بن سلمۃ الازدی المصری الحنفی روایت کرتے ہیں:

(۲) عبدالرحمن بن زیاد سے وہ روایت کرتے ہیں۔ (۳) حماد بن سلمہ سے وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے سنا (۴) سعید بن ابی جمہان سے انہوں نے سنا (۵) ابی عبدالرحمن سفینہؓ سے وہ فرماتے ہیں کہ

انہوں نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا:

الخلافت تیس سال ہو گی پھر بادشاہت ہو گی۔

پھر حضرت سفینہؓ نے کہا: دو سال ابو بکرؓ اور دس سال عمرؓ اور ۱۲ سال عثمانؓ اور ۶ سال علیؓ کی خلافت کے ہوئے، یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ "خلافت نبوت" تیس (۳۰) سال ہی ہے وہ جس میں مدت خلافت ابی بکرؓ اور مدت خلافت عمرؓ اور مدت خلافت عثمانؓ اور مدت خلافت علی رضی اللہ عنہم داخل ہے۔

شرح حدیث از امام طحاویؒ

حدیث سفینه الذی حصر خلافت النبوة بمدة عقلنا بها ان لها اهلاً الی القضائها، وهم هؤلاءِ الاربعة رضی الله عنهم اجمعین[1]

حدیث سفینہؓ وہ، جس نے "خلافت نبوت" کی مدت کا حصر بیان کیا ہے، اس حدیث سے ہم نے سمجھا کہ اس "خلافتِ نبوت" کے لائق اور مصداق یہ چاروں خلفاء ہیں۔

خلافت تیس سال ہو گی اس کے بعد بادشاہت

امام احمد بن حنبلؒ روایت کرتے ہیں:

(۱) حدثنا بهز حدثنا حماد بن سلمه عن سعید بن ابی

[1] مشکل آثار ج۴ ص۲۱۵۔ مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت بنان۔

جمهان و عبد الصمد حدثنی سعید بن جمهان عن سفینه قال سمعت رسول الله ﷺ یقول الخلافة ثلاثون عاماً ثم یکون بعد ذلک الملک۔ قال سفینه: امسک خلافة ابی بکر رضی اللہ عنہ سنتین و خلافة عمر رضی اللہ عنہ عشر سنین و خلافة عثمان رضی اللہ عنہ اثنی عشر سنة و خلافة علی ست سنین۔[1]

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا (۱) بھز سے انہوں نے سنا (۲) حماد بن سلمہ سے انہوں نے سنا (۳) سعید بن ابی جمہان سے اور عبد الصمد نے بھی سنا سعید بن جمہان سے انہوں نے سنا (۵) حضرت سفینہؓ سے وہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ خلافت تیس سال تک رہے گی اس کے بعد بادشاہت آجائے گی، حضرت سفینہؓ اسے یوں شمار کراتے ہیں کہ دو سال حضرت ابو بکرؓ صدیق کی خلافت کے ہوئے، دس سال

[1] مسند امام احمد بن حنبل ج ۱۰ حصہ مسند الانصار مترجم اردو مع عربی ص ۳۱۰ حدیث نمبر ۲۲۲۶۔ حدیث ابی عبد الرحمن سفینہ مولی رسول اللہ عبد الکم۔ یہ روایت دوسرے محدثین نے بھی روایت کی ہے جن میں یہ شامل ہیں۔ صحیحہ ابن حبان۔ (۶۶۵۷، ۶۹۴۳) و الحاکم ج ۳ ص ۷۱ و ۱۴۵، وقد حسنہ الترمذی۔ قال الالبانی صحیح۔ ابو داؤد (۴۳۴۶، ۴۶۴۷) (الترمذی ۲۲۲۶) قال شعیب: اسنادہ حسن۔ وابن عاصم فی السنة (ق ۲/۱۱۴)

والرویانی فی مسندہ و ابو یعلیٰ الموصلی فی "الھنارید (۲/۱۵/۳) و ابو حنص الصیرنی فی حدیثہ (ق ۱/۲۶۱) و خیشمة بن سلیمان فی 'فضائل الصحابہ' (۲/۲۶۱/۲) و البیھقی فی 'دلائل النبوة' (۳۴۱/۶) من طرق عن سعید بن جمھان عن سفینہ ابی عبد الرحمن مولی رسول اللہ (تذکرہ مرفوعاً)

حضرت عمرؓ فاروق کی خلافت کے ہوئے۔ بارہ سال حضرت عثمانؓ ذوالنورین کی خلافت کے ہوئے اور چھ سال حضرت علیؓ المرتضیٰ کی خلافت کے ہوئے۔ (کل تیس ۳۰ سال ہو گئے۔)

خلافت تیس سال ہو گی پھر بادشاہت ہو گی

(۳) امام احمد بن حنبلؒ کو یہ روایت دوسرے راوی سے اس طرح پہنچی:

حدثنا ابو النصر حدثنا حشرج ابن نباتة العبسی کوفی حدثنا سعید بن جمهان حدثنی سفینه قال قال رسول الله ﷺ الخلافة فی امتی ثلاثون سنة ثم ملکا بعد ذلک ثم قال لی سفینه امسک خلافة ابی بکر و خلافة عمر و خلافة عثمان و امسک خلافة علی رضی الله تعالیٰ عنهم موجد ناها ثلاثین سنة نظرت بعد ذلک فی الخلفا فلم اجده یتفق لهم ثلاثون۔[1]

ترجمہ: حضرت امام احمد بن حنبلؒ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا ابو النصر سے، (۲) انہوں نے سنا حشرج ابن نباتہ العبسی کوفی سے، (۳) انہوں نے سنا سعید بن جمہان سے، (۴) انہوں نے سنا

[1] مسند امام احمد بن حنبل ج ۱۰ حدیث ۲۲۲۷۳۔ حصہ مسند الانصار۔ حدیث ابو عبد الرحمن سفینہ مولی رسول اللہ ﷺ۔

سفینہؓ سے وہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں خلافت تیس سال تک رہے گی اس کے بعد بادشاہت آجائے گی۔ حضرت سفینہؓ اسے یوں شمار کراتے ہیں کہ خلافت ابی بکرؓ صدیق اور خلافت عمرؓ فاروق اور خلافت عثمانؓ ذوالنورین اور اس میں خلافت علیؓ المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ملاؤ تو تیس سال ہو جاتے ہیں۔ پھر دیکھا میں نے اس کے بعد خلفاء کے اندر، پھر نہ پایا ان کو جو متفق ہو جائے ان کے لیے تیس سال۔

(۴) امام احمد بن حنبلؒ کی روایت تیسرے راوی سے:

حدثنا زید بن الحباب حدثنی حماد یعنی ابن سلمة عن سعیدبن جمهان حدثنی سفینہابو عبدالرحمن قال سمعت النبی ﷺ یقول الخلافة ثلاثون عاماً ثم الملک مذکرہ

ترجمہ: امام احمد بن حنبلؒ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے زید بن حباب سے سنا، (۲) انہوں نے حماد یعنی ابن سلمہ سے سنا، (۳) انہوں نے سعید بن جمہان سے سنا، (۴) انہوں نے حضرت سفینہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ "الخلافت" تیس سال ہو گی پھر "بادشاہت" ہو گی۔ [1]

[1] مسند امام احمد بن حنبل ج ۱۰ حدیث ۲۲۲۶۸۔ حصہ مسند الانصار۔ حدیث ابو عبد الرحمن سفینہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت سفینہؓ کے الفاظ کی دوسری روایت

(۵) حدیث سفینہؓ کے ابو داؤد شریف میں یہ لفظ ہیں:

خلافت النبوۃ ثلاثون سنۃ، ثم یوتی اللہ الملک او ملکہ من یشاء۔

خلافت نبوت تیس سال ہوگی پھر اللہ تعالیٰ بادشاہت یا ملک جس کو چاہے گا، دے گا۔

خلافت علیٰ منہاج النبوت

فَقَالَ حُذَيْفَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا فَيَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ۔

روایت کیا اس کو احمد بن حنبلؒ نے کہ: حدیث بیان کی ہم سے سلیمان بن داؤد طیاسی نے حدیث بیان کی ہم سے داؤد بن ابراہیم امواسطی سے، حدیث بیان کی ہم سے حبیب بن سالم نے، نعمان بن بشیرؓ سے روایت کرتے ہوئے کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور بشیر بن سعد ایسا آدمی تھا جس کو حدیثیں یاد تھیں۔ ان کے پاس

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ابو ثعلبہ الخشنی آئے۔ اور کہنے لگے کہ: اے بشیر بن سعد! کیا حکمرانوں کے متعلق آپ کو رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی حدیث یاد ہے۔ تو حذیفہؓ نے کہا مجھے آپؐ کا خطبہ یاد ہے۔ تو ابو ثعلبہ بیٹھ گئے۔ پھر حذیفہؓ نے یہ مرفوع حدیث بیان کی۔

حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

جب تک اللہ چاہیں گے تمہارے درمیان "نبوت" موجود رہے گی پھر اللہ اس "نبوت" کو اٹھالیں گے، جب اٹھانا چاہیں گے۔

پھر "خلافت" ہو گی جو نبوت کے طریقے پر ہو گی۔ جب تک اللہ چاہیں گے وہ رہے گی۔ پھر جب اللہ چاہیں گے اس کو اٹھالیں گے۔

پھر "بادشاہت" ہو گی کاٹ کھانے والی، پس وہ رہے گی جب تک اللہ چاہیں گے۔ پھر اللہ اس کو اٹھالیں گے جب اس کو اٹھانا چاہیں گے۔

پھر "بادشاہت" ہو جائے گی جبر و تشدد والی۔ جب تک اللہ چاہیں گے وہ رہے گی۔ پھر جب اللہ چاہیں گے اس کو اٹھالیں گے۔

پھر ہو جائے گی "خلافت" نبوت کے طریقے پر۔ پھر آپ خاموش ہو گئے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کا دورِ خلافت

قَالَ حَبِيْب فَلَمَّا قَامَ عُمَرُو بْنُ عَبْدِ العَزِيْزِ وَ كَانَ يَزِيْدُ بْنُ

اَلنُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ فِیْ صَحَابَةٍ فَكَتَبْتُ اِلَيْهِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ أُذَكِّرُهُ اِيَّاهُ فَقُلْتُ لَهُ اِنِّیْ اَرْجُوْا اَنْ يَّكُوْنَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ يَعْنِیْ عُمَرَ بَعْدَ الْملكِ الْعَاضِ وَ الْجَبْرِيَةِ فَاُدْخِلَ كِتَابِیْ عَلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَسُرَّ بِهٖ وَ اَعْجَبَهٗ۔

حبیب بن سالم کہتے ہیں: جب عمرو بن عبد العزیزؒ خلیفہ بن گئے اور یزید بن نعمان بن بشیرؓ آپ کے ہم مجلس لوگوں میں سے تھے، میں نے یہ حدیث لکھ کر ان کی طرف بھیج دی، میں نے ان سے یہ کہا: میں امید رکھتا ہوں کہ امیر المومنین یعنی عمر بن عبد العزیزؒ وہ خلیفہ ہیں جو کاٹنے والی اور جبر و تشدد والی بادشاہت کے بعد آئے ہیں۔

یزید بن نعمان بن بشیر نے میرا یہ خط عمر بن عبد العزیزؒ کے سامنے پیش کر دیا عمر بن عبد العزیزؒ بہت خوش ہوئے اور بہت حیران ہوئے۔

O امام احمد بن حنبلؒ کے طریقے میں اس روایت کو بیان کیا گیا ہے جس کو حافظ عراقی نے اپنی کتاب 'محبۃ القرب الٰی محبۃ الغرب" ج ۲ ص ۱۷ میں درج کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

ترمذی میں حدیث سفینہؓ، راوی کے الحاقی الفاظ کی تحقیق

ترمذی شریف کی حدیث سفینہؓ میں الحاقی الفاظ:

و قال سعید: فقلت له: ان بنی امیة یزعمون ان الخلافة

فیهم۔ قال: كذبوا بنو الزقاء، بل هم ملوک من شر الملوک

قلت: و هذه الزيادة تفرد بها حشرج بن نباته عن سعيد بن جمهان، فهی ضعیفه، لان حشرجاً هذا ضعف، آوعده الذهبی فی "الضعفاء" و قال قال النسائی: ليس بالقوي

سعید فرماتے ہیں: میں نے سفینہ سے کہا کہ بنی امیہ گمان کرتے ہیں کہ بے شک خلافت ان میں ہوگی فرمایا وہ غلط بولتے ہیں بلکہ وہ بادشاہوں گے بُرے بادشاہوں میں سے۔

(۱) محمد ناصر الدین البانی لکھتے ہیں: حدیث میں یہ الفاظ زیادہ کرنا تفرد ہے حشرج بن نباتہ کا سعید بن جمہان سے پس وہ ضعیف ہے بے شک حشرج بن نباتہ راوی اس میں ضعیف ہے۔ ذھبی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

(۲) نسائی نے کہا ہے: یہ قوی نہیں ہے، بہر حال اصل حدیث ثابت ہے حشر بن نباتہ راوی کے اضافہ کرنے والے حصہ کو چھوڑ کر۔

(۳) ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے اس کو روایت کیا ہے ایک کے علاوہ سعید بن جمہان سے اور ہم اس کو نہیں پہچانتے مگر حدیث سعید بن جمہان سے۔

(۴) اور ابن ابی عاصم نے کہا ہے: یہ حدیث ثابت ہے جهة النقل

سے سعید بن جمہان نے اس کو روایت کیا ہے حماد بن سلمہ سے اور عوام بن حوشب اور حشرج سے۔

ناصر الدین البانی لکھتے ہیں: یہ حدیث قوی ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور ان میں روایت حاکم کی اسناد صحیح ہیں۔ دوسری روایت میں یہ حدیث موافق ہے۔ امام ذہبیؒ نے اشارہ کیا ہے اس کی تصحیح کی طرف حافظ نے فتح میں۔ پس کہا موافق ہے۔ اور ابن حبانؒ وغیرہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

(۵) اور امام ابن جریر طبریؒ نے اعتقاد (ص۷) میں اس سے دلیل پکڑی ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ محفوظ ہے مکتبہ اظاہریہ میں اور وہ حدیث مشہور ہے حماد بن سلمہ کی روایت سے اور عبدالوارث بن سعید اور عوام بن حوشب اور سعید بن جمہان کی روایت سے عن سفینۃ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۶) اس حدیث کو روایت کیا ہے اہل سنن نے جیسا کہ ابی داؤد وغیرہ۔

(۷) امام احمدؒ وغیرہ نے خلفائے راشدینؓ کے بیان میں اس حدیث پر اعتماد کیا ہے اور حضرت علیؓ کی خلافت پر توقف کیا ہے۔ یہاں تک کہ امام احمدؒ نے کہا ہے کہ جو حضرت علیؓ کو چوتھا خلیفہ نہ مانے وہ گمراہ ہے۔ اور اس سے نکاح کرنا منع ہے اور یہ علماء اہلسنّت

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

اور فقہاء کے درمیان متفق علیہ ہے۔ اور نبیؐ کی وفات ربیع الاول گیارہ ہجری میں ہوئی۔ اور حضرت حسنؓ کے ذریعے دو جماعتوں کے درمیان صلح ہوئی اور حضرت معاویہؓ پر لوگ جمع ہوئے اور وہ پہلے بادشاہ ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے امام مسلم نے۔

سیکون خلافة نبوة و رحمة، ثم یکون ملک و رحمة ثم یکون ملک و جبریه، ثم یکون ملک عضوض۔[1]

عنقریب "خلافت" نبوت کے بعد رحمت ہو گی۔ پھر ہو گی بادشاہت اور رحمت پھر ہو گی بادشاہت اور جبریہ پھر ہو گی بادشاہت کاٹنے والی۔

اور اس روایت کو ابن عبد البر نے جامع بیان العلم میں صحیح کہا ہے۔

البانی لکھتے ہیں: تحقیق میں نے پائے اس کے دو گواہ۔ پہلا ابو بکر ثقفی۔ اس کا ذکر بیہقی نے دلائل میں علی بن زید عن عبدالرحمن بن ابی بکر عن ابیه به کے طریق سے کیا ہے۔

اور دوسرا جابر بن عبد اللہ الانصاری۔ اس کا ذکر واحدی نے وسیط میں، شافع بن محمد سے کیا ہے۔ **حدثنا ابن الوشاء بن اسماعیل البغدادی۔ حدثنا هشیم بن بشیر عن ابی الزبیه عنه به** نحوہ اور پہلے گواہ میں جو علی بن زید ہے، وہ بیٹا ہے جدعان کا۔ اور وہ حفظ کے اعتبار

1 مسلم شریف کے موجود نسخہ میں یہ نظر نہیں آئی۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

سے ضعیف ہے پس وہ گواہی میں صالح ہے۔

اور دوسرا گواہ، شافع بن محمد حدثنا ابن الوشاء بن اسماعیل البغدادی ہے۔ اور میں ان دونوں کو نہیں پہچانتا۔ شاید کہ یہ نسخہ تحریف والا ہے۔

بے شک یہ حدیث حسن ہے سعید بن جمہان کے طریق سے اور ان دونوں گواہوں سے صحیح ہے، نہ کہ خاص طور پر اور تحقیق یہ قوی ہے جن کے نام اوپر ذکر کیے گئے ہیں اور ان کے نام یہ ہیں۔

(۱) امام احمد بن حنبلؒ، (۲) امام ترمذیؒ، (۳) ابن جریر طبریؒ، (۴) ابن ابی عاصمؒ، (۵) ابن حبانؒ، (۶) الحاکمؒ، (۷) ابن عبد البرؒ، (۸) ابن تیمیہؒ، (۹) امام الذہبیؒ، (۱۰) علامہ ابن حجر العسقلانیؒ۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

معلوم ہوا کہ راوی کے الحاقی الفاظ جو بنو امیہ کے بارے میں ہیں صحیح نہیں، باقی روایت محدثین کے نزدیک صحیح ہے۔

حضور ﷺ کی پیشگوئی ۱۲ خلفاء ہوں گے

(۱) لَا یَزَالَ ھٰذَا الدِّیْن قَائِمًا حَتّٰی یَکُوْنَ عَلَیْکُمْ اثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً، کُلُّھُمْ تجتمعُ، عَلَیْہِ الْاُمَّۃُ، کُلُّھُمْ مِنْ قُرَیْش، ثُمَّ

---

[1] احادیث صحیحہ جلد اول جزو ثانی حدیث ۴۵۹ مولفہ ناصر الدین البانی

يَكُوْنُ الْهَرج [1]

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا: دین اسلام ۱۲ خلفاء کے دور تک عزیز اور غالب رہے گا۔

(۲) حضور کا ارشاد: میرے بعد کوئی نبی نہیں اور خلفا کثرت سے ہوں گے

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاء كُلَّمَا هَلَكَ مِنْهُمْ نَبِیّ خَلَفَهٗ نَبِیٌّ وَ اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ، وَ سَيَكُوْنَ خُلَفَاء فِيْكُمْ فَيَكْثُرُوْنَ۔ [2]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ: نبی ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل میں ان کے امور کے متولی انبیاء ہوتے تھے۔ اور جب ایک نبی وفات پا جاتے تو اس کے بعد دوسرے نبی آ جاتے۔ اور یقیناً میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفاء کثرت سے ہوں گے۔

قریش کے ۱۲ خلفاء تک دین قائم رہے گا

(۳) حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذَئب عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ مِسْمَار عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ

---

[1] صحیح مسند احمد بن حنبل، بیہقی شریف، ابو داؤد شریف، ترمذی عن جابر بن سمرہ، الصحیحہ البانی حدیث ۳۷۵، حدیث ۹۶۲۔ موئلفہ ناصر البانی۔

[2] بخاری و مسلم۔ مشکوٰۃ شریف ص ۳۲ کتاب الامارہ والقضا فصل اول۔

خادم اہلسنت عبدالوحید

حَدِیْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَا یَزَالُ الدِّیْنُ قَائِمًا حَتّٰی یَکُوْنَ اَثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَةٌ مِنْ قُرَیْش۔[1]

امام احمد بن حنبلؒ روایت کرتے ہیں حماد بن خالد سے، وہ کہتے ہیں کہ سنا میں نے ابن ابی ذہب سے، انہوں نے سنا مہاجر بن مسمار سے، انہوں نے عامر بن سعد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہؓ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین اس وقت تک قائم رہے گا جب تک قریش کے بارہ خلیفہ نہ ہو جائیں۔

حضور کی پیشگوئی:

دین اسلام ۱۲ خلفاء کے دور تک غالب رہے گا

عبدالوحید الحنفی

عن سماک بن حرب رضی اللہ عنہ قال سمعت جابر بن سمرة یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لا یزال عزیز الی اثنا عشر خلیفة ثم قال کلمة لم افهمها فقلت لابی ما قال؟ فقال کلهم من قریش۔[2]

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: دین اسلام بارہ خلفاء

---

[1] مسند احمد بن بن حنبل حصہ مسند بصرین ج۹ حدیث ۲۱۰۸۶۔ عن جابر بن سمرة۔
[2] مسلم شریف ص۱۱۹ ج۲ کتاب الامارہ باب الناس تبع قریش والخلافة فی قریش۔ مسند احمد بن حنبل ص۸۶ ج۵ تحت مسندات جابر بن سمرہ (متعدد بار)

(کے دور) تک عزیز اور غالب رہے گا۔ اور یہ تمام خلفا قریش سے ہوں گے۔

پہلے خلیفہ کی بیعت کو پورا کرنے کا حکم

وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ کَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِیَاء کُلَّمَا هَلَکَ مِنْهُم نَبِیٌّ۔ خَلَفَهٗ نَبِیٌّ وَ اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَ سَیَکُوْنَ خُلَفَاءُ فِیْکُمْ فَیَکْثُرُوْنَ، قَالُوْا: فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ: فُوْا بَیْعَةَ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ اُعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو انبیاء ادب سکھایا کرتے تھے اور جب کوئی وفات پا جاتا تھا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہو جاتا تھا، لیکن میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے البتہ میرے بعد خلفاء ہوں گے، صحابہ نے کہا: آپؐ ہم کو کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اتباع کرو پہلے خلیفہ کا (اس زمانہ میں) پھر خلیفہ کا (دوسرے زمانہ میں) اور ادا کرو ان کا حق اور اللہ تعالیٰ ان سے ان کی رعیت کے بارے خود ان سے پوچھ لے گا۔[1]

---

1 مشکوٰۃ شریف ج۲ کتاب الامارۃ و القضاء حدیث ۳۵۰۵ و بخاری شریف، و مسلم شریف کتاب الامارۃ باب ۷۸۳۔ حدیث ۴۷۷۳ و حدیث ۴۷۷۴۔

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

حضور ﷺ کی پیشگوئی:

امت کا معاملہ ۱۲ خلفاء تک درست رہے گا

عن ابی جحیفه قال کنت مع عمی عند النبی ﷺ و هو یخطب فقال لا یزال امر امتی صالحا حتی یمضی اثنا عشرة خلیفة و خفض بها صوته قال کلهم من قریش۔[1]

حدیث سفینہ اور حدیث ۱۲ خلفاء میں تطبیق

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حدیث سفینہؓ میں خلافت سے مراد خلافت نبوت ہے

انه اراد فی حدیث سفینه "خلافت النبوت" و لم یقیده فی حدیث جابر بن سمرة بذالک۔[2]

یعنی حدیث سفینہؓ (ثلاثون سنة) میں خلافت سے مراد خلافت نبوت ہے۔

تیس سال کے بعد خلافت منقطع نہیں ہوئی

صاحب بزاس کی تحقیق

صاحب بزاس نے اس مقام پر یہ چیز ذکر کی ہے کہ حضور ﷺ

---

[1] مجمع الزوائد (ہیثمی) ص ۱۹۰ ج ۵ باب الخلفاء الاثنیٰ عشرة۔

[2] فتح الباری شرح بخاری شریف (ابن حجر) ص ۱۸۰ ج ۱۳ آخر باب الاستخلاب (کتاب الاحکام)

کا فرمان: لَا یَزَالُ الدِّیْنُ قَائِمًا حَتّٰی یَکُوْنَ عَلَیْکُمْ اثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً۔ (کہ اسلام بارہ خلفا کے دور تک عزیز اور غالب رہے گا) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ثلاثین سنۃ (تیس سال) پر خلافت منقطع نہیں ہوئی۔

حدیث سفینہ پر تحقیق

اس روایت کا وہ حصہ جو خلفائے بنی امیہ کے خلاف ہے اور جو سعید بن جمہان سے روایت ہے یہ راوی کے اپنے خیالات ہیں جو صحیح نہیں ہیں۔

(۱) عن سعید بن جمهان قال قلت سفینه ان بنی امیه یزعمون ان الخلافة فیهم۔ قال کذب بنو الزقاء بل هم ملوک من اشد الملوک و اولی الملوک معاویه رضی اللہ عنہ۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

یعنی مفہوم یہ ہے کہ سعید بن جمہان کہتے ہیں کہ میں نے سفینہؓ سے کہا بنو امیہ خیال کرتے ہیں کہ خلافت ان میں ہے تو انہوں نے کہا یہ زرقاء (قبیلہ ہذا کی جدہ (دادی) تھی) کی اولاد غلط کہتی ہے بلکہ یہ بادشاہ اور سخت بادشاہ ہیں اور پہلا بادشاہ معاویہؓ ہے۔

(۲) قال سعید فقلت له ان بنی امیه یزعمون ان الخلافة فیهم۔ قال کذبوا [2]بنو الزرقا، بل هم ملوک من شر

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۲ ج ۱۴ کتاب الاوائل۔

[2] اس روایت میں جو کذب کا لفظ ہے اس سے مراد جھوٹ نہیں ہے۔ بلکہ خطا ہے کیوں کہ صحابہؓ میں

الملوک۔[1]

مفہوم یہ ہے کہ سعید بن جمہان کہتے ہیں کہ بنو امیہ گمان کرتے ہیں کہ خلافت ان میں ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ بنو زرقاء کی اولاد غلط کہتی ہے۔ بلکہ وہ بادشاہ ہیں اور برے بادشاہ ہیں۔ اور بھی بعض روایات میں شدید کلمات ملتے ہیں۔

یہ کلمات راوی (سعید بن جمہان کی طرف سے درج کردہ اور روایت میں مدخولہ ہیں جسے محدثین ادراج راوی کہتے ہیں۔

(۳) ابن ابی حاتم رازی، سعید بن جمہان راوی کے متعلق لکھتے ہیں:

شیخ یکتب حدیثه و لا یحتج به۔[2] سعید بن جمہان کی شخصیت قابل احتجاج نہیں۔ (۲) امام بخاریؒ نے لکھا ہے کہ وفی حدثه

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

رائے کا اختلاف بعض مسائل میں ہوا تھا اور مسائل میں ایک دوسرے کو غلطی پر کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے اس میں خطا کی۔ اور عربی محاورات میں کذب بمعنیٰ خطا بھی استعمال ہوتا ہے چناں چہ نبی کریم ﷺ جب شب معراج مقام قاب قوسین پر سرفراز ہوئے اور دیدار خداوندی نصیب ہوا تھا تو قرآن مجید میں فرمایا: ماکذب الفوادمارای (سورہ النجم آیت ۱۱) ترجمہ: قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی۔

صحابہ کرام کا دوران گفتگو آپس میں اس لفظ کا استعمال خطا اور غلطی کے معنوں میں لیا جائے گا۔

[1] ترمذی ص ۳۲۳ ابواب الفتن باب ماجاوفی الخلافہ، ابوداؤد شریف کتاب السنۃ باب فی الخلفاء ص ۲۹۰۔

[2] المعنی فی الضعفاء ص ۲۵۶ ج ۱ تحت سعید بن جمہان۔

عجائب۔[1] اور اس کی روایات میں عجائب ہوتے ہیں۔ (۳) امام ابن عدی نے کہا ہے کہ: وقدروی عن سفینۃ احادیث لا یرو ینہا وغیرہ[2] اور سعید بن جمہان حضرت سفینہؓ سے ایسی روایات لاتا ہے جنہیں کسی دوسرے راوی نے ذکر نہیں کیا۔

(۴) قال اساجی لایتابع علیٰ حدیثہ۔[3] اور اس کی مرویات کا متابع نہیں پایا گیا ان امور کی وجہ سے روایت ہٰذا میں مذکورہ مدخولہ کلمات قابل قبول نہیں۔[4]

مختصر یہ کہ حضرت سفینہؓ کی مندرجہ بالا روایت تو درست اور صحیح ہے۔ لیکن اس میں اضافہ شدہ کلمات علمائے فن حدیث کے قواعد کے اعتبار سے لائق اعتماد نہیں۔

بنابریں خلفائے اربعہ کے بعد جو امارت اور حکومت حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں قائم ہوئی اسے خلافت کے مفہوم سے خارج کر کے بری ملوکیت اور قبیح شہنشاہت وغیرہ کے الفاظ سے ذکر کرنا صحیح نہیں۔[5]

(۲) راوی نے جو اس روایت میں بنو امیہ کے بارے میں الفاظ

---

[1] خلاصہ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال (خزرجی) ص ۱۱۶۔

[2] تہذیب التہذیب (ابن حجر) ص ۱۴ ج ۴ ص تحت سعید بن جمہان۔

[3]

[4] سیرت امیر معاویہؓ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۵۳۷۔ مطبوعہ لاہور۔

[5] سیرت امیر معاویہؓ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۵۳۸ دار الکتاب لاہور۔

داخل کیے ہیں کہ تیس سالہ دور خلافت کے بعد حضرت امیر معاویہؓ پہلے ملک (بادشاہ) ہوئے وغیرہ یہ ان کے حق میں ایک قسم کی قدح اور منقصت ہے۔ حالانکہ اہل سنت حضرت امیر معاویہؓ کی قدح کو جائز نہیں رکھتے بلکہ ان کی مدح کے قائل ہیں۔

اس لیے حضرت امیر معاویہؓ کے دور کو سیاہ دور قرار دینا، بری ملوکیت اور قبیح شہنشاہت وغیرہ الفاظ سے تعبیر کرنا ہرگز درست نہیں۔ وہ اپنے دور کے خلیفہ بھی ہیں اور بہترین امیر وملک (بادشاہ) بھی ہیں۔[1]

(۳) حضرت امیر معاویہؓ کو حضور ﷺ کی بشارت ونصیحت

وَ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَا مُعَاوِيَةُ اِنَّ دَلِّيْتُ اَمْرًا فَاتَّقِ اللهَ وَ اعْدِلْ قَالَ: فَمَا زِلْتُ اَظُنَّ اِنِّيْ مُبْتَلًى بِعَمَلٍ يَقُوْلُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حَتّٰى ابْتُلِيْتُ۔

ترجمہ: حضرت معاویہؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے معاویہؓ! اگر تجھ کو کسی کام کا والی وحاکم مقرر کیا جائے تو تم اللہ سے ڈرنا اور انصاف کرنا۔ حضرت معاویہؓ کہتے ہیں کہ: میں ہمیشہ یہ خیال کرتا رہا کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمانے کے بعد میں ضرور کسی

[1] سیرت امیر معاویہؓ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۵۳۸ دار الکتاب لاہور۔

کام میں مبتلا کیا جاؤں گا۔ یہاں تک کہ میں مبتلا ہوا۔[1] (یعنی مجھے حکومت ملی) آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق عدل انصاف کیا۔

تاریخ طبری کے بارے میں تحقیق

حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

تاریخ طبری کے متعلق معتدل اور صحیح قول حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ محدث دہلوی کا ہے۔

چناں چہ حضرت شاہ صاحبؒ عقائد شیعہ کے تحت فرماتے ہیں:

اور ایک طرح پر مورخین، اہل سنت کو فریب دیتے ہیں مثلاً: ایک کتاب تاریخ کی لکھیں گے، اس کتاب میں تواریخ معتبرہ اہل سنت سے نقل کریں گے اور ذرا خیانت نقل میں نہ کریں گے۔ لیکن جب نوبت ذکر صحابہؓ اور ان کے جھگڑوں کی پہنچے گی تو بعض قد حیات یعنی بری، مذمت کی باتیں بھی لکھ دیں گے۔ کتاب محمد بن جریر طبری شیعہ نے جو ذم صحابہ میں تصنیف کر رکھی ہے اور اس کتاب سے جو اس نے امامت میں لکھی ہے۔ اور "ایضاح المسترشد" نام رکھا ہے، اس میں سے نقل کریں گے، لیکن کتاب منقول عنہ کا

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

1مشکوٰۃ شریف ج ۲۔ کتاب الامارہ والقضاء حدیث ۳۵۴۳۔ ومسند احمد بن حنبل۔

نام صریح نہ لیں گے۔ پس یہاں دیکھنے والا غلطی میں پڑ جاتا ہے کہ شاید کتاب محمد بن جریر طبری شافعی کی ہے کہ "تاریخ کبیر" کے نام سے مشہور اور واضح التواریخ ہے۔

پھر مؤرخ نقل در نقل کرتے ہیں اور متحیر ہوتے ہیں۔ اور نیز اس کی پیروی میں نقل کرنے والے ورطہ گمراہی میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اور یہ کتاب "تاریخ کبیر" نہایت عزیز الوجود ہے اور کمیاب ہے۔ بہت کم لوگ ہیں جن کو پورا نسخہ اس کا میسر ہوا ہو۔ اور یہ جو لوگوں کے پاس (تاریخ طبری) ہے یہ مختصر اس تاریخ کا ہے۔ کہ اس میں سمساطی شیعی کی تحریف بہت ہوئی ہے۔ ان شاء اللہ اس کا حال قریب آتا ہے۔

اور ترجمہ کرنے والے اس مختصر تاریخ طبری کے بھی شیعہ گزرے ہیں پس تحریف در تحریف اس میں ہو گئی ہے۔[1]

O مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی اس تحقیق کے بعد بات صاف ہو جاتی ہے کہ موجودہ تاریخ طبری کا نسخہ تحریف شدہ ہے۔ تو کتاب طبری کی روایت کو تو رد کیا جائے گا۔ لیکن اس کے مصنف امام ابن جریر طبری کو ہدف طعن نہیں بنایا جائے گا۔[2]

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ مترجم ص ۱۰۰ از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔
[2] خارجی فتنہ ج ۱۔ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسین چکوال ص ۱۵۴۔

محمد بن جریر طبری کے بارے میں جو سُنّی تھے، ان کا متقدم مفسرین کی کتابوں میں تذکرہ ہے اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اسی (۸۰) جلدوں میں اپنی تفسیر مکمل کی تھی لیکن وہ تفسیر بھی صدیوں سے دنیا کی نظر کے سامنے نہیں ہے۔اس کا مختصر بھی جو تیس جلدوں میں شائع ملتا ہے۔ دوسرے ابن جریر طبری نے اس کو مختصر کرتے ہوئے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ صاحب کی تحقیق کے مطابق جس طرح تاریخ میں تحریف کردی ہے۔

اسی طرح تفسیر کی ۸۰ جلدوں کو مختصر کرنے کے دوران تحریف کر دی گئی ہے۔جو اس کی مروی روایات سے صاف صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ روایات سنی نہیں بلکہ شیعہ نظریہ کی ترجمان ہیں۔

شیعہ حضرات کی کتب میں اس دوسرے ابو جعفر محمد بن رستم الطبری کا ذکر موجود ہے،ان کی تصانیف کا بھی ذکر ہے اور پہلے ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید طبری کا ذکر مختصر طور سے کر کے لکھ دیا ہے کہ

كان عامي المذهب۔یعنی یہ اہل سنت تھے۔

شیعہ حضرات اپنی کتابوں میں اہل سنت کو عامہ یعنی عوام لکھتے ہیں۔

اور اہل سنت کی کتب رجال میں محمد بن جریر بن یزید طبری کے حالات کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھنے کے بعد پہچان کے لیے ابو جعفر محمد بن جریر بن رستم طبری“کا بھی کچھ ذکر کر دیتے ہیں اور لکھ دیتے ہیں کہ یہ

خادم اہل سنت حافظ عبدالوحید الحنفی

غالی شیعہ رافضی تھے۔

امام ذہبیؒ نے اپنی کتاب میزان الاعتدال میں اور علامہ ابن حجرؒ العسقلانی نے اپنی کتاب لسان المیزان میں ابن جریر بن یزید طبری صاحبِ تفسیر و تاریخ کے اس دور کے موجود نسخوں میں شیعہ روایات و نظریات پر مبنی خیالات کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ: ان میں فی الجملہ تشیع تھا۔ ابن حجر عسقلانیؒ نے لسان المیزان میں امام ذہبیؒ کی پوری عبارت نقل کرکے فیہ تشیع کے بعد اپنی طرف سے یسیر کا لفظ بڑھایا ہے یعنی ان میں تشیع تو تھا مگر ہلکا۔[1]

لیکن ان کی مراد بھی یہ دوسرے ابن جریر بن رستم طبری رافضی ہیں۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

مفسر ابن جریر طبریؒ (المولود ۲۲۴ھ المتوفی ۳۱۰ھ)

مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

مولانا سندیلوی اور محمود احمد صاحب عباسی ابن جریر طبری کو کٹر شیعہ قرار دیتے ہیں اور دو کے بجائے ایک ہی ابن جریر طبری تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن حضرت شاہ عبدالعزیزؒ صاحب محدث دہلوی اور دیگر محققین اہل سنت کی تحقیق یہ ہے کہ ابن جریر طبری دو ہیں۔

---

[1] میزان لاعتدال امام ذہبی۔ وسان المیزان حافظ ابن حجر عسقلانی۔

ایک سُنّی ہے اور دوسرا شیعہ ہے۔ اسماء الرجال کی کتابوں میں بھی دونوں کا علیحدہ علیحدہ تذکرہ ہے۔

اور سُنّی ابن جریر طبری کے متعلق کشف الظنون ج ۱ میں ہے:

قال الامام جلال الدین الیسوطی فی الاتقان و کتابه (ای طبری) اجل التفاسیر و اعظمها۔

امام جلال الدین سیوطیؒ اتقان میں فرماتے ہیں کہ:

تفسیر ابن جریر طبری تفاسیر میں بہت اعلیٰ اور بڑا مقام رکھتی ہے۔

و قال النووی اجمعت الامة علی انه لم یصنف مثل تفسیر الطبری۔

امام نوویؒ صاحب فرماتے ہیں کہ امت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ تفسیر طبری کی مثل کوئی تفسیر تصنیف نہیں کی گئی۔[1]

شیعہ ابن جریر طبری کی مرویات

شیعہ حضرات کی کتاب رجال میں ابو جعفر محمد بن جریر بن رستم الطبری کا ذکر موجود ہے۔

یہ ملخص تاریخ طبری جو لوگوں کے پاس ہے اس کی ہی ہے۔ مولانا محمد نافع لکھتے ہیں کہ:

[1] کشف الظنون۔ خارجی فتنہ حصہ دوم ص ۱۵۴۔ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسین صاحب۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

تاریخ ابن جریر طبری، مرویات کا ایک کشکول ہے۔ جس میں ہر طرح کا مال دستیاب ہو جاتا ہے۔ صحیح و سقیم، ضعیف و قوی، رطب و یابس، راست و دروغ سب قسم کا مال اس تاریخ میں فراہم ہے اور طبری مکمل یا نا مکمل سند پیش کر کے ناظرین کے سامنے روایات کا ایک انبار لگا دیتا ہے۔ اب اس سے صحیح چیزیں اخذ کرنا اور بیکار اور ردی مواد کو ترک دینا قارئین و ناظرین کی صوابدید پر ہے۔ پھر اس فن کے قواعد کی روشنی میں مواد حاصل کرنا ایک متیقظ اور بیدار مغز اہل علم کا کام ہے۔ عام آدمی کو سوائے حیرت و استعجاب کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔[1]

(۱) شیعہ کے نزدیک محمد بن جریر طبری امامی تھے اور انہوں نے ایک کتاب دلائل امامہ بھی لکھی جس کی روایات جلاء العیون میں ملا باقر مجلسی نے درج کی ہیں۔[2]

(۲) شیعہ حضرات محمد بن جریر طبری میں تشیع کے قائل ہیں

تنقیح المقال کے مصنف لکھتے ہیں:

ورام فی روضات الجنت اثبات کون الرجل امامیا لا عامیا

ترجمہ: روضات الجنات کے مصنف نے ابن جریر کو امامی شیعی

[1] سیرت حضرت امیر معاویہؓ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۷۷۰۔

[2] دیکھئے جلاء العیون ج ا ص ۲۷۸۔ اردو ترجمہ مطبوعہ لاہور۔

ثابت کیا ہے۔[1]

توضیح: مؤرخین کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ طبری ''نسبت'' والے دو آدمی مشہور ہوئے ہیں۔(۱) ایک محمد بن جریر بن یزید طبری۔ (۲) دوسرے محمد بن جریر بن رستم طبری آملی، اس کے شیعہ ہونے میں کسی کو انکار نہیں۔ اندریعہ۔ الکنی والقاب، اعیان شیعہ وغیرہ کتب میں اس کے تشیع کی تصریح موجود ہے۔

محمد بن جریر بن یزید طبری یہ وہ ہیں کہ جن کی تاریخ کبیر طبری اور تفسیر طبری ہے ان کا شمار اہل السنت کے علماء میں ہوتا ہے جو کہ پہلے شافعی المسلک تھے بعد میں انہوں بعض اجتہادی مسائل میں امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ سے الگ اپنا ایک مسلک اختیار کر لیا تھا اور بعض نے ان پر تشیع کا الزام دلائل کے ساتھ لگایا۔

کیوں کہ بعض ایسے اختلافی مسائل جن میں اہل السنت اور اہل تشیع کا اختلاف ہے۔ ان کی تفسیر اور تاریخ میں اہل تشیع کی طرف ان کا جھکاؤ پایا جاتا ہے۔ یا پھر ان کی تفسیر اور تاریخ میں اس کی تلخیص کرنے کے دوران دوسرے محمد بن جریر طبری نے یہ روایات شامل کر دی ہیں۔

واللہ اعلم

[1] تنقیح المقال ج ۲ ص ۹۰ باب میم مطبوعہ تہران طبع جدید۔

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

نمونہ تفسیر طبری ملخص

عن عکرمة قال لیس علی الرجلین غسل انما نزل فیھا المسح عن ابی جعفر قال امسح علی رأسک و قدمیک و الصواب من القول عندنا فی ذالک ان اللہ امر بعموم مسح الرجلین بالماء فی الوضوء کما امر بعموم مسح الوحسه بالتراب فی التیمم۔ (تفسیر طبری ج ۵ ص ۸۲، ۸۳ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: حضرت عکرمہؓ سے روایت ہے کہ پاؤں کا دوران وضو دھونے کا حکم نہیں بلکہ ان کا مسح کرنا نازل ہوا ہے۔ ابو جعفر کہتے ہیں کہ اپنے سر اور دونوں قدموں پر مسح کیا کرو۔ ہمارے نزدیک یہ صحیح ہے، کہ پاؤں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے عام مسح کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس طرح تیمم میں چہرہ کے عموم کا مسح کرنا فرمایا ہے۔

تفسیر طبری کی تلخیص کے دوران معلوم ہوتا ہے کہ تحریف گئی ہے۔ اس روایت کے نقل کرنے سے ابن جریر طبری کا شیعہ مسلک سے ہونا ظاہر ہوتا ہے کیوں کہ اہل سنت وضو کے دوران پاؤں دھونے کے قائل ہیں اور اہل تشیع ان پر مسح کے قائل ہیں، ابن جریر طبری نے اس روایت کے نقل کرنے سے اپنی شیعت بیان کر دی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے ابن جریر طبری نے یہ تحریف کی ہے یا کسی اور نے یہ تحریف کی ہے، یہ سنی کا عقیدہ نہیں ہے۔

تاریخ طبری کی روایت کی مثال

تاریخ ابن جریر طبری میں حضرت امیر معاویہؓ کے ذکر میں روایت لکھی ہے:

کان جعفر بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ممن ثبت یوم حنین مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حتیٰ قبض و توفی جعفر فی وسط خلافة معاویة لعنه الله۔ [1]

ترجمہ: جعفر بن ابی سفیانؓ ان صحابہ کرامؓ میں سے ایک ہیں۔ جو غزوۂ حنین میں حضورؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے اور زندگی بھر یہ اپنے والد ابو سفیانؓ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر رہے۔ یہ جعفر معاویہؓ لعنہ اللہ [2] کی خلافت کے درمیان میں فوت ہوئے۔

(۲) وقد روی نوفل بن معاویة عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتوفی نوفل بالمدینة فی الخلافة یزید بن معاویه رضی اللہ عنہ لعنهما الله۔ [3]

ان دونوں حوالوں میں ابن جریر طبری نے حضرت معاویہؓ پر نعوذ باللہ لعنت بھیجی ہے اور یہ فعل یا عقیدہ کسی اہل سنت کا نہیں ہے۔ اس

---

[1] تاریخ طبری ج ۱۳ ص ۲۴ ذکر من مات او قتل ۸۰ھ مطبوعہ بیروت۔

[2] یہ شیعہ کا شعار ہے۔ نقلِ کفر کفر نہ باشد، استغفر اللہ۔

[3] تاریخ طبری ج ۱۳ ص ۲۸۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

فعل سے بھی ابن جریر طبری کا شیعہ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

اسی طرح شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ کی تحقیق کے مطابق تاریخ طبری میں (دوسرے ابن جریر طبری) سا سی شیعی کی تحریف بہت ہوئی ہے۔[1]

طبری میں رافضیوں کی روایات

تاریخ ابن جریر طبری میں تقریباً ایک چوتھائی حصہ ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے مروی ہے جو شیعی امامی مسلک رکھتا تھا۔ اور محمد بن عمر واقدی کو تو کتب شیعہ میں شیعہ ہونا لکھا گیا ہے۔ ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی کتاب "مقتل حسین" تو شیعہ مذہب کی ترجمان ہے، واقدی بھی شیعہ تھے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۱) قال ابن الندیم انهٔ کان یتشع حسن المذهب یلزم التقیة۔

ابن ندیم نے کہا ہے کہ واقدی مذہب شیعہ رکھتا تھا۔ اور وہ اس میں اچھے مذہب پر تھا۔ اور اپنے لیے تقیہ لازم کیے ہوئے تھا۔[2]

(۲) و قال ابن الندیم ان الواقدی کان یتشیع حسن المذهب یلزم التقیة و هو الذی روی ان علیا علیه اسلام

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ مترجم اردو ص ۱۰۰ مؤلفہ شاہ عبد العزیز دہلوی۔

[2] کتاب الزریعہ جلد ۱۶ ص ۱۲۰۔

کان من معجزات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کالعصا لموسی علیہ السلام و احیاء الموتیٰ لعیسیٰ بن مریم علیہ السلام وغیر ذالک من الاخبار [1]

ترجمہ: ابن ندیم نے کہا کہ واقدی مذہب شیعہ میں بہت اچھا تھا اور تقیہ کا خوگر تھا یہ وہی ہے جس نے روایت کی کہ حضرت علی المرتضیٰؓ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے معجزات میں سے تھے، جس طرح حضرت موسیٰؑ کے لیے عصا اور حضرت عیسیٰؑ کے لیے مردے کا زندہ کرنا۔ وغیرہ ذالک۔

علمائے اہل سنت کا استدلال

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے ابن جریر طبری کے سُنّی ہونے کے ثبوت میں ایک واقعہ تحریر کیا ہے وہ یہ ہے کہ:

و اخرج ابن عساکر من طریق محمد بن علی بن سهل بن الامام قال سمعت ابا جعفر الطبری و ذکر علی فقال ابو جعفر من قال ابا بکر و عمر لیسا بامامی هدی ایّ شییءٍ هو؟ فقال له ابطری منکرا علیه متبدع، متبدع هذا؟ یقتل من قال ان ابا بکر و عمر لیسا بامامی هدی یقتل یقتل۔

[1] کتاب الکنیٰ والالقاب ج سوم ص ۲۸۰ تذکرۃ الواقدی۔

ترجمہ: یعنی ابن عساکر بطریق محمد بن علی بن سہل بن الامام روایت کرتے ہیں کہ: ابن الامام نے کہا میں نے ابو جعفر طبری کو کہتے ہوئے سنا کہ حضرت علیؓ کا ذکر ہو رہا تھا کہ ابو جعفر نے کہا کہ جو شخص یہ کہے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ ہدایت کے امام نہ تھے وہ کیا ہے؟

ابن الامام نے کہا وہ بدعتی ہے۔ تو ابن الامام کی بات کا انکار کرتے ہوئے ابو جعفر طبری نے کہا کہ وہ بدعتی ہے، بدعتی ہے، قتل کیا جائے گا، جس نے کہا کہ: ابو بکرؓ و عمرؓ ہدایت کے امام نہ تھے، قتل کیا جائے گا، قتل کیا جائے گا۔

حاصل: اس روایت سے ابو جعفر محمد بن جریر طبری کا سنی ہونا معلوم ہوتا ہے (۲) ابن الامام کی ولادت ۲۷۱ھ میں ہے اور وفات ۳۵۷ھ میں ہوئی اور ابن عساکر کی ولادت ۴۹۹ھ اور وفات ۵۷۱ھ میں ہوئی۔

محمد بن جریر طبری کون ہیں؟

(۱) مشہور محدث حافظ احمد بن علی اسلیمانیؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے: کہ یہ شیعوں کے لیے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے۔

علامہ ذہبیؒ کی وضاحت علامہ ذہبیؒ اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ سلیمانی نے ابن جریر کو نہیں مراد لیا ہے بلکہ محمد بن جریر رستم طبری کے

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

متعلق یہ بات کہی ہے جو شیعہ تھا۔

(۲) حافظ امام ذہبیؒ (متولد ۶۷۳ھ و متوفی ۷۴۸ھ) میزان الاعتدال میں ابو جعفر محمد بن جریر طبری کے بارے میں فیہ تشیع لکھتے ہیں۔ ابن حجر عسقانی اپنی کتاب لسان المیزان میں علامہ ذہبی کی عبارت نقل کرتے ہیں تو فیہ تشیع کے بعد یسیر کا لفظ بڑھا دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہلکے پھلکے شیعہ ہیں۔ کٹر شیعہ نہیں ہیں۔

○ ابن حجرؒ خود لسان المیزان میں لکھتے ہیں کہ:

امام احمد بن علی بن سلیمانیؒ (متولد ۳۲۱ھ و متوفیٰ ۴۱۳ھ) نے صاف فرما دیا تھا کہ کان یضع للروافض یعنی جریر طبری روافض کی موافقت میں حدیثیں گھڑا کرتے تھے۔[1] پھر امام ذہبی یہ لکھتے ہیں کہ شاید یہ علامہ سلیمانی نے ایسا جملہ دوسرے ابن جریر یعنی ابن جریر رستم طبری کے متعلق کہا ہو۔ ابن حجر عسقلانیؒ یہ بھی لکھتے ہیں کہ سلیمانیؒ نے یہ جو کہا ہے یہ دوسرے ابن جریر بن رستم طبری کے بارے میں کہا ہے اگر میں یہ قسم کھا کر کہوں کہ سلمانی نے یہ اس ابن جریر طبری مفسر و مؤرخ کے بارے میں ایسا نہیں کہا بلکہ دوسرے ابن جریر طبری کے بارے میں کہا ہے تو میری قسم غلط نہ ہوگی۔

---

[1] لسان المیزان ج پنجم ص ۱۰۰ مطبوعہ بیروت۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۵۔

O ابن جریر طبری کی وفات ۳۱۰ھ کے صرف گیارہ برس بعد امام سلیمانی ۳۲۱ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد نے ابن جریر کا زمانہ ضرور پایا تھا۔ امام سلیمان کے نانا احمد بن سلیمان الکندی بہت بڑے محدث تھے۔ جن سے یہ روایت بھی کرتے ہیں۔ انہوں نے ابن جریر کو دیکھا ہو گا۔ ان سے ابن جریر کے حالات معلوم ہوئے ہوں گے۔

امام سلیمانی نے ابن جریر کے متعلق جو رائے قائم کی تھی وہ سمجھ بوجھ کر علیٰ وجہ البصیرت قائم کی تھی۔

O سمعان اپنی کتاب الانساب ورق ۳۰۵ کے صفحہ اول پر امام سلیمانی کے حالات میں لکھتے ہیں۔ لم یکن لہ نظیر فی زمانہ اسناداً حفظاً و درایتاً بالحدیث و ضبطاً و ایماناً یعنی یہ اپنے وقت میں ایک بے نظیر محدث تھے ہر حیثیت سے، اس لیے ممکن نہیں ہے کہ اتنے بڑے مفسر و مؤرخ نے بغیر تحقیق ابن جریر طبری کے متعلق یہ کیا ہو۔

O صحاح ستہ کی کسی کتاب میں ابن جریر طبری سے ایک روایت بھی نہیں ہے۔ اور نہ ہی ابن جریر طبری ان میں سے کسی سے بھی روایت کرتے ہیں۔ صحاح ستہ کے علاوہ بھی اہل سنت جامعین حدیث کی کسی کتاب میں ان کی روایت سے کوئی حدیث نہیں ملتی۔

O علامہ ابن حبانؒ نے اسی طبری کے متعلق لکھا ہے۔ ھو امام من ائمۃ الامامیہ۔ یعنی ابن جریر طبری امامیہ (شیعہ) کا امام

(مقتدیٰ) ہے۔

ابو عبداللہ العضائری (یعنی حسین بن الحسن بن محمد بن مقیم بن محمد بن یحییٰ بن جلیس بن عبداللہ المغزوحی العضائری) جو بغدادی تھے جن کا سال وفات شیعوں کی کتاب: "تنقیح المقال فی اسماء الرجال" میں ۴۱۱ھ لکھا ہے۔ مگر کتاب انساب سمعانی میں ۴۱۴ھ ہے۔

اس میں ایک روایت کرنے والے صاحب نے ابو جعفر محمد بن جریر الطبری کو ان کا شاگرد لکھ کر طبری کی طرف سے ایک روایت لکھ دی ہے:

> میں نے اپنے شیخ عضائری کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ اب اگر یہ روایت صحیح ہے تو پھر پہلے ابو جعفر محمد بن جریر طبری کو کہ ۳۱۰ھ میں وفات پا گئے تھے یہ دوسرے ابو جعفر محمد بن جریر طبری سے ۴۱۱ھ یا ۴۱۴ھ میں جو راوی روایت کر رہا ہے ایک سو ایک یا ایک سو چار برس کے بعد دنیا میں موجود تھے۔

اب اگر یہ روایت درست ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یا تو دوسرے ابو جعفر محمد بن جریر طبری جو ۴۱۱ھ یا ۴۱۴ھ کے دور میں گذرے ہیں یہ وہ ہیں یا پھر کوئی تیسرے ابو جعفر محمد بن جریر طبری بھی ہیں۔ اس روایت میں پہلے اور دوسرے ابو جعفر محمد بن جریر طبری کے نام میں ایک کے دادا کا نام یزید اور دوسرے کا رستم تھا۔

دونوں کا مولد اصل اور دونوں ہی طبرستان کے رہنے والے اور دونوں ہی نے "کتاب المسترشد امامۃ" لکھی تھی پھر دونوں کا سال ولادت ووفات بھی ایک تھا ان میں سے ایک تو "عامی" یعنی اہل سنت تھے جو مفسر ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری تھے جو ۳۱۰ھ میں وفات پا گئے دوسرے ابو جعفر محمد بن رستم الطبری تھے جو ابن جریر بن یزید طبری کے معاصر تھے اور یہ تیسرے بھی ابو جعفر محمد بن رستم الطبری ہی تھے جو شیعوں کے شیخ محمد بن الحسن الطوی مصنف تہذیب و استبصار (کتب حدیث شیعہ) متوفیٰ ۴۶۰ھ کے ہم عصر تھے۔ جیسا کہ تنقیح المقال فی اسماء الرجال میں المامقانی نے لکھا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے صرف پہلے جو ۳۱۰ھ میں ہوئے مفسر اور مؤرخ مشہور تھے اور سنی تھے۔

باقی دوسرے خاص "شیعہ امامیہ" تھے۔ تنقیح المقال کے مصنف نے لکھا ہے کہ: لیس لہ ذکر فی کتب الصحابنا ار جالین۔

یعنی ہمارے ماہرین علم رجال کی کتابوں میں ان کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ مگر ان کو عبداللہ بن حسین بن حسن الغضائری ۴۱۱ھ (و یقول انساب اسمعانی ۱۴ھ۴) کا شاگرد سید ہاشم البحرانی نے اپنی کتاب مدینۃ المھاجرین میں لکھا ہے۔

اس کتاب میں بہت سی روایتیں ابن جریر طبری کی کتاب "المسترشد

فی الامامۃ“ سے بھی منقول ہیں۔

ایک جگہ کتاب ”المترشد“ ہی سے یوں نقل کیا ہے۔

قال ابو جعفر محمد بن جریر طبری۔ اس کتاب کے مصنف تو خود ابو جعفر بن جریر الطبری ہی ہیں وہ کیوں لکھنے لگے کہ:

ابو جعفر بن جریر الطبری نے کہا:۔

پس اس سے معلوم ہو گیا کہ دو ابن جریر الطبری ہیں۔ ایک ابن جریر بن یزید الطبری تو عامی یعنی اہل سنت تھے۔ کوئی خاصی یعنی شیعہ ان سے کیوں روایت کرنے لگا۔ اس لیے تو یہ لکھ نہیں سکتے کہ ابن رستم نے ابن یزید سے روایت کی ہے۔

ابو جعفر محمد بن جریر طبری کے شیعہ ہونے کی علامات میں ان کے یہ عقائد پیش نظر رکھ کر شیعہ کہا گیا ہے۔

(۱) ابن جریر طبری وضو میں پاؤں پر مسح کرنے کے قائل تھے اور اس موضوع پر انہوں نے ایک رسالہ بھی لکھا۔ اور تفسیر طبری ج ۵ ص ۸۲ پر ایک روایت درج کی جس سے بھی اپنا عقیدہ ظاہر ہوتا ہے کہ اہل تشیع کی طرح پاؤں پر مسح کے قائل تھے۔

(۲) طلاق ثلاثہ کے بارے میں فتویٰ شیعہ مذہب کے مطابق انہوں نے دیا۔

(۳) خم غدیر والی حدیث کو صحیح ثابت کرنے کے لیے انہوں نے

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ایک کتاب لکھی تھی ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: و اما نبد بالتشیع لانه صح حدیث غدیر۔ یعنی ابن جریر پر جو شیعت کا الزام ہے وہ صرف اس لیے ہے کہ انہوں نے غدیر خم والی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ کیوں کہ اگلے تمام محدثین کے نزدیک یہ حدیث موضوع شیعوں کی من گھڑت ہے۔

(۴) امامت کے منصوص من اللہ ہونے کا عقیدہ خاص شیعوں کا ہے۔ اسی عقیدہ پر مذہب امامیہ کی بنیاد ہے۔ ابن جریر طبری نے اس عقیدہ کو صحیح ثابت کرنے کے لیے "المسترشد فی الامامۃ" ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب "المسترشد" کے مصنف تو خود ابو جعفر ابن جریر طبری ہیں وہ کیوں لکھنے لگے کہ ابو جعفر ابن جریر الطبری نے کہا۔ پس اس سے معلوم ہو گیا کہ ابن جریر طبری اور ہیں۔ اور روایت کرنے والا کوئی دوسرا ہے۔ جو دوسرا ابو جعفر ابن جریر طبری بھی ہو سکتا ہے۔ یہ چاروں باتیں ایسی تھیں۔ جن کا اعتراف متعدد ائمہ رجال کو ہے۔

ان میں سے ہر بات ایسی ہے جو ان چار شہادتوں کے ساتھ ساتھ علامہ سلمانی شیخ الشیوخ حافظ ابن حبان المتوفی۔۔۔ھ اور ابن جریر المتوفی ۳۱۰ھ کے بھانجے محمد بن العباس الخوارزمی (المتوفی۔۔۔ھ) نے دی۔ ابن جریر طبری کو شیعہ امامیہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

اور اس کے ساتھ جب مذکورہ چاروں بھی اس کے نظریات میں پائی

جاتی ہوں تو پھر اس ابن جریر طبری کے شیعہ امامیہ ہونے میں کون سی کسر باقی رہ جاتی ہے اس لیے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ صاحب دہلوی کی تحقیق کے مطابق یہ ابن جریر طبری جن کی کتاب "مسترشد فی الامامیہ" ہے اور یہ مختصر تاریخ طبری جو ہے، اس میں سماطی شیعی کی تحریف بہت ہوئی ہے۔[1]

ابو جعفر محمد بن جریر طبری کا روافض میں شمار

علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

ابو جعفر بن جریر طبری وقد کانت وفاته وقت المغرب عشیه یوم الاحد بیومین بعیا من شوال من سنة و ثلثمائة و قد جاوزا ثمانین بخمس سنین او ست و فی شعر رأسه و لیحته سواد کثیر و دفن فی داره لان بعض عوام الحنابلة و رعاعهم فنعوا من دفنه نهارا و تنسوه الی المرفض[2]

ترجمہ: ابو جعفر بن جریر طبری کی وفات بوقت مغرب ہفتہ کے دن ہوئی۔ جبکہ ۳۱۰ھ مکمل ہونے کو صرف دو دن باقی تھے۔ بوقت وفات ابن جریر طبری کی عمر پچاسی یا چھیاسی برس تھی۔ اور

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ مترجم اردو ص ۱۰۰ مؤلفہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔
[2] البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۴۶۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اس کے سر کے اور داڑھی کے بال اکثر سیاہ تھے۔ اپنے گھر میں دفن کیے گئے۔ کیوں کہ حنبلی حضرات نے دن کے وقت انہیں دفن کرنے سے روک دیا تھا اور انہیں رافضیوں کی طرف منسوب کیا تھا۔

ابو جعفر محمد بن جریر طبری دو تھے

امام ذہبی و امام ابن حجر وغیرہ نے جو دو ابو جعفر محمد بن جریر طبری قرار دیے ہیں جن کی پیدائش ۲۲۴ھ اور وفات ۳۱۰ھ میں ہوئی دونوں ہم عصر تھے۔ اور ایران کے شیعہ مجتہد نے ان میں سے ایک کی ولادت اور وفات نہیں لکھی ہے اپنی کتاب تنقیح المقال فی اسماء الرجال میں ایک اور ابن جریر طبری کا ذکر عبداللہ حسن بن حسن العضائری متوفی ۴۱۱ھ نے کیا ہے عضائری کے شاگرد ابن جریر طبری جو یقیناً پانچویں صدی کے آدمی ہیں یا چوتھی صدی کے اواخر کے ہیں گویا پہلے ابن جریر سے یہ ۱۰۰ سال بعد پیدا ہوئے۔ عضائری سے ابو جعفر بن جریر طبری کی جو روایت نقل کی ہے اگر وہ صحیح ہے تو پھر یہ ابن جریر طبری ۴۱۱ھ کے بعد فوت ہوئے اور اگر پہلے ابن جریر بن یزید طبری متوفی ۳۱۰ھ کا ہم عصر ابن جریر بن رستم طبری ہو تو پھر ہم عصر کی وفات پہلے یا بعد ہو گئی ہو گی۔

O عربی تاریخ طبری جس کا پورا نام "تاریخ الامم والملوک" ہے۔ اس کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں جگہ جگہ آپ کو قال ابو جعفر لکھا ہوا ملے گا۔ (یعنی ابو جعفر نے کہا) یہ ابو جعفر خود ابن جریر طبری ہیں۔ کیا وہ اپنی کتاب میں قال ابو جعفر خود اپنے متعلق لکھیں گے؟ وہ تو خود مصنف ہیں جہاں قال ابو جعفر کا لفظ نہیں ہے وہاں صرف کتب الی اسری لکھا ہے۔ کیا الی سے ابو جعفر طبری کے سوا کسی دوسرے کو سمجھا جا سکتا ہے؟ اس میں قال ابو جعفر کے لفظ سے صاف صاف ظاہر ہے کہ ابو جعفر طبری کے تلامذہ نے اس کتاب کو مدون کیا ہے۔ وہ کون ہیں اس کا پتہ نہیں؟

تاریخ طبری میں ان راویوں سے بھی روایات لی گئی ہیں جو شیعہ، رافضی، اور دجال وکذاب تھے محدثین کے نزدیک ان کی روایات صحیح نہیں۔ ائمہ صحاح ستہ نے ابن جریر طبری کی کوئی روایت کتب حدیث میں روایت نہیں کی۔

ابن جریر طبری اور مودودی

مودودی صاحب نے محمد بن جریر طبری کے عقائد و نظریات کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

بعض فقہی مسائل اور حدیث غدیر خم کے معاملہ میں شیعہ مسلک

سے اتفاق کی بنا پر بعض لوگوں نے خواہ مخواہ انہیں شیعہ قرار دے ڈالا ہے اور ایک بزرگ نے تو "امام من ائمۃ الامامیہ" تک قرار دے دیا ہے حالاں کہ ائمہ اہل سنت میں کون ہے جس کا کوئی قول بھی کسی فقہی مسئلے یا کسی حدیث کی تصحیح کے معاملے میں شیعوں سے نہ ملتا ہو۔[1]

انہیں کے ہم عصروں میں ایک شخص محمد بن جریر طبری کے نام سے معروف تھا وہ شیعہ تھا۔ لیکن کوئی شخص جس نے خود تفسیر ابن جریر و تاریخ طبری کو پڑھا ہے اس غلط فہمی میں نہیں پڑ سکتا کہ ان کا مصنف شیعہ تھا۔[2]

تبصرہ مولانا عبدالستار صاحب تونسویؒ (المتوفی ۸ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۲ دسمبر ۲۰۱۲ء) لکھتے ہیں:

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

یہ ہے خواہش نفس کا اتباع ... کہ طبری کی صفائی میں مودودی صاحب کے عقل وانصاف اور علم وفہم نے یہ حقیقت ڈھونڈلی کہ فقہی مسائل میں اختلاف ہوتا ہے۔ بعض حضرات کے اقوال شیعوں وغیرہ کے موافق ہونے کے باوجود وہ اہل حق میں سے ہوتے ہیں۔ مگر حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے حق میں فقہی مسائل کے اختلاف کا جواز

---

[1] مودودی صاحب نے یہ غلط لکھا ہے کہ ائمہ اہل سنت میں کون ہے جس کا کوئی قول شیعوں سے نہ ملتا ہو۔ شیعہ اقوال و نظریات اہل سنت سے الگ ہیں۔

[2] خلافت وملوکیت مؤلفہ ابو الاعلیٰ مودودی ص ۳۱۳۔

مودودی صاحب کو ہر گز گوارہ نہ تھا۔ کہ حضرت معاویہؓ کو "شریعت کی حدیں توڑنے والا اور کتاب و سنت کے صریح احکام کی خلاف ورزی کرنے والا"[1] ایسے فقہی مسائل کے متعلق لکھ دیا ہے کہ جن میں بہت سے حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین وائمہ مجتہدین کا فقہی مسلک اسی طرح ہے۔ جس طرح حضرت امیر معاویہؓ کا عمل تھا۔

مثلاً وراثت مسلم و کافر کے مسئلہ میں جس طرح حضرت معاویہؓ کا عمل تھا کہ مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا جاتا تھا اور کافر کو مسلمان کا وارث نہ بنایا جاتا تھا یہی فتویٰ حضرت معاذ بن جبلؓ، اور حضرت محمد بن حنفیہؒ اور حضرت امام باقرؒ بن امام زین العابدینؒ اور حضرت حسن بصریؒ کا تھا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اور کافر کی دیت میں مسلمان کی دیت سے نصف ہونے کا فتویٰ صرف حضرت معاویہؓ کا نہیں بلکہ حضرت امام مالکؒ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا بھی یہی فتویٰ اور عمل تھا۔ اس سے بڑھ کر حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کی ایک روایت اور حضرت امام شافعیؒ اور تابعین کی ایک جماعت کا فتویٰ ہے کہ ذمی کی دیت مسلمان کی دیت سے ایک تہائی ہے۔[2]

---

[1] خلافت وملوکیت مؤلفہ ابو الاعلیٰ مودودی ص۔

[2] مسئلہ خلافت و حکومت کی تحقیق۔ مدلل جواب۔ مؤلفہ مولانا علامہ عبدالستار تونسوی ص ۱۰۰

صحابہ کرام کے خلاف روایات کی حقیقت

مولانا عبد الستارؒ صاحب تونسوی لکھتے ہیں:

آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ صحابہ کرامؓ کے خلاف جس قدر تاریخی روایات ہیں وہ ساری کی ساری واقدی جیسے کذاب ابو مخنف لوط بن یحییٰ اور ابن کلبی جسے سبائی روافض کی روایات ہیں۔ بعد والے سب مورخین ان سے ہی ناقل ہیں۔[1]

ابن جریر طبری کے شیوخ روایت

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

مؤرخ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

طبری کے بڑے بڑے شیوخِ روایت سلمہ ابرشی، ابن مسلمہ وغیرہ ضعیف الروایۃ ہیں۔ بعض محدثین (سلیمانی) نے ان کی نسبت لکھاہے کہ یہ شیعوں کے لیے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے۔

علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ ان میں فی الجملہ تشیع تھا لیکن مضر نہیں۔ تمام مستند تاریخیں مثلاً ابن اثیر۔ ابن خلدون۔ ابو الفداء وغیرہ ان ہی کی کتاب سے ماخوذ ہیں۔ یہ کتاب بھی ناپید تھی۔ یورپ کی

مطبوعہ شعبہ تالیف وتصنیف مدرسہ عربیہ جلسہ عثمانیہ تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان۔

[1] مدلل جواب۔ مؤلفہ مولانا عبد الستار صاحب تونسوی ص ۹۲۔

بدولت شائع ہوئی۔[1]

طبری کی زیادہ تر روایات ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے منقول ہیں۔ حتیٰ کہ بیان کیا گیا ہے کہ نوے فی صد روایات اسی ابو مخنف کی ہیں۔ اس ابو مخنف کے متعلق محدثین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ کذاب رافضی ہے۔[2]

تاریخ طبری کے دوسرے راوی محمد بن سائب کلبی اور اس کا بیٹا ہشام بن محمد بن سائب کلبی جو کہ ابن سعد کا بھی راوی ہے۔ ان کے متعلق شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

ابو مخنف و هشام بن محمد بن سائب و امثالهما من المعززين بالكذب عند اهل العلم۔[3]

مولانا عبد الستارؒ صاحب تونسوی لکھتے ہیں:

غور فرمایئے! یہ ہے طبری جس کی روایات موضوعہ مکذوبہ کو قرآن مجید اور احادیث کثیرہ معتبرہ کے مقابلے میں صحابہ کرامؓ کو مطعون، مجروح کرنے کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔

اب ساری کتب تاریخ میں صحابہ کرامؓ کے خلاف جو روایات ہیں ان

---

[1] سیرت النبی حصہ اول مقدمہ مؤلفہ شبلی نعمانی۔ ص ۹۲۔

[2] مدلل جواب از علامہ عبد الستار تونسوی ص ۹۵۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۶۰۔ لسان المیزان ج ۴ ص ۴۹۲۔

[3] مدلل جواب از علامہ تونسوی ص ۹۶۔ بحوالہ منہاج السنہ ج ۱ ص ۱۴ مؤلفہ علامہ ابن تیمیہ۔

خادم اہلسنت عبد الوحید الحنفی

کے اصل مأخذ یہی کتب ہیں۔ جن میں اکثر و بیشتر کذاب و وضاع رافضی راویوں کی روایات ہیں۔[1]

مؤرخ طبری اور مودودی صاحب کی وکالت

مودودی صاحب طبری کی وکالت میں لکھتے ہیں:

کیا یہ تاریخیں نا قابل اعتماد ہیں؟ اگر یہ اس دور کی تاریخ کے معاملے میں قابل اعتماد نہیں ہیں تو پھر اعلان کر دیجئے کہ عہد رسالت سے آٹھویں صدی تک کی کوئی اسلامی تاریخ دنیا میں موجود نہیں۔[2]

تبصرہ ہم پوچھتے ہیں کیا قرآن مجید اور صحیح احادیث کی مخالف اور جھوٹی روایات ترک کرنے سے تاریخ ختم ہو جائے گی؟ اگر واقعی ساری تاریخ کی کتب میں قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے خلاف مواد ہے تو وہ سب مردود ہے اور وہ کوئی اسلامی تاریخ نہیں۔

اسی قسم کی روایات جو وضاع، کذاب، روافض سبائیوں نے عداوتِ صحابہ کرامؓ میں وضع کیں، ان کی تردید سے باقی تمام تاریخی روایات جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے موافق ہیں وہ کیوں بے اعتبار اور ردی

[1] مدلل جواب از علامہ تونسوی ص ۹۶۔
[2] خلافت و ملوکیت ص ۳۱۶۔ مؤلفہ ابو الاعلیٰ مودودی صاحب۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ہو جائیں گی۔ یا جو روایات صحابہ کرامؓ کے مخالفین و معاندین نے باوجود عداوتِ صحابہ کرامؓ کی تعریف و توصیف میں نقل کی ہیں وہ کس وجہ سے ساقط الاعتبار اور مردود ہوں گی؟ [1]

حال یہ ہے کہ مودودی صاحب خود یہ بھی لکھ گئے ہیں:

یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے کہ بخاری میں جتنی احادیث ہیں ان کے مضامین کو بھی جوں کا توں بلا تنقید قبول کر لینا چاہیئے۔ [2]

اور دوسرے مقام پر مودودی صاحب خود لکھتے ہیں:

آپ کے نزدیک اس روایت کو حدیث رسول مان لینا ضروری ہے۔ جسے محدثین سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیں۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے۔ ہم سند کی صحت کو حدیث کے صحیح ہونے کی لازمی دلیل نہیں سمجھتے اس کے ساتھ ہم یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ متن پر غور کیا جائے۔ قرآن و حدیث کے مجموعی علم سے دین کا جو فہم ہمیں حاصل ہوا ہے۔ اس کا لحاظ بھی کیا جائے۔ [3]

اور مودودی صاحب ہی یہ لکھتے ہیں:

لیکن فن حدیث کی ان کمزوریوں کی بنا پر جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔

---

[1] مدلل جواب، از مولانا عبدالستار صاحب تونسوی ص ۹۷۔

[2] ترجمان القرآن اکتوبر نومبر ۱۹۵۲ء ص ۱۱۷۔

[3] رسائل و مسائل حصہ اول ص ۲۹۴۔ مؤلفہ مودودی صاحب۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

ہم اس امر کا التزام نہیں کرسکتے۔ کہ محض علم روایات کی بہم پہنچائی ہوئی روایات پر پورا پورا اعتماد کر کے اس حدیث کو ضروری حدیث رسول تسلیم کرلیں گے جسے اس علم کی رو سے صحیح قرار دیا گیا ہو۔[1]

مودودی صاحب کے نظریہ میں تبدیلی

مولانا عبد الستارؒ صاحب تونسوی لکھتے ہیں:

مودودی صاحب کی یا تو اتنی احتیاط کہ بخاری شریف و دیگر صحیح السند احادیث تک کو آپ بلا تنقید حدیث رسول ﷺ ماننے کے لیے تیار نہیں۔ یا پھر آپ اتنے عامیانہ غیر محتاط اور پستی پر اتر آئے ہیں کہ تاریخی رطب و یابس اور سبائی، روافض، وضاع و کذاب راویوں کی روایات تک کو ایسے انداز میں بیان فرماتے ہیں کہ گویا بخاری و مسلم سے بڑھ کر قرآن مجید کے بعد بغیر تحقیق و تنقید ماننے کے قابل واقدی و طبری وغیرہ انسانوں کی لکھی ہوئی کتابیں ہیں۔[2]

یزید کی ولی عہدی

مولانا علامہ عبد الستارؒ صاحب تونسوی لکھتے ہیں:

حضرت معاویہؓ کے متعلق سب سے بڑا خدشہ یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ

---

[1] رسائل و مسائل حصہ اول ص ۲۹۲۔ مؤلفہ ابو الاعلیٰ مودودی۔
[2] مدلل جواب از مولانا عبد الستار تونسویؒ ص ۱۰۵

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

انہوں نے یزید کو ولی عہد کیوں بنایا؟

تو اس کے متعلق اہل السنت و الجماعت اور بڑے بڑے محققین و مؤرخین کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اس وقت کے اہل حل و عقد اور اہل رائے کی اکثریت کے تقاضے سے مسلمانوں میں آئندہ اختلاف و انتشار اور قتل و قتال و خون ریزی سے حفاظت کے پیش نظر نیک نیتی سے یہ کام سر انجام دیا نہ کہ پدری شفقت اور خاندانی وراثت قائم کرنے کے خیال سے ایسا کیا اور شرعاً ان کو ایسا کرنے کا حق تھا۔[1]

تقرر امیر و خلیفہ کی چار شرعی صورتیں

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

کیوں کہ اہل سنت، اہل حق کے نزدیک اسلام میں تقرر خلیفہ و امام و امیر کی چار مختلف جائز شرعی صورتیں ہیں۔

(۱) پہلی صورت نص شارعؑ ہے جسے حضور ﷺ نے فرمایا: اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ۔ امام قریش سے ہو۔ یا حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰؑ کی خلافت کے بارے فرمایا۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ خلیفۂ سابق کسی کو اپنے بعد معین و نامزد کر دے۔

(۳) تیسری صورت اہل حل و عقد، اہل رائے، اہل عدل، اہل علم

---

[1] مدلل جواب از تونسوی ص ۱۰۶

جو ملکی معاملات و سیاسیات پر اثر و رسوخ رکھتے ہوں، کسی کو باہمی مشورہ سے امام و خلیفہ مقرر کر دیں۔ جو کہ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ اور اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وغیرہ سے مستفاد مفہوم ہے۔

(۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ کوئی عادل مسلمان کسی کافر یا ظالم و فاسق محرف دین امیر و امام کو ہٹا کر خود تسلط و غلبہ حاصل کر لے۔[1]

شریعت میں بیٹے کو خلیفہ بنانا؟

صحابہ کرامؓ اور سلف صالحینؒ میں سے کسی کا کوئی مستند و معتبر قول اس قسم کا نہیں ملتا ہے کہ کسی امام و خلیفہ کے بعد اس کا کوئی رشتہ دار باپ، بیٹا، بھائی وغیرہ خلیفہ بنایا جائے تو اس کی خلافت ناجائز اور خلافِ اسلام ہو گی۔

حضرت علی المرتضیٰ کی سنت؟

بلکہ اس کے برعکس اس کے جواز کا ثبوت ملتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا علیؓ سے جب آپ کے بعد سیدنا حسنؓ کو خلیفہ بنانے کا سوال کیا گیا تو آپ نے یہ نہ فرمایا کہ باپ کے بعد بیٹے کو خلیفہ بنانا قیصر و کسریٰ کی سنت ہے جو اسلام میں جائز نہیں۔ بلکہ آپ نے اس کو اسلام میں صحیح و جائز سمجھتے ہوئے فرمایا:

[1] ازالۃ الخلفاء عن خلافت الخلفاء ج ا ص ۲۳۔ نبراس شرح عقائد ص ۵۳۸۔

خادم اہلسنت عبدالوحید

"ہاں اگر تم لوگ مناسب سمجھو تو بنالو"

چناں چہ سیدنا حسنؓ بن علیؓ کو باپ کے بعد خلیفہ بنالیا گیا۔

(۲) علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

اگر امام اپنے باپ بیٹے کو اپنا ولی عہد مقرر کر دے تو ہم اس پر بد گمانی نہیں کر سکتے۔[1]

جیسا کہ حضرت معاویہؓ نے جب اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنایا تو ان کے اس فعل پر بنی امیہ کے ارباب حل و عقد کا اتفاق ان کے لیے کافی حجت تھا اور اسی اتحاد و اتفاق کی مصلحت کو سامنے رکھ کر انہوں نے اور لوگوں کو چھوڑ کر یزید کو اپنی جانشینی کے لیے چھانٹا۔[2]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

خلاصہ یہ ہے کہ اہل السنت والجماعت کے نزدیک حضرت معاویہؓ کا یزید کو ولی عہد بنانا اس زمانہ کے ارباب حل و عقد کی اکثریت کے تقاضے کے ساتھ ساتھ نیک نیتی اور امت مسلمہ کی خیر خواہی و خیر اندیشی کے جزبے کے تحت تھا۔ جس شخص کے سامنے اسی، نوے ہزار کے قریب مسلمانوں کی خونریزی کے دردناک واقعات رونما ہو چکے تھے۔ وہ سب کچھ اس قسم کے واقعات سے امت کو بچانے کے لیے کر رہا تھا اور یہ ان کا اجتہاد تھا کہ مسلمانوں کی بہتری اور حفاظت اسی میں

---

[1] مقدمہ تاریخ ابن خلدون مؤلفہ علامہ ابن خلدون ص ۲۴۰۔

[2]

ہے۔ اور اس وقت یزید کے حالات ان کے نزدیک بگڑے ہوئے نہ تھے۔[1]

حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو کیوں ولی عہد بنایا؟

حضرت امیر معاویہؓ کی دعا:

انما نصبه معاوية ظناً بصلاحه كما روى انه قال:

اللهم ان كان يزيد على ما اظنه و الا فعجل موته و قد استجيب دعائه فلم يطل ملكه۔[2]

خادم اہلسنّت عبدالوحید الحنفی حفظہ

حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو اس کی صلاحیت و عمدگی کے خیال سے ولی عہد بنایا تھا، جیسے کہ ان سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگی کہ اے اللہ! اگر یزید اس لائق ہو جیسا کہ میں نے سمجھا ہے تو بہتر ورنہ اس کو جلدی موت دے۔

اور بیشک ان کی دعا قبول ہوئی کہ یزید کی حکومت دیر تک قائم نہ رہی۔

اس روایت سے بخوبی ثابت ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اجتہادی طور پر اپنے خیال میں یزید کی صلاحیت اور امت کی بہتری کو سامنے رکھ کر

---

[1] مسئلہ خلافت کی تحقیق مدلل جواب مولنا عبد الستار تونسوی۔ ص ۸۳۔

[2] مسئلہ خلافت کی تحقیق مدلل جواب وشرح نبراس، شرح عقائد ص ۵۴۲۔

یزید کو ولی عہد مقرر کیا۔ اگر حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد وہ ایسا نہ رہا اور اس کی حالت بدل اور بگڑ گئی تو ان میں حضرت معاویہؓ کا کیا جرم و قصور ہے؟

بعد میں یزید کے بدل جانے اور بگڑ جانے سے حضرت معاویہؓ پر کوئی الزام و حرف نہیں آسکتا۔[1]

صحابہ کرام کے خلاف روایات کی حقیقت

علامہ عبدالستار تونسویؒ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے معاونین و موافقین صحابہ کرام کی جماعت کے خلاف جو رطب و یابس تاریخی روایت بیان کی جاتی ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک وہ متفقہ طور پر نا قابل اعتماد اور مردود ہیں۔ کیوں کہ عقیدہ و مذہب کی بنیاد قرآن مجید اور سنت ثابتہ صحیحہ پر ہوتی ہے۔ اور اس کے خلاف کچھ ہوتا ہے وہ موؤل اور نیک محمل پر محمول ہوتا ہے یا موضوع و مردود ہوتا ہے۔ کیوں کہ صحابہ کرامؓ کی عدالت، طہارت پر قرآن مجید کی سیکڑوں آیات اور احادیث نبویہ مشہورہ متواترۃ المعنیٰ کی واضح و بین شہادت کے باعث تمام سلف صالحین

[1] مسئلہ خلافت کی تحقیق مدلل جواب مؤلفہ مولانا عبدالستار تونسوی۔ ص ۸۴۔

فقہاء و محدثین کا عقیدہ ہے کہ:

تاریخی روایات جن میں کذاب و مردود راویوں تک کی روایات داخل ہیں ان کی کوئی پوزیشن نہیں۔ بلکہ مستند اور صحیح حدیث کی کسی روایت میں اگر کوئی طعن کسی صحابی کے بارے میں پایا جائے تو اس کی کوئی توجیہ و صحیح تاویل ہو گی یا کسی راوی کی غلط فہمی ہو گی۔[1]

معاندین صحابہ کے متعلق ارشاداتِ رسولؐ

(۱) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان شرار امتی اجرأھم علی اصحابی۔[2]

میری امت میں شریر لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہؓ پر اعتراض کرتے ہیں۔

(۲) اِذَا رَأَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ۔ (ترمذی شریف)

جب ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہؓ پر سبّ و طعن کرتے ہیں تو کہو اللہ تعالیٰ کی تمہارے شر پر لعنت ہو۔

(۳) مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَیْهِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَ الْمَلَائِکَۃِ وَ النَّاسِ

---

[1] مسئلہ خلافت و ملوکیت کی تحقیق، مدلل جواب مؤلفہ مولانا عبد الستار تونسوی ص ۸۵۔

[2] نبراس شرح عقائد۔ ص ۵۴۹۔

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید حنفی

اَجْمَعِیْنَ۔(نبراس شرح عقائد ص ۵۵۹)

جس نے میرے صحابہؓ پر سب و طعن کیا، پس اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

(۴) لعن اللہ من سب اصحابی۔[1]

جس نے میرے صحابہؓ پر سبّ و طعن کیا، اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

(۵) قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَاِذَا ذُکِرَ اَصْحَابِیْ فَامْسُکُوْا۔[2]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابیوںؓ کا ذکر کیا جائے، تو تم اپنی زبانیں بند رکھو۔

(۶) قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِیْ حَدِیْثِ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ طُوْبٰی لِمَنْ رَاٰنِیْ وَمَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْہٖ[3]

ترجمہ: حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انہیں مبارک ہو جنہوں نے مجھے دیکھا اور انہیں بھی جنہوں نے انہیں دیکھا جنہوں نے مجھے دیکھا۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

---

[1] صحیح حسن۔ احادیث الصحیحہ مؤلفہ البانی۔ بحوالہ طبرانی عن ابن عمر۔ طبرانی عن عباس۔ للخطیب بغدادی عن انس۔ البغوی۔ سند ابی نعیم عطا مرسلاً

[2] طبرانی عن ابن مسعود۔ لابن عدی فی الکامل۔ عن ثوبان۔ وعن عمر بن خطاب۔ الجامع الصغیر و زیادہ۔ مؤابو محمد ناصر الدین البانی حدیث ۵۴۵ ج ۱ ص ۱۵۵۔ غنیۃ الطالبین ص ۱۸۶ فعل امت محمدیہ کی فضیلت۔ از شیخ عبدالقادر جیلانی۔

[3] غنیۃ الطالبین ص ۱۸۶ فعل امت محمدیہ کی فضیلت۔ از شیخ عبدالقادر جیلانی۔

(۷) وَ قَالَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ۔[1]

ترجمہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

میرے صحابیوں رضی اللہ عنہم کو برا نہ کہو جو انہیں برا کہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

(۸) و فی روية انس بن مالک ان الله عزوجل اختیارنی و اختیار لی اصحابی فجعلهم انصاری و جعلهم اصهاری و انه یسجیءفی أخر الزمان قوم ینقصونهم الا فلاتو أكلوهم الا فلا تشاربوهم الا فلا تناكحوهم الا فلا تصلوا الا فلا تصلوا عليهم حلت اللعنة۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: حق تعالیٰ نے مجھے چنا اور میرے لیے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو چنا اور انہیں میرا معاون بنایا اور ان میں میرے رشتے قائم کیے۔ اخیر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ان میں نقص نکالیں گے۔ کان کھول کر سن لو۔ ان کے ساتھ مت کھاؤ، ان کے ساتھ مت پیو، ان کے ساتھ مت شادی نکاح کرو، ان کے ساتھ مل کر مت نماز پڑھو، ان کی

[1] غنیۃ الطالبین ص ۱۸۶ فصل امت محمدیہ کی فضیلت۔ از شیخ عبد القادر جیلانی۔
[2] غنیۃ الطالبین ص ۱۸۶ فصل امت محمدیہ کی فضیلت۔ از شیخ عبد القادر جیلانی۔

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

مت نماز جنازہ پڑھو، ان ہی پر اللہ کی لعنت آئی ہے۔[1]

(غنیۃ الطابین موٗلفہ شیخ عبد القادر جیلانی ص ۱۸۷)

(۹) وَ روىٰ جَابِر رضی اللہ عنہ قَالَ رَسُوْل الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان میں سے کوئی جہنم میں نہیں جائے گا جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی۔ (غنیۃ الطابین از شیخ عبد القادر جیلانی ص ۱۸۷)

(۱۰) و روىٰ ابو هريرة قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اطمع الله علىٰ اهل بدر فقال: يا اهل بدر اعملو ما شئتم فقد غفرت لكم۔ (غنیۃ الطابین از شیخ عبد القادر جیلانی ص ۱۸۷)

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر جھانکا اور فرمایا: اے اہل بدر تم جو چاہو کرو۔ میں نے تم کو بخش دیا۔

(۱۱) و روىٰ ابن عمر قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: انما

[1] حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ، حضرت ابو سفیانؓ حضور ﷺ کے خسر ہیں یہ حضورؐ کے سسرال ہیں۔ اور حضرت امیر معاویہؓ، حضرت عبد الرحمن بن ابی کر حضرت عبد اللہ بن عمر حضورؐ کے سالے ہیں۔ اور حضرت عثمانؓ ذوالنورین، حضرت علیؓ المرتضیٰ، حضرت ابو العاصؓ حضورؐ کے داماد ہیں۔ اس حدیث پاک کی روشنی میں ان کی مخالفت اور صحابہ کرام کی مخالفت کا حکم واضح ہے۔ اور روایت حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی کتاب غنیۃ الطالبین باب فضائل اُمت محمدیہ ص ۱۸۷ میں ہے۔

حافظ عبد الوحید الحنفی

اصحابی مثل النجوم فایھم اخذتم بقولہ اھتدیتم

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہؓ ستاروں کی طرح ہیں لہٰذا جس کا قول لے لو گے راہ پا جاؤ گے۔[1]

(۱۲) وعن ابی ھریرۃ عن ابیہ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال من مات من اصحابی بارض ھل شفیعاً لاھل تلک الارض۔[1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرا کوئی صحابیؓ کسی علاقہ میں فوت ہو گیا تو وہ اس علاقہ والوں کا شفیع بنا دیا جائے گا۔

(۱۳) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا ذکر اصحابی فاسکوا وفی لفظ وایاکم وماشکر بین اصحابی لو انفق احدکم مثل احد ذھبا مابلغ مد احدھم ولا نصیفہ۔[1]

ترجمہ: میرے صحابیوںؓ کا ذکر کیا جائے تو اپنی زبانیں بند رکھو ایک روایت میں ہے میرے صحابیؓ کے باہمی اختلافات میں پڑنے سے اپنے آپ کو بچاؤ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مد بلکہ آدھے مد (مٹھ) کے برابر بھی نہیں ہو گا۔

[1] غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۸۶ مؤلفہ پیران پیر حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

(۱۴) وقال سفیان رضی اللہ عنہ ابن عینیة رضی اللہ عنہ من نطق فی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکلمة مهو صاحب هوی۔ و اهل السنة اجمعوا علی السمع و الطاعة لائمة المسلمین و اتباعهم و الصلوٰ خلف کل بر و فاجر و العادل منهم و الجائر و من ولوه و نصبره و استنابوه۔ و ان لا یقطعو لاحد من اهل القبله بجنة و لا نار۔ مطیعا کان ادعاصیا رشیدا کان اورغا ویاً اور لحاتیا الا ان یطلع منه علیٰ بدعة و ضلالة[1]

ترجمہ: حضرت سفیانؒ بن عینیہ فرماتے ہیں: جو صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخانہ کلمہ نکالے وہ ہوٰی پرست ہے۔ اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ خلفائے اسلام کی اطاعت واتباع واجب ہے۔

اور ہر نیک وبد اور عادل اور غیر عادل امام کے پیچھے نماز جائز ہے اور اس کی پیروی واجب ہے جسے امام اپنا جانشین بنادے۔

اور اس پر بھی اہل سنت کا اجماع ہے کہ کسی اہل قبلہ کے لیے جنت یا جہنم کا قطعی فیصلہ نہ کیا جائے۔ خواہ وہ متقی ہو یا فاسق، راہ یافتہ ہو یا راستہ سے بھٹکا (بھولا) ہوا ہو۔ اور خاکسار ہو یا سرکش، الّا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسی کی بدعت و گمراہی پر یا جنتی ہونے پر اطلاع ملی ہو۔

[1] ایضاً غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۸۷۔

حضرت امیر معاویہؓ، حضرت علیؓ کو افضل مانتے تھے

ابن عساکرؒ، ابن کثیرؒ، حافظ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے اپنی اپنی تصانیف میں ابو مسلم خولانی اور حضرت امیر معاویہؓ کی گفتگو نقل کی ہے:

جاءابو مسلم الخولانی و اناس معه الی معاویه رضی الله عنه فقالو:
له انت تنازع علیا ام انت مثله؟
فقال معاویه رضی الله عنه لا و الله انی لا علم ان علیا افضل منی و انه لاحق بالامر منی و لکن الستم تعلمون ان عثمان قتل مظلوما و انا ابن عمه و انما اطلب بدم عثمان فاتوه فقولوا: له فلیدفع الی قتلة عثمان و اسلم له فاتوا علیا فکلموه بذالک فلم یدفعهم الیهم [1]

یعنی ابو مسلم خولانی اپنے احباب کے ساتھ حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ خلافت کے بارے میں حضرت علیؓ المرتضٰی سے تنازع کرتے ہیں۔ کیا آپ ان کے ہم پایہ ہیں؟ تو حضرت امیر معاویہؓ نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم میں ان کا ہم مرتبہ نہیں ہوں وہ مجھ سے افضل ہیں اور امرِ خلافت میں بھی زیادہ حقدار ہیں۔ لیکن کیا تم جانتے نہیں ہو کہ حضرت عثمانؓ ظلماً

[1] تاریخ ابن عساکر بلاد دمشق (مخطوط) ص ۱۰۷ ج ۱۶ تحت زجه معاویہؓ بن ابی سفیان۔

قتل کیے گئے ہیں؟ اور میں ان کا قریبی رشتہ دار چچا کا بیٹا ہوں اور میں ان کے خون کے قصاص کا طالب ہوں۔ تم جناب علیؓ المرتضیٰ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ قاتلین عثمانؓ ہمارے سپرد کریں۔ ہم امر خلافت ان کے لیے تسلیم کر لیتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ کا اختلاف حضرت علیؓ سے خلافت میں نہ تھا

(۱) ابن ابی شیبہ نے حضرت امیر معاویہؓ کا فرمان ذکر کیا ہے کہ:

قال معاویہ رضی اللہ عنہ ماقاتلت علیا الافی امر عثمان[1]

یعنی حضرت امیر معاویہؓ کہتے ہیں کہ جناب علیؓ المرتضیٰ کے ساتھ میرا قتال صرف حضرت عثمانؓ کے معاملہ میں ہے۔

(۲) شیعہ کے مورخ نصرین مزاحم منقری نے بھی حضرت امیر معاویہؓ کا یہ قول لکھا ہے:

و اما الخلافة فلسنا نطلبها۔[2]

یعنی ہم اس مقام پر خلافت کے طلب گار نہیں۔

(۳) شیخ شعرانی اور صاحب مسامرہ وغیرہ اصل نزاع کی وضاحت کرتے ہیں۔

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ ص ۹۲ ج ۱۱ کتاب الامر أ مطبوعہ کراچی۔ سیرت امیر معاویہؓ ص ۱۵۱

[2] واقعہ صفین (نصرین مزاحم منقری شیعی۔ ص ۷۰ تحت کتاب معاویہؓ عمر دانی اہل المدینہ۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

و ليس المراد بما شجر بين علي و معاويه رضي الله عنه المنازعة في الامارة كما توهمه بعضهم و انما المنازعة كانت بسبب تسليم قتلة عثمان الى عشيرته ليقتصوا امنهم۔[1]

یعنی ان دونوں حضراتؓ کے مابین خلافت میں نزاع نہیں تھا۔(جیسا کہ بعض کو وہم ہوا) بلکہ قاتلوں کو حضرت عثمانؓ کے وارثوں کے سپرد کر دینے میں تنازع تھا تا کہ وہ ان سے قصاص لے سکیں۔

جنگ صفین کے سب شہدا جنت میں ہیں

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

معروف تابعی حضرت عمرو بن شرجیلؒ جن کی کنیت ابو میسرہ ہے۔ اور یہ حضرت عمرؓ فاروق اور حضرت علیؓ المرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مشہور شاگرد ہیں۔ جنگ صفین میں یہ سیدنا علیؓ المرتضیٰ کی طرف سے شریک جنگ تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں اہل صفین کے معاملہ میں بڑے تردد میں تھا کہ ایک روز خواب دیکھا:

قال: رايئتي في المنام ابو ميسره عمرو بن شرجيل، و كان من افضل اصحاب عبدالله، قال: رأيت كاني ادخلت الجنة، فرأيت قبابا مضروبه فقلت لمن هذه؟

---

[1] کتاب الیواقیت الجواہر۔(شعرانی) ص ۷۷ ج ۲ تحت مبحث الرابع الاربعون فی بیان

فقیل: ھذہ لذی الکاح و حوشب، و کانا من قتل مہ معاویۃ یوم صفین، قال: قلت فاین عمار و اصحابہ؟ قالوا: امامک قلت: و کیف و قد قتل بعضھم بعضا؟ قال: قیل: إنھم لقوا اللہ فوجدوہ واسع المغفرۃ، قال: فقلت: فما فعل اھل النہر؟ فقیل: لقوا برحا۔[1]

"پس اس حالت میں مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ میں جنت میں داخل ہوا ہوں، کیا دیکھتا ہوں کہ جنت میں خیمے لگے ہوئے ہیں، میں نے دریافت کیا یہ کن لوگوں کے ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ ذوالکلاع اور حوشب کے ہیں، یہ دونوں بزرگ حضرت معاویہؓ کی حمایت میں جنگ صفین میں شہید ہوئے تھے میں نے کہا: حضرتِ عمارؓ اور ان کے رفقاء کہاں ہیں؟

کہا گیا وہ آگے ہیں، میں نے کہا، انہوں نے تو ایک دوسرے کو قتل کیا تھا کہا گیا کہ ان کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کو "واسع المغفرۃ" پایا، پھر میں نے پوچھا کہ اہل نہروان (یعنی خوارج) کا کیا بنا؟ کہا گیا ان کو سختی اور شدت کا سامنا کرنا پڑا"

[1] المصنف لابن ابی شیبہ۔۔۔ج ۱۵ ص ۲۹۰، تحت کتاب الجمد، باب ماذکر فی مصیفن

معاویہؓ کی طرف سے علیؓ کی حمایت میں شاہ روم کو دھمکی

شاہ روم نے جنگی حالات پر نظر رکھتے ہوئے اہل اسلام پر حملہ کر دینے کی تیاری کی ادھر حضرت امیر معاویہؓ کو شاہ روم کے اس مقصد کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے شاہ روم کو مراسلہ بھیجا:

والله لئن لم تنته وترجع الی بلادک یا لعین لاصطلحن انا و ابی عمی علیک و لا خرجنک من جمیع بلادک و لاضیق علیک الارض بمارحبت فعند ذالک خاف ملک الروم وانکف وبعث یطلب اهدنه“[1]

یعنی: اللہ کی قسم! اگر تو اس اقدام سے باز نہیں آئے گا اور اپنے بلاد کی طرف واپس نہیں ہو گا تو اے لعین! میں اور میرے چچا کے بیٹے (حضرت علیؓ المرتضیٰ) تیری مخالفت میں باہم صلح کر لیں گے۔

اور میں تجھے تیری آبادیوں سے نکال کر چھوڑ دوں گا اور زمین کے فراخ ہونے کے باوجود اسے تم پر تنگ کر دوں گا۔“

اس پر بادشاہ روم نے خوف کھایا اور ایسے اقدام سے رک گیا۔ اور قاصد بھیج کر صلح کا خواستگار ہوا۔

[1] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص۱۱۹ ج۸ تحت ترجمہ معاویہؓ بن ابی سفیانؓ

حضرت علیؓ کی وفات پر حضرت امیر معاویہؓ کا افسوس

لما جاء خبر قتل علی رضی اللہ عنہ الیٰ معاویۃ یبکی۔ فقالت لہ امراتہ اتبکیہ وقد قاتلتہ؟ فقال ویحک! انک لا تدرین ما فقد الناس من الفضل والفقہ والعلم۔"[1]

حضرت امیر معاویہؓ کو حضرت علیؓ المرتضیٰ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ بے ساختہ گریہ کرنے لگے۔ ان کی اہلیہ ان کے پاس موجود تھیں وہ کہنے لگیں کہ آپ علی المرتضیٰ کے ساتھ برسرپیکار رہے۔ اور اب رونے لگے ہیں؟ تو حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی اہلیہ کو مترحم کرنے بعد فرمایا: کہ آپ نہیں جانتی کہ اہل دنیا کا فضیلت، فقہ اور علم میں کس قدر نقصان ہوا ہے اور کس گراں قدر ہستی سے قوم محروم ہوگئی ہے۔

امیر معاویہؓ کا ارشاد، خواب میں عمر بن عبدالعزیز کی زیارت

(۱) حافظ ابن کثیرؒ (المتوفی ۷۷۴ھ) (۲) اور حضرت امام غزالیؒ (المتوفی ۵۰۵) (۳) اور حافظ ابن قیمؒ (المتوفی ۷۵۱ھ) لکھتے ہیں۔

البدایہ والنہایہ میں ہے:

[1] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۱۳۰ ج ۸ تحت ترجمہ معاویہؓ بن ابی سفیانؓ

عن عمر بن عبدالعزیز قال: رأیت رسول اللہ ﷺ فی المنام ابوبکر و عمر و جالسان عنده، فسلمت علیه و جلست، فبینما أنا جالس اذا أتی بعلی و معاویة، فأدخلا بیتا و أجیف الباب و أنا أنظر، فما کان باسرع من أن خرج علی و هو یقول: قضی لی و رب الکعبة، ثم کان بأسرع من أن خرج معاویة و هو یقول: غفر لی و رب الکعبة[1]

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں کہ: مجھے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی، حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میں بھی آپ ﷺ کی خدمت میں بیٹھ گیا تو ناگہاں سیدنا علیؓ المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہؓ کو لایا گیا اور ایک مکان میں داخل کر کے اس کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ سیدنا علیؓ یہ کہتے ہوئے باہر تشریف لائے کہ رب کعبہ کی قسم! میرے حق میں فیصلہ ہوا ہے۔ پھر جلد ہی حضرت معاویہؓ باہر تشریف لائے اس حالت میں کہ وہ فرمارہے تھے کہ ربّ کعبہ کی قسم! مجھے معاف کر دیا گیا۔

---

[1] البدایہ و النہایہ۔ ج ۸ ص ۱۳۰۔ تحت ترجمہ معاویہؓ بن ابی سفیان، (۲) کیمیائے سعادت از امام غزالی ص ۴۸۴ (۳) کتاب اروح حافظ ابن قیم ص ۳۱۔

انصاف کا تقاضا کیا ہے؟

قاضی ابو بکر بن العربیؒ (المتوفی ۵۴۳ھ) لکھتے ہیں:

وقد بینت لکم انکم لا تقبلون علی انفسکم فی دینار، بل فی درھم الاعد لا بریاً من التھم، سلیما من الشھوۃ، فکیف تقبلون فی أحوال السلف و ما جری بین الأوائل فمن لیس لہ مرتبۃ فی الدین، فکیف فی العدالۃ[1]

ترجمہ: میں تم سے برملا کہتا ہوں کہ جب تم اپنے خلاف دینار بلکہ درہم تک کا دعویٰ اس وقت تک تسلیم نہیں کر سکتے جب تک کہ مدعی سچا، اتہامات سے بری اور نفسانی خواہشوں سے پاک ہو۔ تو تم احوال سلف اور مشاجرات صحابہؓ کے بارے میں ایسے آدمی کی بات کیسے مان لیتے ہو، جس کی عدالت تو کجا، دین میں بھی اس کا کوئی مقام نہیں"

مسئلہ قصاص قرآن میں

يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى[2]

اے ایمان والو! فرض ہوا تم پر (قصاص) برابری کرنا مقتولوں میں۔

[1] العواصم من القواصم ص ۲۵۲
[2] سورہ بقرہ آیت ۱۷۸

مسئلہ قصاص حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ قُتِلَ مُتَعَمِّدًا اُدْفِعَ اِلٰی اَوْلِیَاءِ الْمَقْتُوْلِ فَاِنْ شَاؤا اقْتَلُوْا وَاِنْ شَاؤا اَخَذُوا الدِّیَۃَ۔[1]

جو کسی کو جان بوجھ کر مار ڈالے تو قاتل کو مقتول کے ورثاء کے حوالہ کر دیا جائے خواہ وہ اسے بدلہ میں قتل کر ڈالیں یا اس سے دیت وصول لیں۔

قصاص ایک شرعی مسئلہ ہے جس کی فرضیت قرآن و حدیث مبارکہ سے معلوم ہوئی۔ حضرت معاویہؓ کو دعویٰ خلافت و امارت تھا ہی نہیں شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (المتوفی ۱۳۹۴ھ) فرماتے ہیں جب حضرت علیؓ کی طرف سے بھیجے گئے ایک وفد نے حضرت معاویہؓ سے بیعت کرنے کو کہا تو حضرت معاویہؓ نے فرمایا:

میں حضرت علیؓ سے بیعت کر لوں گا بشرطیکہ وہ یا تو خود قصاصِ عثمانؓ میں قاتلوں کو قتل کر دیں۔ (اگر وہ خود نہ کر سکیں تو) ان کو میرے حوالے کر دیں اور دلیل کے طور پر یہ آیت پڑھی:

وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطَانًا فَلَا یُسْرِفْ فِي

---

[1] ترمذی شریف ج ۱ ص ۲۵۸۔ ابواب الدیات باب ماجاء فی الدیۃ کم ھی من الابل

الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا[1]

اور جو شخص ظلماً مار دیا جائے تو ہم نے بنا رکھا ہے اس کے والی وارث کے لیے مضبوط حق پھر وہ وارث (بدلہ لیتے وقت) مارنے میں زیادتی نہ کریں بلاشک وہی مدد یافتہ و غالب اور کامیاب رہے گا۔

حضرت ابن عباس کا ارشاد

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ:

مجھے اسی وقت یقین ہو گیا تھا کہ اگر عثمانؓ کا قصاص نہ لیا گیا تو معاویہؓ ضرور غالب ہوں گے۔[2]

حجة معاوية و من معه ماوقع معه من قتل عثمان مظلوماً و وجود قتلته باعيانهم فی العسكر العراقی[3]

حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں کی دلیل یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ تو ظلماً مقتول ہوئے اور ان کے قاتل تو خود عراقی لشکر میں موجود ہیں۔

عبدالوحید الحنفی خادم اہلسنت

---

[1] سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۳

[2] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء ج ۱ ص ۳۴۴ والبدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۔ برأت عثمان مؤلفہ مولانا ظفر احمد عثمانی ص ۳۸ تحت مطالبہ قصاص

[3] فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۸۸، کتاب الاعتقام باب مایذکر من ذم اسرای۔ تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۳۱۸ سورہ حجرات، مسئلہ رابعہ

حضرت معاویہؓ کا خلافت کے مسئلہ میں اختلاف نہیں تھا

حضرت امام غزالی (المتوفی ۵۰۵ھ) لکھتے ہیں:

(۱) وما جری بین معاویة و علی رضی اللہ عنہ مبنیا علی الاجتھاد لا منازعة من معاویة فی الامامة۔[1]

اور جو نزاع حضرات علیؓ و معاویہؓ کے درمیان ہوا۔ اس کی بنا "اجتہاد" پر تھی یہ نہیں کہ امامت کے بارے میں حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے نزاع ہوا ہو۔

(۲) حضرت علامہ ابن ہمامؒ حنفی (المتوفی ۸۶۱) لکھتے ہیں۔

وما جری بین معاویة و علی رضی اللہ عنہ مبنیا علی الاجتھاد لا منازعة من معاویة فی الامامة۔[2]

اور معاویہؓ اور حضرات علیؓ کے درمیان جو واقعات پیش آئے ان کی بنا "اجتہاد" پر تھی اور حضرت علیؓ کی امامت (خلافت) کے بارے میں حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے کوئی تنازعہ نہ تھا۔

(۳) حضرت علامہ ابن حجر مکی شافعی ہیتمیؒ (المتوفی ۹۷۴) لکھتے ہیں۔

ومن اعتقاد اھل السنت و الجماعت ایضا ان معاویة لم یکن

---

[1] احیاء العلوم مؤلفہ امام غزالی ص ۱۱۵ ج ۱ الفرکن الربع فی السمعیات و تصدیقہ۔

[2] المسایرہ ص ۳۱۴ تحت ماجرہ بین علیؓ و معاویہؓ۔

فی ایام علی خلیفة و انما کان من الملوک و غایة اجتهاده انه کان له اجر و احد علی اجتهاده، و اسا علیؓ فکان له اجر ان اجر علی اجتهاده و جر علی اصابته۔[1]

اہل السنت و الجماعت کے عقائد میں یہ بات بھی شامل ہے کہ حضرت معاویہؓ، حضرت علیؓ کے ایام خلافت میں خلیفہ نہ تھے بلکہ بادشاہ تھے اور ان سے اجتہاد کی غایت یہ ہے کہ ان کو اس اجتہاد پر ایک اجر ملے گا اور حضرت علیؓ کو دو اجر ملیں گے ایک اجتہاد کا دوسرا اصابت کا۔"

حضرت علیؓ کا فرمان کہ معاویہؓ کی امارت کیسی ہے؟

حضرت علیؓ المرتضیٰ نے فرمایا:

اَیُّهَا النّٰاس لَا تکرهوا امارة معاویة۔ و الله لو فقد تموهٔ لقد رأیتم الرؤس قنزو من لو اهلها کانها الخنظل۔[2]

اے انسانو! معاویہؓ کی امارت سے کراہت نہ کرو۔ واللہ اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو تم لوگوں کے سروں کو حنظل کی طرح ان کے کندھوں سے اچھلتے ہوئے دیکھو گے۔ (ازالۃ الخفاء ج چہارم ص ۵۳۷)

[1] الصواعق المحرقۃ ص ۲۱۷ الخاتمہ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ والجماعت فی الصحابہ

[2] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۵۔ تحت ترجمہ معاویہؓ بن ابی سفیان

خادم اہلسنّت عبد الوحید الحنفی

حضرت امیر معاویہؓ کی یزید کے بارے میں دعا

حافظ ذہبیؒ اور ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ:

و قال ابوبکر بن ابی مریم عن عطیة بن قیس خطب معاویه رضی اللہ عنہ فقال:

اللهم ان کنت انما عهدت یزید لما رأیت من فظله فبلغة ما املت و اعنه و ان کنت انما حملنی حبِ الوالد لولده لیس باهل فاقبضه قبل ان یبلغ ذالک[1]

یعنی: حضرت امیر معاویہؓ نے دعا کرتے ہوئے خطبہ میں فرمایا:

اے اللہ! میں نے یزید کو اس کی اہلیت کی بنا پر ولی عہد بنایا ہے اس کے متعلق مجھے جو امید ہے اس تک پہنچا دے اور اس کی اعانت فرما۔ اور اگر میں نے محبت پدری کی بنا پر (ولی عہد) بنایا ہے اور وہ اس کا اہل نہیں ہے۔ تو اس مقصد تک پہنچنے سے پہلے اس کی روح قبض کرلے۔ (اور ولی عہدی کو پورا نہ کر)

فائدہ: معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہؓ نے کسی خود غرضی اور مفاد پرستی کی بنا پر یہ اقدام نہیں کیا تھا بلکہ وہ اپنی رائے میں مخلص اور دیانت دار تھے اس بنا پر وہ مجمع عام میں اس قسم کی دعا کر رہے ہیں۔

[1] تاریخ اسلام (ذہبی) ج ۲ ص ۲۶۷ تحت بیعت یزید۔

حافظ عبدالوحید الحنفی خادم اہل سنت

بیعت خلافت یزید کا مسئلہ

مولانا محمد نافع صاحب لکھتے ہیں:

استخلاف یزید کے متعلق مختلف النوع روایات پائی جاتی ہیں۔۔۔ مختصر یہ ہے کہ مسئلہ بیعت یزید میں اگرچہ بعض حضرات نے اختلاف رائے کیا تھا لیکن بعد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور (حضرت علیؓ المرتضیٰ کے لڑکے) محمد بن حنفیہؒ وغیرہ نے بیعت ہذا تسلیم کر لی تھی۔ اور سیدنا حسینؓ بن علیؓ المرتضیٰ اور عبداللہ زبیرؓ اپنے نظریاتی اختلاف پر قائم رہے لیکن اس دور کے باقی اکابر صحابہ کرامؓ اور تابعین اور دیگر لوگوں نے عموماً مسئلہ بیعت کو تسلیم کر لیا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اس موقع پر کوئی تشدد اور ظلم وزیادتی نہیں کی بلکہ مسئلہ ہذا کو بہتر طریق سے انجام دیا۔ اس چیز کی تائید میں ہم حضرت امیر معاویہؓ کے مخالفین شیعہ حضرات کا بیان پیش کرتے ہیں جس میں صاف طور پر مذکور ہے کہ

"ولم یکرھھم علی البیعة"[1]

یعنی حضرت امیر معاویہؓ نے لوگوں کو بیعت یزید پر مجبور نہیں کیا۔

اور جبراً اکراہ سے کام نہیں لیا۔

---

[1] تاریخ یعقوبی ص ۲۲۹ ج ۲ تحت وفات الحسن بن علی طبع بیروت۔

حضرت امیر معاویہؓ کی وفات سے پہلے وصیت

طبری نے بروایت ہاشم اس طرح بھی روایت کی ہے کہ:

۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہؓ کا زمانہ وفات قریب آگیا اس وقت یزید موجود نہ تھا تو امیر معاویہؓ نے ضحاک بن قیسؓ فہری (اپنے پولیس افسر) اور مسلم بن عتبہ المزنی کو بلا کر کہا: میری یہ وصیت یزید تک پہنچا دینا:

(۱) اہل حجاز کے ساتھ بہ شفقت و الطاف پیش آنا، کیوں کہ وہ تمہارے ماوا و ملجا ہیں۔ پس جو ان میں سے تمہارے پاس آئے اس کی عزت کرنا اور جو غائب ہو اس سے ایفاء عہد کرنا۔

(۲) اور اہل عراق کے ساتھ یہ برتاؤ کرنا کہ اگر وہ ہر روز عامل کی معزولی چاہیں تو روزانہ عامل کو معزول کرتے جانا کیوں کہ یہ آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ تم پر ایک لاکھ تلواریں نیام سے نکل آئیں۔

(۳) اور اہل شام کو ہمیشہ اپنا معین و مددگار سمجھ کر حسن سلوک سے پیش آنا، اگر کوئی خدشہ تمہیں دشمنوں کی جانب سے پیدا ہو جائے تو ان سے مدد لینا اور جب اس پر کامیاب ہو جانا تو اہل شام کو ان کے شہروں کی طرف واپس کر دینا،

دوسرے شہروں میں قیام کرنے سے ان کے اخلاق خراب ہو جائیں گے عادتیں بگڑ جائیں گی۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

○ مجھے قریش سے کوئی اندیشہ سوائے تین شخصوں کے نہیں ہے۔
(۱) ابن عمرؓ، ان کو عبادت نے اس قدر گھلا دیا ہے کہ وہ کسی مد کے نہیں رہے اور نہ تجھ سے کسی امر کے خواہاں ہوں گے۔
(۲) اور حسینؓ بن علیؓ سے اگر کسی کے ابھارنے سے (اجتہادی) غلطی ہو تو درگزر کرنا، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ان لوگوں کی وجہ سے کافی ہو گا۔ جنہوں نے ان کے باپ (حضرت علیؓ) کو شہید کیا۔ اور ان کے بھائی (حضرت حسنؓ) کو نقصان پہنچایا ہے۔
(۳) اور اگر ابن زبیرؓ اپنے ہاتھ پاؤں کو حرکت دیں تو جہاں تک امکان میں ہو جنگ کرنے سے باز آنا[1] کہ خود صلح کے خواست گار ہوں۔ اور جب صلح کی درخواست پیش کریں تو فوراً منظور کر لینا۔
غرض اس قسم کی چند وصیتیں کر کے وسط رجب ۶۰ھ میں انتقال کر گئے اور بعض کا بیان ہے کہ ماہ جمادی الثانیہ میں اپنی حکومت کے انیس برس چند مہینے بعد وفات پائی۔[2]
وفات کے وقت عمر ۸۲ سال تھی۔[2]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

---

[1] یہاں بعض مورخین نے لفظ جنگ سے باز نہ آنا کے لکھے ہیں جو کہ راوی کا اپنا ٹوٹکہ ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے مزاج کے خلاف ہے۔ صحیح یہی ہے کہ جنگ سے باز آنا اور واقعہ میں بھی یہی ہوا کہ محاصرہ جاری تھا کہ یزید کی وفات پر لشکر نے صلح کر کے واپسی اختیار کر لی۔
[2] تاریخ ابن خلدون ج ۲۔ حصہ خلافت معاویہؓ ص ۵۰۳۔

حضرت امیر معاویہؓ کی یزید کو وصیت

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے لڑکے یزید کو بلا کر فرمایا:

میرے بیٹے میں نے کل امور تنازعہ کو طے کر کے تمہارے لیے کافی سرمایہ مہیا کر دیا ہے۔[1]

مجھے اندیشہ ہے کہ اس میں اگر تنازع و مخالفت کریں گے۔ تو قریش کے یہی چار شخص ہیں۔

(۱) حسین بن علیؓ (۲) عبداللہ بن عمرؓ (۳) عبداللہ بن زبیرؓ (۴) عبدالرحمن بن ابی بکرؓ ہیں۔ (رضی اللہ عنہم)

لیکن ابن عمرؓ ایک ایسے شخص ہیں جن کا سوائے عبادت کے کوئی کام نہیں ہے جب کوئی شخص سوائے ان کے بیعت کرنے کو باقی نہ رہے گا تو وہ بھی تمہاری بیعت کر لیں گے۔

(۲) حسینؓ بن علیؓ ایک سیدھی سادی طبیعت کے آدمی ہیں۔ مگر اہل عراق ان کو خروج کرنے پر ضرور تیار کریں گے۔ پس اگر یہ تم پر خروج کریں اور تم کو ان پر کامیابی حاصل ہو تو درگزر کرنا ان کا بہت بڑا حق ہے اور رسول اللہ ﷺ کے یہ نواسے ہیں۔

(۳) اور ابن ابی بکرؓ کی ذاتی کوئی رائے نہیں ہے جو ان کے احباب و

[1] تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۵۰۲ حصہ خلافت معاویہ۔

ہم نشین کریں گے وہی وہ بھی کریں گے۔[1]

(۴) ہاں جو شخص تم پر شیر کی طرح حملہ کرے گا اور جب کبھی موقع ملے گا ضرور حملہ آور ہو گا وہ ابن زبیر ہے۔ پس اگر وہ ایسا کرے اور تم کو اس پر غلبہ ہو جائے اور صلح کی درخواست پیش کریں تو فوراً منظور کر لینا۔[2]

حضرت حسینؓ کی نسبت، یزید کو وصیت

مؤرخین نے حضرت امیر معاویہؓ کی ایک وصیت سیدنا حسینؓ کے متعلق ذکر کی ہے وہ یہ ہے کہ فرمایا:

(۱) ان له رحما ماسة و حقا عظیما و قرابة من محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و لا اظن اهل العراق تارکیه حتی یخرجوه فان قدرت علیه فاصفح عنه فانی لو انی صاحبه عفوت عنه[3]

یعنی حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ حسینؓ کے لیے بہت قرابت

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

[1] جب یہ وصیت کی اس وقت عبدالرحمن بن ابی بکر زندہ تھے لیکن ۵۳ھ میں یہ اثنائے راہ مکہ سوئے اور سوتے ہی میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (تاریخ ابن کثیر ج سوم ص ۴۱۲)

[2] تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۵۰۳۔ حصہ خلافت معاویہ۔

[3] تاریخ طبری ج ۶ ص ۸۰ تحت ذکر ماکان فیہ من الاحواث سنہ ۶۰ھ طبع مصر کتاب انساب الاشراف (بلازری) ص ۱۲۳ ج ۴ تحت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ج ۸ ص ۱۱۵ تحت سنہ ۶۰ھ طبع اول مصر

قریبہ ہے اور حق عظیم ہے اور نبی اقدس ﷺ کے ساتھ ان کی رشتہ داری ہے۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ اہل عراق ان کو اپنی حالت پر نہیں چھوڑیں گے۔ حتیٰ کہ ان کو مخالفت پر آمادہ کریں گے۔ پس اگر تو ان پر قدرت پائے تو ان سے رعایت کرنا۔ اگر میرے سامنے یہ معاملہ آئے تو میں ان سے در گزر کروں گا۔

(۲) ثم ان معاویہ رضی اللہ عنہ لما حضرته الوفاة دعا ابنه يزيد فاوصاه بما اوصاه به وقال له انظر حسين بن على يعنى ابن فاطمه بنت رسول الله ﷺ فانه احب الناس الى الناس فصل رحمه وارفق به يصلح لک امره[1]

اور بعض روایات میں اس طرح ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو اپنی وفات سے قبل بلایا اور اس کو جو وصیت کرنی تھی وہ وصیت کی۔ ان وصایا میں یہ بات خاص طور پر فرمائی کہ حضرت حسین بن علیؓ یعنی حسین بن فاطمہؓ بنت رسول اللہ ﷺ کا احترام ملحوظ رکھنا۔ تحقیق وہ لوگوں کی نظروں زیادہ پسندیدہ ہیں۔ پس ان سے صلہ رحمی کرنا اور ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا، تو تیرے لیے معاملہ اپنی جگہ پر درست رہے گا۔

[1] کتاب تلخیص ابن عساکر (ابن بدران) ص ۳۲۷ ج ۴۔ ذکر قصہ واقعہ الحسین و فضلہ تاریخ سیرت امیر معاویہؓ ص ۳۸۳۔ مؤلفہ مولانا محمد نافع۔ مطبوعہ دار الکتاب اردو بازار لاہور

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۳) شیعہ مؤرخین نے بھی یہ وصیت اسی طرح لکھی ہے، چناں چہ اس سلسلے کے مؤرخین میں قدیم مؤرخ دینوری لکھتے ہیں:

فاما الحسین بن علی رضی اللہ عنہ فاحسب اهل العراق غیر تارکیه حتی یخرجوه، فان فعل، فظفرت به، فاصفح عنه،[1]

مطلب یہ ہے کہ یزید کو حضرت امیر معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ اہل عراق جناب حسینؓ کو نہیں چھوڑیں گے حتیٰ کہ وہ ان کو مخالفت پر آمادہ کریں گے۔ اور اگر ان سے یہ بات صادر ہو تو ان پر غلبہ حاصل کرے تو ان سے درگزر کرنا۔

(۴) اور شیعہ کے مؤرخ ابن طقطقی اس طرح لکھتے ہیں:

فان خرج (الحسین رضی اللہ عنہ) و ظفرت به فاصفح عنه فان له رحما ماسة وحقا عظیما و قرابة من محمد صلوات اللہ علیه وسلامه[2]

یعنی (حضرت امیر معایہؓ نے اپنے بیٹے یزید سے کہا) اگر جناب حسینؓ مخالفت پر آمادہ ہو جائیں اور تم ان پر کامیابی پاؤ تو ان سے اعراض کرنا۔ تحقیق جناب حسینؓ کے لیے قرابت قریبہ ہے اور حق عظیم ہے اور جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی رشتہ

---

[1] بحار الانوار (ملا باقر مجلسی) ص ۲۳۸ طبع قدیم تحت ماجری علیہ بعد بیعت الناس یزید

[2] تاریخ الفخری (محمد بن علی بن طباطبا المعروف بابن طقطقی ص ۱۰۳ تحت حالات معاویہ

خادم اہل سنت حافظ عبد الوحید الحنفی

داری ہے۔[1]

(۴) شیعہ مؤرخ باقر مجلسی نے بھی اسی مسئلہ کو شیخ قدرس ابن بابویہ قمی شیعی سے معتبر سند کے ساتھ اس وصیت کو روایت کیا ہے۔[2]

شام میں خطبہ

عن عبادہ بن نسی قال خطب معاویۃ الناس فقال انی من زرح مد استھدو قد طالت امراتی علیکم و لا یاتیکم بعدی خیر منی کما ان من کان قبلی کان خیرا منی و قد قیل من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاء۔ اللھم انی قد احببت لقاک لقائی[2]

عبادہ بن نسی کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ نے لوگوں میں خطبہ دیا اور فرمایا: ہماری مثال ایک کھیتی کی ہے جو بوئی گئی اور پھر مدت پوری ہونے پر اس کو کاٹ دیا گیا۔ میں تم میں ایک مدت تک والی اور حاکم رہا ہوں۔ مجھ سے پہلے والے امرا اور خلفاء مجھ سے بہتر تھے۔ امرا میرے بعد مجھ سے بہتر آنے والے کی امید نہیں ہے۔ اور کہا جاتا کہ جو شخص

---

[1] جلاء العیون فارسی از ملا باقر مجلسی شیعی ص ۳۸۸ تحت فصل از دواز دہم
[2] تاریخ ابن عساکر (مخطوط عکسی) ج ۱۶ ص ۷۵۰ تحت ترجمہ معاویہؓ بن ابی سفیان

اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتے ہیں۔ پھر فرمایا:

اے اللہ میں تیری ملاقات کو پسند کرتا ہوں، تو میری ملاقات کو پسند کر کے بہتر بنادے۔

حضرت امیر معاویہؓ کی ذاتی نصف مال کی وصیت

عن محمد بن الحکم عمن حدثه ان معاویة لما احتضرا وصی بنصف ماله ان یرد الی بیت المال کانه اراد ان یطیب له لان عمر بن الخطاب قاسم عماله۔[1]

حضرت امیر معاویہؓ آخری اوقات میں اپنے ذاتی اموال کے متعلق یہ وصیت فرمائی کہ میرے ذاتی اموال کا نصف اسلامی بیت المال میں داخل کر دیا جائے۔

گویا وہ از راہ احتیاط اپنے مال کو صاف کرنا چاہتے تھے کیوں کہ حضرت عمرؓ فاروق نے بھی اسی طرح آخری اوقات میں اپنا مال تقسیم کر دیا تھا۔

---

[1] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ج ۸ تحت ترجمہ معاویہؓ بن ابی سفیانؓ ص ۱۴۱ سیرت حضرت امیر معاویہ۔ مؤلفہ مولانا محمد نافع صاحب۔ ص ۴۰۳۔

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

موئے مبارک اور حضور کے ناخن اور قمیص مبارک سے تبرک

امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں لکھا ہے کہ:

حضرت امیر معاویہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ناخن مبارک کے تراشے اور موئے مبارک و قمیص مبارک میں نے محفوظ کیے ہوئے ہیں۔ جب میرا انتقال ہو جائے تو ان تبرکات کو میرے منہ، ناک اور آنکھوں میں ڈالا جائے۔ اور قمیص مبارک میرے بدن کے ساتھ لگائی جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے۔ امید ہے کہ اللہ کریم ان چیزوں کی برکت سے مجھ پر رحم فرمائیں گے۔[1]

خادم اہل سنت حافظ عبدالوحید الحنفی

وفات، جنازہ، دفن امیر معاویہؓ

حضرت امیر معاویہؓ کی تاریخ وفات

عمر اور مدت خلافت کے بارے جو اقوال تاریخی روایات میں درج ہیں، ان کا مفہوم یہ ہے کہ:

---

[1] تہذیب الاسماء وللغات (نووی) و تاریخ اسلام (ذہبی) ج ۲ ص ۳۲۲ تحت معاویہؓ سفیانؓ و سیرت امیر معاویہؓ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۴۰۵۔ انساب الاشراف (بلازری) ج ۴ ص ۱۳۱ تاریخ ابن عساکر ج ۱۶ تحت ترجمہ معاویہؓ بن سفیانؓ۔

وفات بعض کے نزدیک ۴ رجب ۶۰ھ [1] اور بعض کے نزدیک یوم خمیس ۱۵ رجب ۶۰ھ [2] ہے اور بعض علماء کا قول ۲۲ رجب ۶۰ھ [3] برصغیر پاک و ہند میں شیعہ حلقوں میں یہ ۲۲ رجب ہی زیادہ مشہور ہے۔

(۲) اور انتقال کے وقت آپ کی عمر ۷۸ سال اور بعض کے نزدیک ۸۰ یا ۸۲ سال اور ایک قول کے مطابق ۸۶ سال ہے۔

جنازہ حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے وقت یزید موجود نہ تھا۔ ضحاک بن قیسؓ جو کہ آنحضرت ﷺ کے صحابی تھے، نے امیر معاویہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ یزید اس وقت مقام حوارین میں تھا۔ نمازِ جنازہ میں شمولیت سے محروم رہا۔

(۳) خلافت وولایت

بقول مورخین ۱۹ برس اور تین ماہ یا چار ماہ پر محیط ہے۔ اور مؤرخ یعقوبی شیعی کے قول کے مطابق آپ کی خلافت وولایت ۱۹ سال ۸ ماہ تھی۔ [4]

---

[1] کتاب المعرفہ والتاریخ (بسوی) ص ۳۲۴ ج ۳ سنہ ۶۰ھ۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط ج ۱ ص ۲۱۸۔ تحت سنہ ۶۰ھ

[2] کتاب الثقات (ابن حبان) ج ۳ ص ۳۷۳ تحت معاویہؓ بن سفیان۔

[3] کتاب الثقات (ابن حبان) ج ۳ ص ۳۷۳ و تاریخ ابن عساکر ج ۱۶ ص ۶۷۳

[4] تاریخ یعقوبی شیعی ج ۲ ص ۲۳۸۔ وفات حسن بن علی

(۴) مزار مبارک دمشق شام

دمشق باب الصغیر کے مقابر میں ہے مولانا تقی عثمانی اس دور میں مزار کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

محکمہ اوقاف دمشق نے یہ پابندی لگا رکھی ہے کہ اجازت نامہ کے بغیر کسی کو اندر نہ بھیجا جائے۔ یہ ایک پرانے طرز کا مکان تھا جس کے لمبوترے صحن سے گزر کر ایک بڑا سا کمرہ نظر آیا جس میں چند قبریں بنی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک قبر حضرت امیر معاویہؓ کی بتائی جاتی ہے۔ یہاں سلام عرض کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔

(ماہنامہ البلاغ کراچی۔ سیرت حضرت امیر معاویہؓ مؤلفہ مولانا محمد نافع ص ۴۱۳)

وما علینا الا البلاغ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّهٖ دَائِمًا وَّسَرْمَدًا

خادم اہلسنّت

حافظ عبدالوحید الحنفی

ساکن اوڈھروال (تحصیل و ضلع چکوال)

۱۲ محرم ۱۴۳۴ھ ۲۷ نومبر ۲۰۱۲ء منگل

☆☆☆☆

الـنور مینجمنٹ
ڈب مارکیٹ پنوال روڈ چکوال
0334-8706701
zedemm@yahoo.com
اسلامی لٹریچر اور کتب کی بہترین کمپوزنگ اور پرنٹنگ کے لئے، نیز ہر قسم کے اشتہارات اور ایڈورٹائزنگ کے لئے رجوع کریں

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

سجیلا بدن اور چہرہ گلابی — وہ شہزادوں جیسا نبیؐ کا صحابیؓ
وہ کاتب، وہ منشی میرے مصطفیؐ کا — رفیق خصوصی تھا خیر الوریٰؐ کا
نبیؐ کی محبت تھی اس کے لہو میں — کھلا کرتے حکمت کے در گفتگو میں
کئی بار رویا وہ ذِکر علیؓ پر — وہ جاں دیتا ساری ہی آلِ نبیؐ پر
ادب کرتا تھا وہ حسینؓ و حسنؓ کا — رسالتؐ کے پاکیزہ سارے چمن کا
کبھی پیش آیا نہ وہ بے رُخی سے — کھلے دل سے ملتا وہ آلِ نبیؐ سے
رسالتؐ کا قرب اس کو حاصل رہا ہے — بہت خاص جنگوں میں شامل رہا ہے
رسالتؐ کو اس کی وفا پر یقیں تھا — تقدس، تحمل، حیا پر یقیں تھا
عمرؓ کا کبھی اس پہ کوڑا نہ برسا — کبھی اس پہ اس کا ہتھوڑا نہ برسا
کسی جرم پر پائمالی نہیں کی — عمرؓ نے کبھی گوشمالی نہیں کی
یہی میر منشی تھا میرے نبیؐ کا — نمک خوار و پروردہ تھا یہ اسیؐ کا
وہی آدھی دنیا کا فرماں روا تھا — ارے آدھی دنیا کا وہ ناخدا تھا
جو خوشبو ملی تھی اسے مصطفیؐ سے — رکھا کرتا اس کو وہ دل میں چھپا کے

کاتبِ وحی سیدنا امیر معاویہؓ از انجم نیازیؔ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

سجیلا بدن اور چہرہ گلابی — وہ شہزادوں جیسا نبیؐ کا صحابیؓ
وہ کاتب، وہ منشی میرے مصطفیٰؐ کا — رفیق خصوصی تھا خیر الوریٰؐ کا
نبیؐ کی محبت تھی اس کے لہو میں — کھلا کرتے حکمت کے در گفتگو میں
کئی بار رویا وہ ذکر علیؓ پر — وہ جاں دیتا ساری ہی آلِ نبیؐ پر
ادب کرتا تھا وہ حسینؓ و حسنؓ کا — رسالتؐ کے پاکیزہ سارے چمن کا
کبھی پیش آیا نہ وہ بے رخی سے — کھلے دل سے ملتا وہ آلِ نبیؐ سے
رسالتؐ کا قرب اس کو حاصل رہا ہے — بہت خاص جنگوں میں شامل رہا ہے
رسالتؐ کو اس کی وفا پر یقیں تھا — تقدس، تحمل، حیا پر یقیں تھا
عمرؓ کا کبھی اس پہ کوڑا نہ برسا — کبھی اس پہ اس کا ہتھوڑا نہ برسا
کسی جرم پر پائمالی نہیں کی — عمرؓ نے کبھی گوشمالی نہیں کی
یہی میر منشی تھا میرے نبیؐ کا — نمک خوار و پروردہ تھا یہ اسیؐ کا
وہی آدھی دنیا کا فرماں روا تھا — ارے آدھی دنیا کا وہ ناخدا تھا
جو خوشبو ملی تھی اسے مصطفیٰؐ سے — رکھا کرتا اس کو وہ دل میں چھپا کے

کاتب وحی سیدنا امیر معاویہؓ از انجم نیازی